حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دفاع و مناقب میں

تنویر الایمان

ترجمہ

تطہیر الجنان

تالیف

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ

امام اہل سنت حضرت مولانا محمد عبد الشکور لکھنوی قدس اللہ سرہ

المکتبۃ العربیۃ

الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

بفرمائش ہمایوں بادشاہِ دہلی

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دفاع و مناقب میں

تنویر الایمان

ترجمہ

تطہیر الجنان

تالیف

علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ

امام اہلِ سنّت حضرت مولانا محمد عبد الشکور لکھنوی قدس اللہ سرہ

المکتبة العربیة
الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

فہرست

دیباچہ

امابعد- واضح ہو کہ علامہ ابن حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب "تطہیر الجنان" حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں ایک مشہور اور بے نظیر کتاب ہے۔ اس کتاب کی ضرورت ہندوستان میں اسی سے ظاہر ہے کہ ہندوستان کے بادشاہ ہمایوں کی درخواست پر یہ کتاب تالیف ہوئی۔ حق تعالیٰ اس نیک دل بادشاہ اور مصنف کتاب دونوں کو جزائے خیر دے۔ آمین

آج سے تئیس☆ برس پہلے یعنی ۱۳۲۶ھ میں اس کتاب کا ترجمہ "النجم" کے ساتھ شائع ہوا تھا جب کہ "النجم" اخباری شکل میں تھا لیکن وہ ترجمہ اس قدر جلد نایاب ہو گیا کہ دوبارہ چھاپنے کے لئے بھی کوئی نسخہ دفتر میں باقی نہ رہا۔

ضرورت اور اہل ضرورت دونوں کا تقاضا تھا کہ جلد سے جلد یہ ترجمہ پھر شائع ہو اور جو ناواقف اور بے خبر اہل سنت خواہ مخواہ روافض کا دل خوش کرنے کے لئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخانہ کلمات کہہ کر اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں ان کے لئے مشعل راہ بنے۔

بالآخر مخلص قدیم سید اشرف علی صاحب متوطن ضلع "جالندھر" (پنجاب) سے جو پہلے ریاست "کپور تھلہ" کے تعلق سے بہرائچ (ملک اودھ میں رہتے تھے اور "النجم" کے خریدار تھے اور اب بھی ہیں اس کار خیر میں بڑی مدد ملی کہ پرانا چھپا ہوا ترجمہ ان کے پاس بڑی احتیاط و حفاظت کے ساتھ موجود تھا اور انہوں نے بغرض اشاعت عطا فرمایا۔ جزاہ تعالیٰ جزاء" حسنا"

طبع ثانی کے وقت پھر اصل کتاب "تطہیر الجنان" سامنے رکھ کر ترجمہ کی دیکھ بھال کی گئی اور اکثر مقامات پر محو و اثبات کے ساتھ ساتھ حواشی مفیدہ کو بڑھایا گیا جس کی

☆ آج سے اٹھاسی سال قبل

قدر و منزلت انشاء اللہ تعالیٰ دیکھنے ہی سے معلوم ہو گئی۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ إِنَّكَ أَنتَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْعَلِيمُ -

ترجمہ مصنف رحمتہ اللہ علیہ

اس کتاب "تطہیر الجنان" کے مصنف علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ اکابر علمائے اہل سنت میں سے ہیں اور شیخ الاسلام حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی شارح "صحیح بخاری" کے ساتھ علم و فضل میں اگرچہ مساوات نہیں رکھتے تو بھی ابن حجر ثانی کے جانے کا ان سے زیادہ کسی کو استحقاق نہیں

حضرت مولانا الشیخ عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ التعلیقات السنیہ علی الفوائد البہیہ میں ان کے متعلق لکھتے ہیں۔ کان بحرا فی الفقه امام اقتدی به الائمة و همام صار فی اقليم الحجاز مصنفاته فی العصر يعجز عن الاتيان بمثله المعاصرون۔ پھر بفاصلہ چند سطور لکھتے ہیں۔ وقد طالعت من تصانيفه شرح المنهاج

☆ وہ فقہ میں سمندر، اماموں کے امام اور مقتداء اور ایسے جلیل القدر بزرگ تھے کہ اس عہد میں اقلیم حجاز میں ان کی تصانیف کی نظیر پیش کرنے سے ان کے معاصرین عاجز تھے۔

○ میں نے ان کی تصانیف میں سے حسب ذیل کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔

(۱) شرح منہاج جس کا نام "تحفتہ المحتاج" ہے (۲) شرح اربعین جو "فتح المبین" سے موسوم ہے (۳) شرح ہمزیہ جو "المنح المکیہ" کہلاتی ہے (۴) "الاعلام بقواطع الاسلام" (۵) "شن الغارہ" (۶) "الایضاح و البیان لما جاء فی لیلتہ النصف من شعبان" (۷) "الصواعق المحرقہ" (۸) "فتح الجواد" (۹) "الزواجر" (۱۰) "الخیرات الحسان فی مناقب النعمان" (۱۱) "الجواہر المنظم فی یارة عہد النبی المکرم"

المسمی "بتحفة المحتاج" و شرح الاربعین المسمی "بفتح المبین" و شرح الهمزیة المسمی "بالمنح المکیة" والاعلام بقواطع الاسلام و"شن الغاره" والا یضاح والبیان لما جاء فی لیلة النصف من شعبان" "والصواعق المحرقه" و"فتح الجواد والزواجر و الخیرات الحسان فی مناقب النعمان" والجوهر المنظم فی زیادة قبر النبی المکرم"۔

اس حقیر نے بھی تصانیف مذکورہ میں سے حسب ذیل کتب مطالعہ کی ہیں۔

۱ الزواجر ۲ الصواعق' ۳ الخیرات الحسان' ۴ الفتاوی المنح المکیہ سوانح مکیہ کے باقی سب کتب مطبوعہ دیکھیں منح مکیہ کا قلمی نسخہ☆ کاکوری کے کتب خانہ قلندریہ میں دیکھا گیا۔

☆ منح مکیہ کے دیکھنے کی ضرورت یہ پیش آئی کہ حضرت مولانا عبدالحی صاحب رحمہ اللہ نے "الاثار المرفوعہ" میں جہاں یہ بیان کیا ہے کہ بعض جاہل واعظین جو کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ کو تمام اشیائے ماضیہ و مستقبلہ کا علم دیا گیا ہے یہ قول باطل ہے اس مقام پر حضرت ممدوح نے منح مکیہ کا حوالہ دیا ہے اور مولوی احمد رضا خان بریلوی نے "منح مکیہ" کا حوالہ انہیں جاہل واعظین کی تائید میں پیش کیا ہے لہذا "منح مکیہ" کو دیکھنا پڑا دیکھنے سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا عبدالحی صاحب کا حوالہ صحیح ہے اور بریلوی صاحب نے غلط حوالہ دیا ہے۔

ولادت حضرت ممدوح کی رجب ۹۰۹ھ میں ہوئی۔ صغیر سنی میں آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا اور اس زمانہ کے دو بڑے پیشوایان اسلام نے آپ کی پرورش کی' اول شمس الدین بن ابی الحمائل دوم شمس الدین شنادی۔ شنادی نے ان کو مصر کی مشہور درس گاہ جامعہ ازہر میں پہنچا دیا اور اس کے بعد یہ مصر ہی میں رہ کر تمام علوم و فنون میں یکتائے روزگار ہوئے۔

مصر سے حج کرنے کے لئے مکہ معظمہ کئی بار آئے' اول ۹۳۳ھ میں پھر ۹۳۷ھ میں اور اس مرتبہ مکہ ہی میں اقامت پذیر ہو گئے اور تمام عمر درس و افتاء کے کام میں بسر کی ۹۹۵ھ میں اور بقول بعض ۹۷۵ھ میں وفات پائی۔ کذا فی "التعلیقات السنیہ"۔

امروز گراز رفتہ عزیزاں خبرے نیست
فرد است درین بزم زماہم اثرے نیست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے اپنے نبی کے برگزیدہ اور نیک اصحاب و آل کی تعظیم تمام لوگوں پر واجب کر دی کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ہر عیب اور برائی اور خطا سے ان کی پاکدامنی بیان فرمائی ہے اور ان کو یہ امتیاز عطا فرمایا ہے کہ وہ ہر کمال میں اور ہر چیز میں سبقت لے جانے والے ہیں۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں' وہ کریم ہے غفار ہے' اور شہادت دیتا ہوں کہ ہمارے سردار محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے برگزیدہ رسول اور نبی ہیں۔ (اور دعا کرتا ہوں کہ) اللہ ان پر اور ان کے آل و اصحاب پر پے در پے صلوت و سلام بھیجتا رہے' جب تک کہ رات اور دن پے در پے آتے رہیں اور جب تک کہ ان کے علوم کے براہین اور ان کے دلائل قاطعہ ان کے دشمنوں کی افترا پردازیوں کی گردن زنی کرتے رہیں۔

بعد حمد و صلوٰت کے واضح ہو کہ یہ چند اوراق ہیں جن کو میں نے سیدنا ابو عبدالرحمٰن امیرالمومنین حضرت معاویہ قرشی اموی رضی اللہ عنہ و ارضاہ کے فضائل میں تالیف کیا ہے۔ ممدوح کے والد کا نام صخر اور کنیت ابو سفیان ہے۔ وہ بیٹے ہیں حرب کے وہ بیٹے ہیں امیہ کے' وہ بیٹے ہیں عبد شمس کے' وہ بیٹے ہیں عبد مناف کے (اور عبدمناف رسول اللہ ﷺ کے دادا کے دادا ہیں) اور ممدوح کی والدہ ہند ہیں۔ وہ بیٹی ہیں عتبہ کی۔ وہ بیٹے ہیں ربیعہ کے وہ بیٹے ہیں عبد شمس کے وہ بیٹے عبدمناف کے۔

اس رسالہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی لڑائی کا بھی بیان ہے اور ان شبہات کا بھی جواب ہے جن کی وجہ سے بہت سے اہل بدعت و ہوا نے ان کی بدگوئی کو جائز سمجھا ہے۔ یہ لوگ نا واقف ہیں' یا ان کے دلوں میں عظمت نہیں ہے۔ ان تاکیدی

ممانعتوں کی جو نبی ﷺ سے آپ کے اصحاب کرام خصوصاً" آپ کے سسرالی رشتہ داروں اور آپ کے کاتبوں اور نیز ان لوگوں کے برا کہنے کے متعلق منقول ہیں جن کو آپ نے بشارت دی کہ وہ عنقریب آپ کی امت کے بادشاہ ہوں گے اور ان کے لئے یہ دعا مانگی کہ وہ ہدایت کرنے والے اور ہدایت پانے والے ہو جائیں' چنانچہ آئندہ اس قسم کی روائتیں بیان ہوں گی۔

انہیں تاکیدی ممانعتوں میں سے (۱) ایک حدیث یہ ہے کہ جس شخص نے صحابہ کرام میں سے کسی کو ایذا دی اس نے نبی کو ایذا دی' اور جس نے نبیؐ کو ایذا دی' اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی اللہ اس کو ہلاک کر دے گا۔ (۲) اور ایک حدیث یہ ہے کہ کوئی شخص راہ خدا میں اگر "احد پہاڑ" کے برابر سونا بھی خرچ کر دے تو صحابہ کرام کے ایک مد یا نصف مد خرچ کرنے کے برابر ثواب نہیں پا سکتا۔ (۳) اور ایک حدیث یہ ہے کہ جس شخص نے کسی صحابی کو برا کہا اس پر اللہ کی' اور فرشتوں کی' اور انسانوں کی' سب کی لعنت' اللہ اس کی نہ فرض عبادت قبول کرے گا' نہ نفل عبادت۔

اس رسالہ کی تالیف پر مجھے سلطان ہمایوں کی پر رغبت درخواست نے آمادہ کیا جو ہندوستان کے بادشاہوں میں سب سے بڑا اور سب سے زیادہ نیک اور سنت پر عمل کرنے اور اہل سنت کے ساتھ محبت کرنے میں سب سے زیادہ مضبوط ہے اور جو باتیں اس کے خلاف' اس بادشاہ کی طرف منسوب کی جاتی ہیں بالفرض وہ باتیں صحیح بھی ہوں' تو اب یہ بادشاہ ان سب باتوں سے بالکل علیحدہ ہے' کیونکہ اس کی آخری حالت ہمیں بتواتر معلوم ہوئی ہے۔ بلکہ مجھ سے بعض ان حضرات نے جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اکابر اولاد میں سے ہیں' اور میرے استاذ الاستاذ کے درجہ میں ہیں' بیان کیا کہ اس

بادشاہ نے چالیس سال سے آسمان کی طرف نہیں دیکھا' بوجہ اس کے کہ وہ اللہ سے حیا کرتا ہے۔ اور یہ بھی بیان کیا کہ یہ بادشاہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتا ہے' اور یہ کہ علمائے اہل سنت میں سے جو لوگ اس کے پاس جاتے ہیں' وہ ان کی اس قدر تعظیم کرتا ہے کہ کسی اور سے نہیں سنی گئی۔ مثلاً" ان کے پاس بکثرت آمدو رفت کرنا' اور باوجود اس قدر وسیع سلطنت اور باشوکت فوج کے مالک ہونے کے' علماء کے سامنے مثل ادنیٰ طالب العلم کے زمین پر بیٹھ جانا اور جس طرح دولت مندوں کو چاہیے علماء کی خدمت کرنا وغیرہ وغیرہ۔

اس بادشاہ کی درخواست کا سبب یہ ہوا کہ اس کے ملک میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تنقیص کرتے ہیں اور ان کو برا کہتے ہیں اور ایسی ایسی باتیں ان کی طرف منسوب کرتے ہیں جن سے وہ بری ہیں۔ کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کوئی ایسی بات نہیں کی جس میں کوئی ایسی تاویل نہ ہو سکے جو ان کو گناہ سے بری کر دے۔ بلکہ اس تاویل سے ایک گونہ ثواب ان کے لئے ثابت ہوتا ہے جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا۔

لہٰذا میں نے بادشاہ کی درخواست منظور کر لی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حالات کے ساتھ ہی اپنے مولیٰ امیرالمومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے بھی ضروری حالات جو اس مبحث سے تعلق رکھتے ہیں' بیان کر دئے ہیں۔ مثل ان لڑائیوں کے جو ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم اور دوسرے صحابہ سے واقع ہوئیں اور نیز وہ لڑائیاں جو خوارج سے پیش آئیں۔ خوارج کی تعداد' موافق ایک روایت کے بیس ہزار سے اوپر تھی۔ اور ان میں وہ اوصاف و علامات بھی تھیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی تھیں۔

اور میں نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ امام برحق اور خلیفہ راشد تھے' جو لوگ ان سے لڑے وہ سب باغی تھے' مگر خوارج کے علاوہ اور لوگ گو خطا کار تھے مگر اس خطا میں بھی وہ مستحق ثواب ہیں' کیونکہ وہ لوگ امام تھے' فقیہ تھے' مجتہد تھے' ایسی تاویلات کرتے تھے جن کی گنجائش ہو سکتی ہے بخلاف خوارج کے کہ ان کی تاویلات قطعی البطلان تھیں' جیسا کہ عنقریب بدلائل اس کو ثابت کیا جائے گا۔

یہ باتیں میں نے اس سبب سے بڑھائیں کہ یزیدی فرقہ' یزید کی تعریف میں بہت مبالغہ کرتا ہے اور بہت سے دلائل پیش کرتا ہے' میں نے اس بیان میں شبدیز قلم کو بہت تیز نہیں کیا کیونکہ جس کو اللہ کی طرف سے ہدایت ملی ہے' اس کے لئے ادنیٰ دلیل کافی ہے' ورنہ قرآن و حدیث بھی اس کے لئے ناکافی ہے۔ اس رسالہ کا نام میں نے تطهير الجنان واللسان من الخطور والتفوة ثلب معاوية بن ابی سفيان مع المدح الجلی واثبات الحق العلی المولينا امير المومنين علی رکھا اور اس رسالہ کو ایک مقدمہ اور چند فصل اور ایک خاتمہ پر مرتب کیا۔

مقدمہ

جس مسلمان کا دل اللہ اور رسولؐ کی محبت سے پر ہو اس پر واجب ہے کہ اپنے نبی محمد ﷺ کے تمام اصحاب سے محبت رکھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسی عنائتیں کی ہیں کہ کوئی دوسرا ان کا شریک نہیں ہے سب سے بڑی نعمت تو ان کو یہ ملی کہ سرور عالم ﷺ کی نظر (کیمیا اثر) ان پر پڑی اور حضرت نے ان کی تربیت فرمائی کہ اب کوئی دوسرا ان کے کمال اور استعداد اور وسعت علوم اور مرتبہ وراثت نبی کو نہیں پہنچ سکتا ہے اور یہ بھی واجب ہے کہ اپنے نبی ﷺ کے تمام صحابہؓ کو عادل سمجھے' جیسا کہ اس پر ائمہ سلف و خلف کا اتفاق ہے۔ بعض صحابہ سے بظاہر نظر جو کچھ نا مناسب باتیں منقول ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا ہے کیونکہ اس نے فرمایا ہے رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ یعنی اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں اور آنحضرت ﷺ نے ان کی بہت تعریف فرمائی اور ان کی بدگوئی سے منع فرمایا ہے اور اس میں کسی صحابی کی تخصیص نہیں کی' حالانکہ اگر تخصیص مقصود ہوتی تو ضرور تخصیص کرنی چاہیے تھی۔ پس معلوم ہوا کہ عموم مراد ہے ورنہ ایسا مجمل کلام ہرگز نہ ہوتا۔ اور اس میں شک نہیں کہ حضرت معاویہ ؓ باعتبار نسب اور قرابت رسول ﷺ کے اور علم و حلم کے اکابر صحابہ سے ہیں' جیسا کہ عنقریب معلوم ہو گا پس ضروری ہوا کہ ان اوصاف کے سبب سے جو ان کی ذات میں بالاجماع موجود ہیں' ان سے محبت کی جائے۔

منجملہ ان اوصاف کے شرف اسلام اور شرف صحابیت اور شرف نسب اور شرف مصاہرت رسول خدا ﷺ اور شرف مصاہرت آنحضرت کی رفاقت جنت کو مستلزم ہے'

جیسا کہ آگے بدلائل ثابت کیا جائے گا اور شرف علم اور شرف خلافت ہے ان اوصاف میں سے اگر ایک وصف کسی میں پایا جائے تو اس کے محبوب ہونے کے لئے کافی ہے چہ جائیکہ یہ تمام اوصاف کسی شخص میں جمع ہوں جس کے دل میں کچھ بھی قبول حق کا مادہ ہے اس کے لئے اسی قدر بیان ہمارا کافی ہے اس کے بعد اس کو زیادہ دلیل کی ضرورت نہیں۔

ہاں اے توفیق یافتہ آنحضرت ﷺ کی اس حدیث پر غور کرو۔ آپ نے فرمایا ہے کہ جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے تو تم لوگ ان کی برائی نہ کرو۔ اس حدیث کے راوی سب صحیح احادیث کے راوی ہیں سوا ایک کے کہ اس میں اختلاف ہے' مگر ابن حبان وغیرہ نے اس کی توثیق کی ہے۔ اور آنحضرت کی اس حدیث پر بھی غور کر اگرچہ اس کا ایک راوی ضعیف ہے کہ جس شخص نے میری وجہ سے میرے صحابہ کا ادب کیا وہ "حوض کوثر" پر آئے گا۔ اور جس نے میرے اصحاب کے حق میں میرا خیال نہ رکھا وہ قیامت کے دن مجھے دیکھنے بھی نہ پائے گا مگر دور سے' اور یہ حدیث بھی صحیح ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا ذکر (کچھ برائی کے ساتھ) کیا گیا حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس بدگو سے کہا چپ رہ' ہمارے آپس میں جو واقعات ہوئے وہ ہمارے دین تک نہیں پہنچتے اور نیز بسند ضعیف مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے بازار میں ملے۔ دونوں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق کسی معاملہ میں کچھ گفتگو آ گئی' زبیر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سخت کلامی کی اور کہا تم سنتے نہیں ہو۔ میرے والد کیا کہہ رہے ہیں۔ پس حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور انہوں نے اپنے بیٹے کو مارا' یہاں تک کہ وہ لوٹ گئے اور نیز بسند صحیح مروی ہے کہ کچھ لوگ "بصرے" کے رہنے والے عتبہ بن عمیر کے پاس گئے

اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کی نسبت کچھ دریافت کیا۔ عمیر نے کہا کیا تم اسی واسطے آئے ہو۔ ان لوگوں نے کہا ہاں، عتبہ نے کہا کہ یہ لوگ دنیا سے گزر چکے، جو کچھ اعمال ان کے تھے ان کے لئے ہیں اور جو تم کرو گئے تمہارے لئے ہیں۔ اور نیز ایسی سند سے جس میں صرف ایک مختلف فیہ راوی ہے، مروی ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے قول وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً (یعنی ایسے فتنے سے جو تم میں سے صرف ظالموں کے ساتھ مخصوص نہ ہو گا) کی تفسیر میں بیان کیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ و عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہم نہ جانتے تھے کہ اس آیت کے مصداق ہم ہی ہیں۔ جب ہمارے اوپر آکے پڑی، اس وقت ہم نے سمجھا۔ نیز ایک صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے خبر دی گئی ہے ان واقعات کی جو میری امت میں میرے بعد ہوں گے ایک دوسرے کی خون ریزی کرے گا۔ یہ خدا کی طرف سے مقدر ہو چکا ہے۔ جیسا کہ اگلی امتوں کے لئے مقرر ہوا تھا لہٰذا میں نے اللہ سے درخواست کی کہ قیامت کے دن مجھے ان کی شفاعت کی اجازت ملے۔ چنانچہ اللہ نے مجھے اس کی اجازت دی، نیز ایک صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت نے فرمایا میری امت کا عذاب دنیا ہی میں ہو جائے گا۔ یعنی جن فتنوں اور مصائب میں وہ مبتلا ہوں گے وہی ان کا کفارہ ذنوب ہو جائیں گے۔ نیز ایک صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ نے میری امت کا عذاب دنیا میں مقرر کر دیا ہے اور ایک دوسری حدیث میں جس کے سب راوی ثقہ ہیں سوا ایک کے مگر ابن حبان نے اس کی بھی توثیق کی ہے، وارد ہوا ہے کہ حضرت نے فرمایا، میری امت امت مرحومہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے عذاب موقوف کر دیا ہے پس وہ کسی عذاب سے بالکل فنا نہ ہونگے مگر ہاں اپنے ہاتھوں کی کاروائی سے یعنی ان میں ایک دوسرے کو قتل کرے گا۔ ایک

دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے آپ نے درخواست کی کہ میری امت میں باہم کچھ جنگ و جدال نہ ہو اللہ تعالیٰ نے اس کو منظور نہ کیا۔ اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اس امت کا عذاب تلوار سے ہو گا اور ان کی میعاد قیامت کا دن ہے اور قیامت کا دن سخت اور تلخ ہے۔

الحاصل:۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے درمیان میں جو لڑائیاں ہوئیں ان کا اثر صرف دنیا تک محدود رہا آخرت کے لئے ان کا کوئی اثر نہیں رہا' کیونکہ وہ مجتہد تھے مستحق ثواب تھے۔ ہاں ثواب کی کمی بیشی کا البتہ ان میں فرق تھا' اس لئے کہ جو مجتہد اپنے اجتہاد میں حق پر ہوتا ہے۔ مثل حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی پیروی کرنے والوں کے' اس کو دوہرا ثواب بلکہ دس گنا ثواب ملتا ہے اور جو مجتہد اپنے اجتہاد میں خطا پر ہوتا ہے مثل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کے' اس کو صرف ایک ہی ثواب ملتا ہے۔ یہ سب لوگ اللہ کی خوشنودی اور اس کی اطاعت میں اپنی اپنی سمجھ اور اجتہاد کے موافق کوشاں تھے' علوم ان کے بہت وسیع تھے یہ علوم انہوں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کئے تھے۔ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو اگر تم اپنے دین کو فتنوں اور بدعتوں سے اور دشمنی و رنج سے بچانا چاہتے ہو اور اللہ ہی راہ راست کی ہدایت کرنے والا ہے اور وہی ہمارے لئے کافی ہے وہ کیا اچھا کارساز ہے۔

نیز دو سندوں سے جن کے راوی ثقہ ہیں سوا ایک کے' مگر ابن معین نے اس کی بھی توثیق کی ہے۔ وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بنی اسرائیل کے اکہتر فرقے ہوگئے تھے' اور ایک روایت میں ہے کہ یہود کے اکہتر فرقے ہو گئے تھے اور نصاریٰ کے بہتر فرقے ہو گئے تھے۔ اور میری امت میں اس سے بھی زیادہ فرقے ہو جائیں گے' وہ دوزخ میں جائیں گے۔ سوا "سواد اعظم" کے (یعنی اس فرقہ کے جس کی

جماعت سب سے بڑی ہو گی) اور ایک ضعیف روایت میں ہے کہ یہ سب فرقے دوزخی ہیں سوا "سواد اعظم" کے۔ لوگوں نے پوچھا کہ یارسول اللہ سواد اعظم کون لوگ ہیں؟ حضرت ﷺ نے فرمایا وہ لوگ جو میرے طریقے اور میرے صحابہ کے طریقے پر ہوں یعنی وہ لوگ جو زمین خدا ی سے جھگڑا نہ کریں اور جو لوگ کسی مومن کو کسی گناہ کے سبب سے کافر نہ کہیں۔

اسی حدیث سے علماء نے اخذ کیا ہے کہ اہل سنت کا لفظ جب بولا جائے گا تو اس سے ابوالحسن اشعری اور ابوالمنصور ماتریدی کے پیرو مراد ہوں گے' کیونکہ یہی لوگ رسول خدا ﷺ کے طریقہ اور آپ کے صحابہ و تابعین کے طریقوں پر ہیں اور اس کے ساتھ ہی یہ لوگ "سواد اعظم" بھی ہیں' کیونکہ ان کے سوا اور کوئی فرقہ اسلام میں نہ اس قدر مشہور ہے نہ اس قدر اس کی کثرت ہے اور باقی فرقے عامہ مسلمین کے نزدیک مثل فرقہ ہائے یہود و نصاریٰ کے نہایت بے قدر اور حقیر و ذلیل و بے عزت ہیں۔ اللہ ان کو ہمیشہ ایسا ہی رکھے۔ آمین۔

تنبیہہ:۔ صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ باطل پر جھگڑنے کی قوت و قدرت علامات ضلالت سے ہے اصل اس کی اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ

یعنی ان لوگوں نے اے نبی تم سے جھگڑنا شروع کر دیا ہے۔ یہ لوگ بڑے جھگڑالو ہیں۔

پس اے توفیق یافتہ جماعت ہر بدعتی کے ساتھ لڑنے جھگڑنے سے پرہیز کر۔

فصل اول

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اسلام کا بیان

واقدی نے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بعد "حدیبیہ" کے اسلام لائے اور بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ "حدیبیہ" کے دن اسلام لائے مگر انہوں نے اپنے والدین سے اپنا اسلام پوشیدہ رکھا تھا۔ "فتح مکہ" میں ظاہر کیا۔ اس بناء پر وہ واقعہ عمرہ میں جو "حدیبیہ" کے بعد ۷ھ میں فتح مکہ سے ایک سال پہلے ہوا تھا' مسلمان تھے اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو امام احمد نے امام باقر سے' انہوں نے ابن عباسؓ سے نقل کی ہے کہ حضرت معاویہ کہتے تھے میں نے مروہ کے پاس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کترے تھے۔ اصل حدیث "صحیح بخاری" میں بواسطہ طاؤس کے حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت معاویہؓ نے کہا میں نے قینچی سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کترے تھے۔ اس میں "مروہ" کا ذکر نہیں ہے۔ یہ دونوں روائتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ حضرت معاویہؓ واقعہ "عمرہ میں" مسلمان تھے اس لئے کہ آنحضرتؐ نے "حجتہ الوداع" میں بال نہیں کتروائے' بلکہ بالاتفاق "منیٰ میں" آپ نے بال منڈوائے تھے۔ پس یہ بال کا کتروانا "عمرہ" کے علاوہ اور کسی موقع پر نہیں ہوا۔

اگر کہا جائے کہ شاید عمرہ جعرانہ میں یہ واقعہ بال کترنے کا ہوا ہو جو فتح مکہ اور ہزیمت حنین کے بعد اخیر ۸ ہجری میں ہوا جبکہ "حنین" کے قیدی اور اموال جعرانہ میں لائے گئے تھے تو میں جواب دوں گا کہ عمرہ جعرانہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت شب پوشیدہ طور پر کیا تھا۔ اسی وجہ سے بعض صحابہ نے اس کا انکار کیا ہے' صورت اس کی یہ ہوئی تھی کہ حضرت نے اپنے اصحاب کے ساتھ مقام جعرانہ میں عشاء کی نماز پڑھی۔

اس کے بعد اپنی ازواج کے پاس تشریف لے گئے۔ جب سب لوگ اپنی اپنی فرودگاہ میں چلے گئے تو آنحضرتؐ عمرہ کا احرام باندھ کر باہر تشریف لائے اور چند صحابہ کے ہمراہ مکہ تشریف لے گئے اور عمرہ کیا بعد اس کے پھر لوٹ کر اپنے مقام پر آگئے اور صبح کے وقت اپنے خیمے سے اس طرح نکلے کہ گویا شب کو وہیں تھے۔ الغرض اس عمرہ کا حال سواء خاص خاص صحابہ کے اور کسی کو معلوم نہیں ہوا۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس وقت تک ان خاص صحابہ میں سے نہ تھے۔

لہٰذا یہ احتمال نکالنا کہ شاید اس عمرہ میں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال تراشے ہوں بہت بعید ہے۔ اسی واسطے علماء نے اس احتمال کی طرف توجہ نہیں کی' جیسا کہ واقعات قولیہ و فعلیہ میں احتمالات بعیدہ کی حالت ہونی چاہیے۔

اگر کہا جائے کہ انہوں نے جو اپنا اسلام چھپایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت نہیں کی یہی خود بڑا نقص ہے تو میں جواب دوں گا کہ یہ ہر حالت میں نقص نہیں ہے اس لئے کہ خود حضرت عباسؓ عم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا تھا۔ "بدر" میں اسلام لے آئے تھے۔ مگر اپنے اسلام کو "فتح مکہ" تک پوشیدہ رکھا۔ اگر یہ نقص ہے تو حضرت عباسؓ کے لئے بدرجہ اولی نقص ہونا چاہیے کیونکہ انہوں نے تقریباً" چھ سال تک اپنا اسلام چھپایا اور حضرت معاویہؓ نے تو تقریباً" ایک ہی سال چھپایا۔ مگر کسی نے اس بات کو حضرت عباسؓ کے لئے نقص نہیں سمجھا کیونکہ وہ معذور تھے۔ اسی طرح حضرت معاویہؓ نے جو چھپایا تو وہ بھی معذور تھے۔ اور ہجرت تو اس وقت واجب ہوتی ہے جب کوئی معذور نہ ہو اور ایک معذوری یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وجوب ہجرت کا علم نہ ہوا اور یہ بھی ایک روایت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ نے حضرت معاویہؓ سے کہا تھا کہ اگر تم ہجرت کر کے جاؤ گے۔ تو ہم تمہارا نفقہ بند کر دیں گے۔ یہ معذوری تو بالکل

ظاہر ہے پس اگر کوئی کہے کہ واقدی کا یہ بیان کہ حضرت معاویہؓ قبل فتح مکہ کے اسلام لائے تھے اس صحیح حدیث کے مخالف ہے جو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا ایام حج میں "عمرہ" ہم نے کیا ہے' اور اس وقت معاویہ رضی اللہ عنہ کافر تھے' تو اس کا جواب ہم دیں گے کہ کوئی مخالفت نہیں ہے۔ کیونکہ جب مان لیا گیا۔ کہ حضرت معاویہؓ نے اپنا اسلام پوشیدہ رکھا تھا تو ممکن ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ان لوگوں میں ہوں جو حضرت معاویہؓ کے اسلام سے بے خبر تھے لہٰذا وہ اپنے علم کے موافق اور ظاہر حال کے موافق حضرت معاویہؓ کو اس وقت تک کافر سمجھتے تھے' باقی رہا فتح مکہ میں ان کا اسلام لانا۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں اور اس دن بالاتفاق ان کے والدین اور ان کے بھائی یزید بھی اسلام لائے تھے۔

اگر کہا جائے کہ بعض محدثین نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حالات میں لکھا ہے کہ حضرت معاویہؓ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ "حنین" میں شریک تھے۔ اور آپ نے ان کو "ہوازن" کی غنیمت سے سو اونٹ اور چالیس اوقیہ سونا دیا تھا اور یہ اور آپ کے والد دونوں "مولفتہ القلوب"☆ سے تھے' پھر ان کا اسلام اچھا ہو گیا' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اسلام "فتح مکہ" سے پہلے نہیں ہوا' ورنہ اتنے زمانہ تک ان کے تمام گھر والے اور وہ خود مثل اپنے والد کے "مولفتہ القلوب" میں

ا۔ "مولفتہ القلوب" ان لوگوں کو کہا جاتا تھا۔ جو ابتداء" منافقانہ اسلام لاتے تھے' اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بطور تالیف قلب کے ان کو کچھ دیا کرتے تھے' پھر ان میں سے بہت لوگ نفاق سے پاک ہو کر مومن مخلص ہو جاتے تھے اور بعض نفاق ہی پر مرجاتے تھے ۱۲۔

نہ ہوتے۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ اس سے کوئی مخالفت لازم نہیں آتی کیونکہ جس نے ان کو "مولفتہ القلوب" میں شمار کیا ہے اس نے صرف اس بناء پر ان کو "مولفتہ القلوب" میں شمار کیا ہے۔ کہ یہ "فتح مکہ" کے دن اسلام لائے' جیسا کہ حضرت سعدؓ کو گمان تھا۔اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جن لوگوں نے حضرت معاویہؓ کو "مولفتہ القلوب" میں لکھا ہے' انہوں نے ان کے والد کا ذکر بھی ان کے ساتھ لکھا ہے' حالانکہ ان کے والد بالاتفاق "فتح مکہ" کے دن اسلام لائے۔ مگر جن لوگوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اسلام "فتح مکہ" سے ایک سال پہلے بیان کیا ہے۔ وہ حضرت معاویہؓ کو "مولفتہ القلوب" میں شمار نہیں کرتے' اور صرف مال غنیمت کا زیادہ دینا "مولفتہ القلوب" ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ دیکھو حضرت عباسؓ نے اپنااسلام چھپایا' پھر "فتح مکہ" کے دن ظاہرکیا بعد اس کے نبی ﷺ نے "بحرین" کے مال سے ان کو اس قدر دیا جس قدر وہ اٹھا سکے۔ پس جس طرح یہ واقعہ حضرت عباس کے "مولفتہ القلوب" ہونے پر دلالت نہیں کرتا' اسی طرح حضرت معاویہ کو بالخصوص کچھ دینا ان کے "مولفتہ القلوب" ہونے پر دلیل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ ان کا قوی الاسلام ہونا ثابت ہے۔ حضرت نے جو کچھ ان کو دیا وہ صرف ان کے والد کی تالیف کے لئے کیونکہ وہ مکہ کے اکابر اور اشراف سے تھے۔ اسی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے "فتح مکہ" کے دن فرمایا تھا کہ جو شخص ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا۔ اسے امن مل جائے گا۔ پس آنحضرتؐ نے ان کو بالخصوص یہ عزت دی' محض ان کی تالیف کے لئے اور ان کے شرف کے ظاہر کرنے کے لئے کیونکہ وہ شرف اور فخر کے طالب تھے۔

حضرت معاویہؓ کے والد البتہ بظاہر "مولفتہ القلوب" سے تھے۔ بعد میں ان کا اسلام اچھا ہو گیا۔ اور ان کی صلاحیت بڑھ گئی' یہاں تک کہ وہ اکابر صادقین اور فاضل

مومنین سے ہو گئے۔ "مولفتہ القلوب" سے ہونا اس وقت باعث مذمت سمجھا جاسکتا ہے۔ جب اسی حالت پر قائم رہے' مگر حاشا وکلا ابو سفیانؓ ایسے نہ تھے' جیسا کہ ان کے کام' جو انہوں نے لڑائیوں میں اور دوسرے مواقع میں کئے اس کی شہادت دیتے ہیں۔

حضرت ابو سفیانؓ کی قوت اسلام سے آنحضرت ﷺ کا واقف ہونا اور ان کا آنحضرتؐ کے احکام کا مطیع ہونا اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے ان کے حق میں ایسا حکم دے دیا تھا کہ جو ان کی طبیعت کے بالکل خلاف تھا۔ وہ مع اپنی زوجہ کے مسلمان ہوئے اور وہ نبی ﷺ کے حضور میں آکر شکایت کرنے لگیں کہ یارسول اللہ! ابوسفیان ایک حریص شخص ہیں مجھے اتنا بھی نہیں دیتے' جو مجھے اور میرے بیٹے معاویہؓ کو کافی ہو سکے۔ آنحضرتؐ نے ان سے فرمایا کہ تم بغیر ان کی اجازت کے ان کے مال سے اس قدر لے لیا کرو جو تم کو اور تمہارے بیٹے کو دستور کے موافق کافی ہوجایا کرے۔ پس حضرتؐ نے ان کی غیبت میں یہ فیصلہ محض اس لئے کر دیا کہ حضرتؐ جانتے تھے کہ وہ میرے فیصلے سے راضی رہیں گے گو ان کی طبیعت کے خلاف ہو۔

حضرت معاویہؓ کی والدہ ہند کے قوی الاسلام ہونے کی دلیل خود ان کے اسلام کا واقعہ ہے۔ فتح مکہ کے بعد ایک شب وہ "کعبہ" میں گئیں تو انہوں نے دیکھا کہ صحابہ سے کعبہ بھرا ہوا ہے' اور وہ نہایت خشوع خضوع کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں۔ قرآن کی تلاوت کر رہے ہیں۔ طواف اور ذکر وغیرہ میں مشغول ہیں۔ ہند یہ کیفیت دیکھ کر کہنے لگیں کہ خدا کی قسم میں نے "کعبہ" میں کبھی نہیں دیکھا کہ خدا کی عبادت اس قدر کی گئی ہو۔ واللہ وہ لوگ رات بھر قیام و رکوع و سجود میں مشغول رہے۔ اسی وقت سے ان کا دل اسلام پر راغب ہو گیا مگر ان کو اس بات کا خوف رہا کہ اگر نبی ﷺ کے پاس ہجرت کر کے جائیں گی تو آپ اس فعل قبیح کی بابت ان سے باز پرس کریں گے جو

انہوں نے حضرت حمزہؓ کی نعش کے ساتھ کیا تھا۔ پس وہ اپنی قوم کے ایک شخص کو ساتھ لے کر آنحضرت ﷺ کے پاس بیعت کے لئے آئیں تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت بہت خندہ پیشانی اور عفو و کرم کے ساتھ پیش آئے۔ جس کا ان کو خیال بھی نہ تھا۔ پھر رسول خدا ﷺ نے ان سے عہد لیا کہ کبھی زنا نہ کرنا۔ انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ! کہیں شریف عورت بھی زنا کرتی ہے۔ زنا تو وہی عورتیں کرتی ہے جو بدکار ہوتی ہیں اور ان کا یہی پیشہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد حضرت نے ان سے عہد لیا کہ چوری نہ کرنا۔ اس شرط پر انہوں نے سکوت کیا اور عرض کیا کہ ابوسفیان ایک بخیل آدمی ہیں وہ مجھے اس قدر نہیں دیتے جو مجھے کافی ہو سکے' ہاں ان کی بغیر اجازت میں کچھ لے لوں تو میرا کام چل سکتا ہے' حضرت نے فرمایا تو اس قدر لے لیا کرو جو تمہیں اور تمہارے بیٹے کو کافی ہو جایا کرے۔ جب یہ خبر حضرت ابوسفیان کو پہنچی تو انہوں نے اپنی نہایت رضامندی اس سے ظاہر کی' اور انہوں نے کہا جس قدر مال میرا تم لے لو وہ جائز ہے' اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ابو سفیان سے ان کے لئے اجازت مانگی تو ابوسفیانؓ نے تر چھوہاروں کے لینے کی اجازت دے دی' خشک کے لینے کی اجازت نہیں دی۔ جب یہ اسلام لائیں تو بہت استقامت اور ہوشیاری کے ساتھ رہیں۔ یہی سچی بیعت کی علامت ہے۔ چنانچہ یہ اپنے ایک بت کے پاس گئیں جو ان کے گھر میں تھا اور اس کو تبر سے مار مار کے توڑ ڈالا اور کہنے لگیں کہ ہم تیری وجہ سے بہت دھوکہ میں رہے۔

تنبیہہ

ایک حدیث حسن میں مروی ہے کہ حضرت معاویہؓ کا رنگ سفید تھا۔ قد لانبا تھا۔ سر اور ڈاڑھی کے بال سفید تھے اور بعض لوگوں نے ان کا حلیہ یہ بیان کیا ہے کہ

وہ بہت ہی خوب صورت تھے۔

فصل دوم

حضرت معاویہ ؓ کے فضائل ومناقب میں اور ان کی خصوصیات اور علوم اور اجتہادات کے بیان میں اور وہ بہت ہیں یہاں میں نے صرف تھوڑے بیان کئے ہیں۔

تنبیہہ:

بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ "بخاری" نے جس باب میں حضرت معاویہ ؓ کے حالات بیان کئے ہیں اس باب کا عنوان یہ رکھا ہے "باب ذکر معاویہؓ" یہ نہیں کہا کہ فضائل معاویہؓ نہ یہ کہا کہ مناقب معاویہؓ اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کے فضائل میں کوئی صحیح حدیث وارد ہی نہیں ہوئی جیسا کہ ابن راہویہ نے بیان کیا یہ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ مراد ہے کہ "بخاری" کی شرط کے موافق کوئی روایت صحیح نہیں ہوئی تو اکثر صحابہ کی یہی حالت ہے اور اگر شرط "بخاری" کی قید نہ لگائی جائے تو یہ بات غلط ہو گی کیونکہ ان کے فضائل میں بعض حدیثیں حسن ہیں۔ حتیٰ کہ "ترمذی" کے نزدیک جیسا کہ انہوں نے "جامع ترمذی" میں بیان کیا ہے اور عنقریب تم کو معلوم ہو گا۔ اور حدیث "حسن لذاتہ" بالاجماع حجت ہے بلکہ مناقب میں تو ضعیف حدیث بھی حجت ہو جاتی ہے۔ المختصر ابن راہویہ نے جو کچھ بیان کیا ہے۔ وہ حضرت معاویہ ؓ کے فضائل میں قادح نہیں ہو سکتا بچند وجہ (ا) وہ باعتبار نسب کے نیز بزمانہ جاہلیت اور نیز بزمانہ اسلام بزرگان صحابہ میں سے تھے۔ اور اکابر قریش سے تھے اور آنحضرت ﷺ سے بہ نسبت اوروں کے زیادہ نزدیک تھے کیونکہ وہ آنحضرتؐ کے ساتھ

عبد مناف میں جا کے مل جاتے ہیں۔ عبد مناف کے چار بیٹے تھے' ایک ہاشم جو آنحضرت ﷺ کے دادا تھے دوسرے مطلب' جو شافعی کے دادا تھے' تیسرے عبد شمس جو حضرت عثمانؓ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دادا تھے چوتھے نوفل۔ پہلے تین بیٹے باہم حقیقی بھائی تھے مگر ہاشم اور مطلب کی اولاد میں باہم کبھی افتراق نہیں ہوا۔ نہ جاہلیت میں نہ اسلام میں' جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ ہم بنی ہاشم اور بنی مطلب کبھی جدا نہیں ہوئے نہ جاہلیت میں نہ اسلام میں' اسی وجہ سے جب قریش نے آنحضرتؐ کی بدگوئی اور ایذاء پر اتفاق کیا تو بنی مطلب بھی بنی ہاشم کے ساتھ ہو گئے تھے اور سب لوگ ساتھ ساتھ "شعب ابی طالب" میں جا کے رہے جب کہ قریش نے ان کا محاصرہ کیا اور اس بات کی قسم کھائی کہ بنی ہاشم سے معاملت مناکحت بالکل نہ کریں گے۔ اس وقت بنی مطلب نے بنی ہاشم کا ساتھ دیا اور تمام تکالیف میں ان کا ساتھ دیا اسی وجہ سے جب آنحضرت ﷺ نے مال فی کو تقسیم کیا تو صرف بنی ہاشم اور بنی مطلب کو دیا تھا۔

منجملہ ان کے یہ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے کاتب تھے۔ جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ میں ثابت ہے اور ایک "حدیث حسن میں" وارد ہوا ہے کہ حضرت معاویہؓ نبیؐ کے سامنے لکھا کرتے تھے۔ ابو نعیم نے کہا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے کاتبوں میں سے تھے اور عمدہ کتابت کرتے تھے۔ فصیح اور برد بار اور باوقار تھے۔ اور مدائنی نے کہا ہے کہ زید بن ثابتؓ کاتب وحی تھے اور حضرت معاویہؓ ان تحریرات کو لکھا کرتے تھے جو آنحضرت ﷺ کے اور اہل عرب کے درمیان میں ہوتی تھیں۔اس میں وحی و غیر وحی سب شامل ہے۔ پس وہ رسول خدا ﷺ کے امین تھے وحی الٰہی پر' یہ رتبہ بلند ان کے لئے بس ہے۔ اسی وجہ سے قاضی عیاض نے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے معاذ ابن عمران سے پوچھا کہ عمر بن عبدالعزیزؒ اور حضرت معاویہؓ

میں کیا فرق تھا۔ معاذ کو یہ سن کر غصہ آگیا اور انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ کے اصحاب پر کسی کا قیاس نہیں ہو سکتا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ آنحضرتؐ کے صحابی تھے۔ آپ کے سسرالی رشتہ دار تھے۔ آپ کے کاتب تھے' اور وحی الٰہی پر آپ کے امین تھے۔ اسی طرح عبداللہ بن مبارک سے بھی منقول ہے جن کی جلالت اور امانت اور پیشوائی متفق علیہ ہے اور وہ علم فقہ اور ادب اور نحو اور لغت اور شعر اور فصاحت و شجاعت اور سخاوت و کرم کے جامع تھے یہاں تک کہ اپنے مال تجارت سے ہر سال قاریان قرآن کو ایک لاکھ روپیہ دیا کرتے تھے اور ان کا زہد و ورع وانصاف و شب بیداری اور کثرت حج و جہاد اور للٰہی تجارت مشہور ہے۔ اپنے دوستوں وغیرہ کو بہت کچھ دیا کرتے تھے۔ کہا کرتے تھے کہ اگر پانچ آدمی نہ ہوتے تو میں ہرگز تجارت نہ کرتا۔

(۱) سفیان ثوری اور (۲) سفیان بن عیینہ اور (۳) فضیل بن عیاض اور (۴) ابن سماک اور (۵) ابن علیہ مرزوق۔ یہ لوگ علمائے باعمل اور ائمہ دین تھے۔ اور ان علماء کو ابن مبارک بہت کچھ دیا کرتے تھے۔ انہی ابن مبارک سے پوچھا گیا کہ اے ابوعبدالرحمٰن معاویہ افضل ہیں یا عمر بن عبدالعزیز۔ ابن مبارک نے کہا۔ خدا کی قسم وہ غبار جو معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں رسول خدا ﷺ کے ہمراہ جاتا تھا' عمر بن عبدالعزیز سے ہزار درجہ افضل ہے۔ معاویہؓ نے رسول خداؐ کے پیچھے نماز پڑھی تھی۔ حضرت سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تھے اور وہ ربنا لک الحمد کہتے تھے۔ اس عظیم الشان شرف سے بڑھ کر اور کیا بزرگی ہو سکتی ہے۔ جب عبداللہ بن مبارک جیسے شخص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ایسا کہتے ہیں کہ خود حضرت معاویہؓ بھی نہیں بلکہ ان کے گھوڑے کی ناک کا غبار عمر بن عبدالعزیز سے ہزار درجہ افضل ہے تو اب کیا شبہ کسی معاند کو اور کیا اعتراض کسی غبی منکر کو باقی رہ جاتا ہے۔

فائدہ:۔

ابن مبارک کی کرامات میں سے ایک بات یہ ہے کہ ابن علیہ جن کی امامت و جلالت پر سب کا اتفاق ہے ابن مبارک کے اجل تلامذہ میں تھے۔ اور ابن مبارک ان کو کچھ دیا کرتے تھے۔ جیسا اوپر بیان ہوا مگر جب ابن علیہ نے ہارون رشید کے کہنے سے عہدہ قضا اختیار کر لیا تو ابن مبارک نے ان سے ترک کلام کر دیا' اور جو کچھ ان کو دیتے تھے' بند کر دیا۔ ابن علیہ معذرت کرنے کے لئے آئے مگر ابن مبارک نے ان کی طرف کچھ توجہ نہ کی' حالانکہ پہلے ان کی بہت تعظیم کیا کرتے تھے۔ یہ محض اس لئے کہ عہدہ قضا کو اور اس کے انجام کو وہ برا سمجھتے تھے۔ پھر جب وہ چلے گئے تو ابن مبارک نے یہ اشعار ان کو لکھ کر بھیجے۔

یا جاعل العلم انہ بازیا ۔صطاء اموال السلاطین

احتلت للدنیا و الذاتہا بحیلۃ تذہب بالدین

فصرت مجنونا بہا بعد ما کنت دواء للمجانین

این روایاتک فے سرد ہا لترک ابواب السلاطین

این روایاتک فے ما مضے عن ابن عوف و ابن سیرین

ان قلت اکرہت فذا باطل

زل حمار العلم فے الطین

ترجمہ:۔

اے بتانے والے علم کے باز۔ جس سے بادشاہوں کے مال شکار کرتا ہے۔ تو نے دنیا اور اس کی لذتوں کے حاصل کرنے کے لئے ایسی تدبیر نکالی جس سے دین جاتا رہے

گا۔ اسی سبب سے مجنوں ہو گیا۔ بعد اس کے کہ خود مجنونوں کی دوا تھا۔ وہ تیری روائتیں کہاں گئیں۔ کہ بادشاہوں کے دروازے پر نہ جانا چاہیے۔ وہ تیری روائتیں کہاں گئیں جو اس سے پہلے تو ابن عوف اور ابن سیرین سے نقل کیا کرتا تھا۔ اگر تو کہے کہ میں مجبور ہو گیا تو یہ غلط ہے۔ بلکہ سچ یہ ہے کہ علم کا گدھا مٹی میں پھسل گیا۔

جب یہ اشعار ابن علیہ نے پڑھے تو بہت متاثر ہوئے اور سخت نادم ہوئے کہ میں نے عہدہ قضا کیوں اختیار کیا۔ اس کے بعد ہارون رشید کے پاس گئے اور بہت مبالغہ کے ساتھ استعفیٰ دیا۔ یہاں تک کہ ہارون رشید نے منظور کر لیا۔ اور اللہ نے ان کو عہدہ قضا کی مصیبت سے نجات دی۔ اس وقت ابن مبارک پھر ان کی تعظیم کرنے لگے اور جو کچھ دیتے تھے وہ دینے لگے۔

"احیاء العلوم" میں امام غزالی نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے ابن مبارک سے کہا کہ یہ میرا رقعہ فلاں شخص کو دے دینا۔ ابن مبارک نے کہا۔ میں اونٹ والے سے پوچھ لوں۔ کیونکہ مجھ سے اس رقعہ کی بابت کچھ طے نہیں ہوا تھا۔ امام غزالی لکھتے ہیں کہ دیکھو ابن مبارک نے فقہا کے قول کی طرف' کہ ان باتوں میں تسامح جائز ہے کچھ التفات نہ کیا اور ورع کے طریقہ پر عمل کیا۔

یہ حکائتیں میں نے اس لئے بیان کیں کہ تم سمجھ لو کہ جس شخص کا ورع و تقویٰ اس حد تک ہو کہ وہ اپنے اصحاب کے لئے عہدہ قضا کو جو خلافت کے بعد تمام دینی عہدوں سے افضل ہے' جائز نہ سمجھتا ہو' وہ کیونکر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمر بن عبدالعزیز کے متعلق بے دلیل ایسی بات کہہ دے گا' اور کیونکر ان کی اس قدر فضیلت بیان کرنے کی جرات کرے گا' پس اگر اس مقام پر کوئی ایسی بات نہ ہوتی جس نے ان کو اس کہنے پر مجبور کیا' تو وہ ہرگز ایسا نہ کہتے' اور اگر وہ یہ نہ سمجھتے کہ ایسا کہنا نہایت

ضروری ہے تو وہ ہرگز اس خطرہ میں نہ پڑتے۔ پس اے برادر، ہوش میں رہ اور اپنے ذہن کو لغویات سے محفوظ رکھنا کہ تو ہدایت پائے۔ اس کو غنیمت سمجھ۔

اور منجملہ ۲ ان کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں ایک بڑی روشن حدیث وہ ہے، جس کو "ترمذی" نے روایت کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ "حدیث حسن" ہے کہ رسول خدا ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا مانگی کہ یااللہ ان کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنا دے۔ پس صادق مصدوق کی اس دعا پر غور کرو، اور اس بات کو بھی سمجھو، کہ آنحضرتؐ کی وہ دعائیں جو آپ نے اپنی امت خصوصاً اپنے صحابہ کے لئے مانگی ہیں مقبول ہیں، تو تم کو یقین ہو جائے گا کہ یہ دعا جو آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے مانگی مقبول ہوئی، اور اللہ نے ان کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنادیا، اور جو شخص ان دونوں صفتوں کا جامع ہو اس کی نسبت کیونکر وہ باتیں خیال کی جا سکتی ہیں جو باطل پرست معاند بکتے ہیں معاذ اللہ۔ رسول خدا ﷺ کی ایسی جامع دعا، جو تمام مراتب دنیا و آخرت کو شامل ہو، اور تمام نقائص سے پاک کرنے والی ہو ایسے ہی شخص کے لئے کریں گے جس کو آپ نے سمجھ لیا ہو گا۔ کہ وہ اس کا اہل ہے اور مستحق ہے۔

اگر تم کہو کہ یہ دونوں الفاظ یعنی ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ مترادف یا متلازم ہیں پس نبی ﷺ نے یہ دونوں الفاظ کیوں کہے، تو میں جواب دوں گا کہ ان دونوں لفظوں میں نہ ترادف ہے نہ تلازم، کیونکہ انسان کبھی خود ہدایت یافتہ ہوتا ہے۔ مگر دوسروں کو اس سے ہدایت نہیں ملتی۔ یہ حال ان عارفین کا ہے جنہوں نے سیاحت یا گوشہ نشینی اختیار کر لی ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے۔ کہ دوسرے تو اس سے ہدایت پاتے ہیں۔ مگر خود ہدایت یافتہ نہیں ہوتا۔ یہ حال اکثر واعظین کا ہے۔ کہ جنہوں نے

بندوں کے معاملات کو درست رکھا ہے' اور خدا کے معاملات کو درست نہیں کیا۔ میں نے بہت سے واعظ ایسے دیکھے ہیں۔ خدا کو کچھ پرواہ نہیں۔ یہ لوگ چاہے جس جنگل میں ہلاک ہو جائیں۔ آنحضرت ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ اللہ کبھی اس دین کی مدد بدکار آدمی سے بھی کرادیتا ہے۔ اس لئے رسول خدا نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے ان دونوں عظیم الشان مرتبوں کے حصول کی دعا مانگی' تاکہ وہ خود بھی ہدایت یافتہ ہو جائیں اور دوسرں کو بھی ہدایت کریں۔

منجملہ ۳ ان کے فضائل کے ایک وہ روایت ہے جس کی سند میں سوا اس کے کہ بعض راویوں کو اختلاط ہو گیا ہے۔ اور کچھ عیب نہیں ہے۔ وہ روایت یہ ہے۔ کہ عوف بن مالک ایک دن مقام "اریحا" کی مسجد میں قیلولہ کر رہے تھے۔ یکایک ان کی آنکھ کھلی تو انہوں نے دیکھا کہ ایک شیر چلا آرہا ہے۔ انہوں نے اپنے ہتھیار اٹھائے۔ شیر نے کہا۔ ٹھہرو میں تمہارے ہی پاس بھیجا گیا ہوں۔ ایک پیغام تمہارے متعلق بیان کرنا ہے۔ عوف بن مالک کہتے ہیں۔ میں نے شیر سے پوچھا کہ تجھے کس نے بھیجا ہے۔ شیر نے کہا اللہ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ تاکہ تم معاویہ رضی اللہ عنہ کو خبر کر دو کہ وہ اہل جنت سے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ معاویہ کون؟ شیر نے کہا ابوسفیان کے بیٹے ۔ یہ بات کچھ بعید نہیں ہے۔ شیر کا ان سے کلام کرنا بطور کرامت کے ہے اور کرامت کا وقوع ممکن ہے البتہ معتزلہ اس کے منکر ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے کے بہت سے دلائل ہیں اور اگر کوئی دلیل سوا اس کے نہ ہوتی کہ حضرت محمد ﷺ نے ان کے لئے دعا مانگی ہے کہ ہدایت کرنے والے اور ہدایت یافتہ ہو جائیں' تو بھی کافی تھا۔ الغرض اس روایت میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس پر کسی قسم کا اعتراض ہو سکے۔

منجملہ ۴ ان کے فضائل کے وہ حدیث ہے جس کو حافظ حرث بن اسامہ نے

روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ ابوبکر میری امت میں سب سے زیادہ رحم دل ہیں اور رقیق القلب ہیں۔ بعد اس کے آپ نے بقیہ خلفائے اربعہ کے مناقب بیان کئے۔ اور ان میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا بھی ذکر کیا' فرمایا کہ معاویہ بن ابی سفیان میری امت میں سب سے زیادہ حلیم اور سخی ہیں۔ ان دونوں عظیم الشان وصفوں کو جو آنحضرتؐ نے ان کی ذات میں بیان کئے ہیں' غور سے دیکھو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ ان دونوں وصفوں کے ذریعہ سے کمال کے مرتبہ اعلیٰ کو پہنچ گئے تھے جو کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوا۔ کیونکہ حلم اور جود' یہ دو صفتیں ایسی ہیں کہ تمام حظوظ و شہوات نفس کو مٹا دیتی ہیں اس لئے کہ تکلیف اور شدت غضب کے وقت وہی شخص حلم کر سکتا ہے۔ جس کے دل میں ذرہ برابر غرور اور حظ نفس باقی نہ ہو۔ اسی وجہ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھے کچھ وصیت فرمایئے۔ حضرت نے فرمایا کبھی غصہ نہ کرنا۔ وہ شخص باربار آپ سے کہتا رہا کہ مجھے کچھ وصیت فرمایئے اور حضرتؐ ہر بار یہی فرماتے رہے کہ کبھی غصہ نہ کرنا۔ معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص غصہ کے شر سے بچ جائے گا تو وہ نفس کی دوسری خباثتوں سے بھی بچ جائے گا۔ اور جو شخص نفس کی خباثتوں سے بچ جائے گا۔ اس میں تمام نیکیاں جمع ہوں گی۔ اسی طرح سخاوت کا حال ہے۔ تمام گناہوں کا سرچشمہ محبت دنیا ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ پس جس شخص کو اللہ تعالیٰ محبت دنیا سے بچائے اور سخاوت کی صفت اس کو عطا کرے تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس کے دل میں ذرہ برابر حسد نہیں ہے۔ نہ وہ کسی فانی چیز کی طرف ملتفت ہو کر دنیا و آخرت کی نیکیوں کو برباد کر سکتا ہے۔ اور جب کسی کا قلب ان دونوں آفتوں سے پاک ہو یعنی غضب اور بخل سے' جو سرچشمہ تمام نقائص اور خباثتوں کے ہیں تو وہ شخص تمام کمالات اور نیکیوں کے ساتھ آراستہ اور تمام برائیوں سے پاک

ہو گا۔ پس آنحضرت ﷺ کے اس فرمانے سے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ حلیم اور سخی ہیں وہ تمام فضائل جو میں نے بیان کئے۔ حضرت معاویہؓ کی ذات میں ثابت ہو گئے۔ اب وہ باتیں جو اہل بدعت و جہالت بیان کرتے ہیں۔ کسی طرح قابل قبول نہیں ہو سکتیں۔

اگر کہا جائے کہ یہ حدیث جو مذکور ہوئی' اس کی سند ضعیف ہے۔ پھر اس سے استدلال کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ ہمارے تمام' ائمہ فقہاء اور اصولین اور محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ حدیث ضعیف مناقب کے متعلق حجت ہوتی ہے' جیسا کہ فضائل اعمال کے متعلق بالاجماع حجت مانی گئی ہے۔ اور جب اس کا حجت ہونا ثابت ہو گیا تو کسی معاند کا کوئی شبہ یا کسی حاسد کا کوئی طعن باقی نہ رہا۔ بلکہ تمام ان لوگوں پر جن میں کچھ بھی اہلیت ہو واجب ہو گیا کہ اس حق کو اپنے دل میں جگہ دیں' اور بہکانے والوں کے فریب میں نہ آئیں۔ اورجب تم کو یہ معلوم ہو گیا کہ حدیث ضعیف حجت ہے۔ تو تم کو خیال رکھنا چاہیے۔ کہ اس کتاب میں جہاں کہیں کوئی ضعیف حدیث آئی ہے وہ کسی نہ کسی صحابی کی منقبت میں ہے۔ لہٰذا وہ قابل تمسک ہے۔ کیونکہ ایسی باتوں میں حدیث ضعیف حجت ہوتی ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ حدیث ضعیف کے ت ہونے کی ایک شرط یہ ہے کہ اس کا ضعف زیادہ نہ ہو۔ یعنی اس کا کوئی راوی متہم بالوضع نہ ہو۔ اگر ایسا ہو گا تو وہ حدیث ہرگز حجت نہ ہو گی۔

منجملہ ۵ فضائل حضرت معاویہؓ کے ایک حدیث یہ ہے جس کو ملا نے اپنی سیرت میں روایت کیا ہے اور ان سے محب طبری نے "ریاض النضرہ" میں نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ میری امت میں سب سے زیادہ رحیم ابوبکر ہیں اور دین کی باتوں میں سب سے زیادہ قوی عمر ہیں اور حیا میں سب سے زیادہ عثمان ہیں اور علم قضا میں سب سے زیادہ علی ہیں اور ہر نبی کے کچھ حواری ہوتے ہیں۔ اور میرے حواری

طلحہ و زبیر ہیں۔اور جہاں کہیں سعد بن ابی وقاص ہوں تو حق انہیں کی طرف ہو گا اور سعید بن زید ان دس آدمیوں میں سےایک ہیں جو رحمان کے محبوب ہیں ۔ اور عبدالرحمٰن بن عوف رحمٰن کے تاجروں میں سے ہیں اور ابوعبیدہ بن جراح اللہ اور رسول کے امین ہیں' اور میرے راز دار معاویہ بن ابی سفیان ہیں پس جو شخص ان لوگوں سے محبت کرے گا۔ وہ نجات پائے گا۔ اور جو ان سے بغض رکھے گا۔ وہ ہلاک ہو گا۔ دیکھو اس حدیث میں حضرت معاویہؓ کا کیسا وصف بیان کیا گیا ہے جو ان کے کاتب وحی ہونے کے متعلق ہے۔ غور کرو گے تو سمجھ لو گے کہ حضرت معاویہؓ کی عزت آنحضرت ﷺ کے یہاں بہت تھی۔ کیونکہ انسان اپنا راز دار اسی کو بناتا ہے۔ جو تمام کمالات کا جامع اور خیانت سے بری ہو اور یہ اعلیٰ درجہ کی منقبت اور بڑی فضیلت ہے۔

منجملہ ۶ فضائل کے ایک حدیث یہ ہے جو حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جبرئیل نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ یا محمد معاویہ سے کام لیجئے۔ کیونکہ وہ خدا کی کتاب پر امین ہیں۔ اس حدیث کے سب راوی صحیح احادیث کے راوی ہیں سوا ایک کے کہ اس میں کچھ ضعف ہے' اور ایک راوی اور ہے جس کے متعلق حافظ ہیثمی نے بیان کیا ہے۔ کہ میں اس کو نہیں جانتا۔ اس روایت میں اگرچہ بظاہر ابن عباسؓ کا ایک قول ہے۔ حدیث نبوی نہیں ہے مگر چونکہ وہ ایک ایسی بات ہے۔ جو عقل سے معلوم نہیں ہو سکتی۔ اور یہ کلیہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی صحابی ایسی کوئی بات کہیں جو عقل سے نہ معلوم ہو سکے تو وہ بات رسول خدا ﷺ سے منقول سمجھی جائے گی۔ لہذا یہ قول ابن عباسؓ کا حدیث بنوی کے حکم میں ہے۔ باقی رہا دو ایک راویوں کا ضعیف ہونا۔ اس کا انتہائی نتیجہ یہ ہو گا۔ کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہو جائیگی۔ اور ابھی بیان ہو چکا

ہے کہ حدیث ضعیف مناقب میں حجت ہوتی ہے۔

منجملہ ۷ ان فضائل کے ایک حدیث یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ (ایک روز) ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا سر ان کی گود میں تھا اور وہ ان کی جوئیں دیکھ رہی تھیں۔ حضرت نے پوچھا کہ کیا تم معاویہؓ کو چاہتی ہو؟ انھوں نے کہا میں اپنے بھائی کو کیوں نہ چاہوں۔ حضرت نے فرمایا اللہ اور رسول بھی معاویہ کو چاہتے ہیں۔ حافظ ہیثمی نے کہا ہے کہ اس کی سند میں ایسے راوی ہیں جن کو میں نہیں جانتا۔ یعنی یہ حدیث ضعیف ہے اور ابھی بیان ہو چکا ہے کہ حدیث ضعیف مناقب میں مقبول ہوتی ہے۔

منجملہ ۸ ان کے فضائل کے یہ ہیں کہ حضرت معاویہؓ کو آنحضرت ﷺ کے سسرالی رشتہ دار ہونے کا شرف حاصل تھا۔ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت معاویہؓ کی بہن تھیں۔ اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ کو اور میرے سسرالی رشتہ داروں کو برائی کے ساتھ یاد نہ کرو۔ جو شخص ان کے بارے میں میرے حقوق کی رعایت کرے گا اللہ کی طرف سے اس کے لئے ایک محافظ مقرر ہو گا اور جو شخص ان کے بارے میں میرے حقوق کی رعایت نہ کرے گا۔ اللہ اس کو چھوڑ دے گا۔ اور جس کو اللہ نے چھوڑ دیا قریب ہے کہ اللہ اس کو کسی مصیبت میں پکڑ لے۔ اس حدیث کو امام حافظ احمد بن منیع نے روایت کیا ہے اور نیز آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ خدا نے مجھ سے یہ وعدہ کیا ہے کہ میں جس خاندان کی لڑکی سے اپنا نکاح کروں گا یا جس شخص کے ساتھ اپنی کسی لڑکی کا نکاح کروں گا۔ یہ سب لوگ جنت میں

میرے رفیق ہوں گے۔ اس حدیث کو حرث بن ابی اسامہ نے روایت کیا ہے اور نیز آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے پروردگار سے درخواست کی کہ میں اپنی امت میں سے جس گھرانے میں اپنا نکاح کروں یا جس شخص کے ساتھ اپنی کسی لڑکی کا نکاح کر دوں یہ سب لوگ جنت میں میرے رفیق رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے میری یہ درخواست قبول فرمائی۔ اس حدیث کو بھی حرث نے روایت کیا ہے۔ پس اس عظیم الشان فضیلت اور مرتبہ عالی کو جو تمام ان خاندانوں کے لئے ثابت ہیں جن کے یہاں آنحضرت ﷺ نے نکاح کیا۔ غور سے دیکھو تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ابوسفیانؓ کے گھر پر، جس گھر کے ایک بڑے شخص حضرت معاویہؓ تھے، کیسا فضل و کرم کیا۔ ان کو کیسا عزو شرف اور جلال و اقبال دیا۔

اور آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد پر بھی غور کرو کہ آپ نے فرمایا جو شخص ان لوگوں کے بارے میں میرے حقوق کی رعایت کرے گا اس کے ساتھ خدا کی طرف سے ایک محافظ رہے گا اور جو شخص ان لوگوں کے بارے میں میرے حقوق کی رعایت نہ کرے گا۔ اللہ اس سے بری ہے اور جس سے اللہ بری ہے قریب ہے کہ اس کو کسی مصیبت میں گرفتار کر لے۔ امید ہے تم اس بات پر غور کرنے سے ان لوگوں کی بدگوئی سے پرہیز کرو گے۔ جن کو خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے سسرالی رشتے دار ہونے کی عزت دی ہے اور وہ آپ کے عزیزوں کے زمرے میں داخل ہیں۔ ان لوگوں کی بدگوئی کرنا سم قاتل ہے، ایسے سم قاتل کا استعمال وہی شخص کرے گا جس کو اپنی زندگی ناگوار ہے تو اللہ کو کچھ پرواہ نہیں۔ ایسا شخص چاہے جس جنگل میں ہلاک ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور نیز سب مسلمانوں کو اپنے غضب و عذاب سے محفوظ رکھے۔

منجملہ ۹ ان فضائل کے یہ ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ان کو خلافت کی بشارت دی

تھی۔ ابو بکر بن ابی شیبہ نے اپنی سند سے حضرت معاویہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ وہ کہتے تھے۔ مجھے اس وقت سے برابر خلافت ملنے کی امید رہی جب سے رسول خدا ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اے معاویہ جب تم بادشاہ ہونا تو نیکی کرنا۔ اور ابو یعلی نے اپنی سند سے جس میں سوید ہیں اور ان کے متعلق کچھ جرح بھی ہے مگر وہ جرح مضر نہیں ہے' حضرت معاویہؓ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے۔ رسول خدا ﷺ نے (ایک مرتبہ) میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ اے معاویہ اگر تم کو حکومت ملے تو اللہ سے ڈرنا اور انصاف کرنا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ اس وقت سے مجھے یہ امید رہی کہ مجھے کہیں کی حکومت ملنے والی ہے۔ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ کی طرف سے مجھے شام کی حکومت ملی۔ پھر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے خلافت کے ترک کر دینے کے بعد خلافت حاصل ہو گئی۔ اس حدیث کو امام احمد نے ایک "مرسل سند" سے روایت کیا ہے مگر ابو یعلی نے اس کو سند صحیح سے موصول☆ کیا ہے۔ اس کے الفاظ حضرت معاویہؓ سے اس طرح مروی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ وضو کر لیں۔ پس جب وہ وضو کر چکے تو حضرت ﷺ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ اے معاویہ اگر تم کو کہیں کی حکومت ملے تو اللہ سے ڈرنا اور انصاف کرنا۔ اور طبرانی نے اوسط میں اس قدر مضمون زائد روایت کیا ہے کہ نیکو کاروں کی نیکی قبول کرنا' اور بدکاروں سے درگزر کرنا' اور امام احمد نے ایک دوسری سند حسن سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابوہریرہؓ بیمار ہوئے تو بجائے ان کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پانی کا برتن اٹھا لیا' اور رسول خدا ﷺ کو وضو کرانے لگے۔ حضرت ﷺ نے وضو کرنے میں ایک مرتبہ یا دو

☆ روایت کو حضور ﷺ تک پہنچایا ہے (ادارہ)

مرتبہ اپنا سر اٹھایا' اور فرمایا کہ اے معاویہ اگر تم کو کہیں کی حکومت ملے' تو اللہ سے ڈرنا' اور انصاف کرنا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس وقت سے مجھے برابر یہ خیال رہا کہ مجھے عنقریب ہی خلافت ملنے والی ہے۔ یہاں تک کہ مل گئی اور ایک دوسری حدیث حسن میں ہے کہ رسول خدا ؐ سے پوچھا گیا کہ اس امت میں کس قدر خلیفہ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا مثل تعداد نقبائے بنی اسرائیل کے۔ ان خلفاء میں بلا شک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی داخل ہیں۔ کیونکہ تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ عمر بن عبدالعزیز ان خلفاء میں داخل ہیں۔ پس حضرت معاویہؓ جو ان سے افضل ہیں جیسا کہ ابن مبارک وغیرہ سے منقول ہوا' کیوں نہ داخل ہوں گے۔ اگر تم کہو کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلفائے اثنا عشر میں کیونکر داخل ہو سکتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ان کی حکومت کو کاٹنے والی بادشاہت فرمایا ہے' جیسا کہ بروایت صحیح حضرت حذیفہ صاحب سر رسول خدا ؐ نے نبیؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا پہلے تو تم میں نبوت رہے گی۔ اس کے بعد پھر خلافت ہو گی' جو نبوت کے ڈھنگ پر ہو گی۔ پھر کاٹنے والی بادشاہت ہو گی' پھر ملک جبریت☆ ہو گا اس کے بعد پھر خلافت ہو گی جو نبوت کے ڈھنگ پر ہو گی۔ حبیب (راوی) کہتے ہیں کہ جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو میں نے یزید بن نعمان بن بشیر کو جو ان کے مصاحبوں میں سے تھے یہ حدیث لکھ کر دی اور کہا کہ مجھے امید ہے کہ امیرالمومنین یعنی عمر بن عبدالعزیز کاٹنے والی بادشاہت اور ملک جبریت کے بعد خلیفہ ہوئے ہیں۔ یزید نے میری تحریر عمر بن عبدالعزیز کے پاس پہنچائی اور یہ حدیث ان کو پڑھ کر سنائی تو عمر بن عبدالعزیز بہت خوش ہوئے (میں نے اپنی کتاب

☆ ملک مخصوص و جبروت یعنی جبری و ظالم حکومت - ادارہ

"مختصر تاریخ الخلفاء" کے شروع میں اس حدیث کے متعلق ایک بڑی بحث لکھی ہے۔ اس کو دیکھ لینا چاہیے)۔ آنحضرت ﷺ کی مراد پہلی خلافت سے وہ خلافت ہے جس کا خاتمہ حضرت حسنؓ پر ہوا۔ کیونکہ آپ نے اس خلافت کی مدت تیس سال قرار دی ہے اور تیس سال کے آخر میں حضرت امام حسنؓ کی خلافت ہوئی ہے۔ اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت ثابت نہیں ہے۔ یہاں تک کہ جب حضرت امام حسنؓ نے خلافت ترک کر دی۔ اس وقت سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے۔ پس اس تقریر سے ثابت ہو گیا کہ حضرت معاویہؓ کی خلافت کاٹنے والی بادشاہت ہے۔

جواب

اس کا جواب میں دوں گا کہ اگر یہ ایسا ہی مان لیا جائے تب بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں کچھ ضرر نہیں۔ ان کی خلافت میں کچھ باتیں ایسی ہوئیں جو خلفائے راشدین کے زمانہ میں نہیں پائی گئیں۔ اسی وجہ سے ان کی خلافت کو کاٹنے والی بادشاہت فرمایا گیا۔ اگرچہ حضرت معاویہؓ اپنے اجتہاد کی وجہ سے مستحق ثواب تھے کیونکہ حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ جس مجتہد سے حق صادر ہوا اس کو دوہرا ثواب ملے گا اور جس سے خطا صادر ہو اس کو ایک ثواب ملے گا۔ حضرت معاویہ کے مجتہد ہونے میں کچھ شک نہیں ہے۔ پس ان اجتہادات میں اگر ان سے غلطی ہو گئی تو ان کو ثواب ہی ملے گا اور کسی قسم کا نقص ان میں نہ ہو گا۔ اگرچہ ان کی خلافت کو کاٹنے والی بادشاہت فرمایا گیا ہے۔ پھر ایک حدیث میں میں نے تصریح اس امر کی دیکھی کہ حضرت معاویہؓ کی سلطنت بعض وجوہ سے کاٹنے والی بادشاہت ہو گی (نہ جمیع وجوہ سے) یہ روایت حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا۔

سب سے پہلے اس دین میں نبوت و رحمت ہو گی پھر بادشاہت و رحمت ہو گی، پھر لوگ خلافت پر اس طرح گریں گے جس طرح گدھے کسی چیز پر گرتے ہیں۔ پس تم لوگ جہاد کو اپنے اوپر لازم سمجھو، اور سب سے افضل جہاد سرحد کی حفاظت ہے، اور سب سرحدوں سے بہتر سرحد "عسقلان" کی ہے۔ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔ اس حدیث سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کی فضیلت صاف ظاہر ہے۔ کیونکہ جو سلطنت کہ بعد خلافت و رحمت کے ہوئی وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سلطنت تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلطنت کو بھی رحمت فرمایا پس (سب حدیثوں کے لحاظ سے) یہ سلطنت کچھ کاٹنے والی بھی ہو گی کچھ رحمت ہو گی لیکن واقعات تاریخیہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں رحمت بہ نسبت کاٹنے کے زیادہ تھی۔ اور ان کے بعد والی سلطنتوں میں کاٹنا بہ نسبت رحمت کے زیادہ ہو گیا۔ باستثنائے خلافت عمر بن عبدالعزیز کے کیونکہ ان کی خلافت خلافت کبریٰ کے مشابہ ہے۔ اسی وجہ سے خلافت راشدہ سے ملا دی گئی ہے۔ اور یہ حدیث صحیح ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میری امت کا کام درست رہے گا۔ یہاں تک کہ بارہ خلیفہ گزر جائیں۔ وہ سب قریش سے ہوں گے اور ایک روایت میں جس کی سند ضعیف ہے، وارد ہوا ہے کہ بارہ خلیفہ قریش سے ہوں گے۔ کسی دشمن کی عداوت ان کو ضرر نہ پہنچا سکے گی۔

منجملہ ۱۰ فضائل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایک یہ حدیث ہے جس کے سب راوی ثقہ ہیں۔ ہاں بعض راویوں میں اختلاف ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک معاملہ میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ سے مشورہ لیا اور ان سے دو مرتبہ فرمایا کہ تم مجھے مشورہ دو مگر ہر بار دونوں نے یہی کہا کہ اللہ و رسول خود واقف ہیں۔ پھر آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو

بلوایا۔ جب وہ آئے اور حضرت کے سامنے کھڑے ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ وہ معاملہ معاویہ کے سامنے پیش کرو۔ کیونکہ یہ قوی اور امین ہیں۔ ان دونوں عظیم الشان صفتوں پر غور کرو۔ دیکھو یہ دونوں وصف خلافت کے لئے کس قدر موزوں ہیں۔ پس تم کو معلوم ہو جائے گا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ خلافت کے اہل تھے۔ لہٰذا جس وقت سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت کو ترک کیا پھر کسی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن نہیں کیا۔ ہاں اس سے پہلے ان پر طعن کیا جاتا تھا۔ کیونکہ خلیفہ برحق حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے بیٹے حسن کرم اللہ وجہہ۔

منجملہ ۱۱ ان کے فضائل کے ایک حدیث یہ ہے جس کے سب راوی ثقہ ہیں۔ صرف بعض میں کچھ اختلاف اور ارسال☆ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا مانگی کہ

اللھم علمہ الکتاب والحساب ویکن لہ فی البلاد و قہ سوء العذاب

(ترجمہ۔ یااللہ معاویہ کو حساب کتاب سکھا دے اور شہروں پر ان کو قبضہ دے اور عذاب کی برائی سے ان کو محفوظ رکھ)

منجملہ ۱۲ ان کے فضائل کے یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی تعریف کی اور ان کو دمشق کا عامل بنایا تھا چنانچہ یہ حضرت عمرؓ کی خلافت بھر وہاں کے عامل رہے۔ اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی یہ وہاں کے عامل رہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں یہ ایک بہت بڑی فضیلت ہے کہ وہ ایسے شخص ہیں جن کو حضرت عمرؓ

☆ روایت میں کسی صحابی کا نام نہیں ہے۔ (ادارہ)

نے اتنی وسیع سرزمین کا حاکم بنا دیا تھا اور جب تم اس بات پر غور کرو گے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو جو حضرت معاویہؓ سے بدرجہا افضل تھے' معزول کر دیا تھا اور حضرت معاویہؓ کو عامل مقرر کیا اور کبھی معزول نہ کیا۔ تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی فضیلت ہے اور ان میں حکومت کے اوصاف کے خلاف کوئی بات نہ تھی ورنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کبھی ان کو عامل نہ بناتے یا معزول کر دیتے۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ بھی حضرت عمرؓ و عثمانؓ کے اکثر مقرر کئے ہوئے عاملوں کی شکایت رعایا نے کی اور ان دونوں نے اپنے عاملوں کو معزول کر دیا گو وہ کیسے ہی بڑے مرتبے کے ہوں۔ مگر حضرت معاویہؓ اتنے دنوں تک "دمشق" میں عامل رہے اور اس طویل مدت میں نہ کسی نے ان کی شکایت کی' نہ کسی نے ان پر کوئی تہمت ظلم وجور کی لگائی پس اس پر غور کرو تو تمہارا اعتقاد حضرت معاویہؓ کی طرف بڑھ جائے گا اور تم بغاوت اور عناد اور بہتان سے بچ جاؤ گے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حاکم "دمشق" ہونے کا سبب یہ تھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ ہوئے تو انہوں نے "شام کی" طرف کچھ لشکر بھیجے اور یزید بن ابی سفیان کو سردار لشکر بنایا۔ ان کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی گئے۔ جب یزید کا انتقال ہونے لگا۔ تو انہوں نے اپنے بھائی معاویہؓ کو اپنی جگہ پر مقرر کیا۔ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت میں ان کو اس عہدہ پر قائم رکھا اسی طرح حضرت عثمانؓ نے بھی۔ الغرض حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تقریباً" بیس برس تک "دمشق میں" رہے۔ بعد اس کے انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بیعت نہیں کی۔ بوجہ اس تاویل کے جو آئندہ مذکور ہو گی۔ حضرت علیؓ ہی کے دور خلافت میں وہ ملک "شام" پر مستقل حکمران ہو گئے اور ملک "مصر" پر بھی انہوں نے قبضہ کیا اور "جنگ صفین" میں "واقعہ تحکیم" کے بعد اپنے کو خلافت

کے ساتھ نامزد کیا۔ پھر جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے اختیار و رضا سے(باوجودیکہ ان کے پیرو اور مدد گار بہت تھے اور گمان غالب یہی تھا۔ کہ اگر حضرت معاویہؓ سے جنگ پیش آتی تو وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر غالب آتے) صلح کر لی تو وہ مستقل خلیفہ ہو گئے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کا کوئی سبب سوا اس کے نہ تھا کہ وہ مسلمانوں کی خونریزی سے ڈرتے تھے۔ انھوں نے جیسا کہ فرمایا ہے جانتے تھے کہ دونوں فریق برابر یا قریب برابری کے ہیں۔ پس ایک دوسرے پر فتحیاب نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ دوسرا بالکل فنا نہ ہو جائے محض اس خیال سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا ترک خلافت کرنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے۔

اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے برسر منبر ان کی اس فضیلت کو بیان فرمایا تھا۔ تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ ایسا ہونے والا ہے۔ کوئی جاہل یہ نہ خیال کرے کہ یہ صلح بزدلی یا خوف کے سبب سے ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسنؓ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرا دے گا۔ پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں گروہوں کو یکساں مسلمان کہا اور ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دی' بتا دیا کہ اصل ثواب میں دونوں برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ صحیح اعتقاد کی ہدایت کرے اور تعصب اور شبہات سے محفوظ رکھے۔

پھر جب امام حسنؓ نے خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دے دی تو سب لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر متفق ہو گئے۔ اسی وجہ سے اس سال کا نام "سال جماعت" رکھا گیا پھر اس وقت سے کسی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ برحق ہونے میں اختلاف نہیں کیا۔

منجملہ ۱۳ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل کے یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ان

پر اعتراض کیا اور انہوں نے اس اعتراض کے جواب میں اس قدر مبالغہ کیا کہ حضرت عمران سے نادم ہوئے۔ ابن مبارک نے بسند صحیح روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ چند لوگوں کے ساتھ حضرت عمر کی خلافت میں (مدنیہ) آئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بہت حسین شخص تھے۔ پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کے لئے گئے۔ حضرت عمران کو دیکھتے تھے اور خوش ہوتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ مبارک ہو مبارک ہو اس وقت ہم سب لوگوں سے بہتر ہیں بشرطیکہ اللہ ہمیں دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی عنایت کرے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا امیرالمومنین! ہم اپنے حسن و جمال کی زیادتی کی وجہ آپ سے بتائیں۔ ہم ایک ایسے مقام میں رہتے ہیں جہاں حمام اور سبزہ زار بکثرت ہیں۔ حضرت عمر نے کہاکہ یہ وجہ نہیں ہے بلکہ یہ وجہ ہے کہ تم لوگ کھانے پینے میں زیادہ عیش و عشرت کرتے ہو اور محتاج تمہارے دروازہ پر کھڑے رہتے ہیں۔ پھر جب مقام "ذی طوی" میں پہنچے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک جوڑا کپڑوں کا نکالا جن میں خوشبو تھی۔ حضرت عمر نے ان پر اعتراض کیا اور فرمایا کہ کیا حج کے لئے جب کوئی چلتاہے۔ تو پریشان اور غبار آلود صورت میں پھر جب مکہ کے قریب پہنچ جائے تو ایسے خوشبودار کپڑے پہنے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے یہ کپڑے اس لئے پہنے ہیں کہ اپنے خاندان کے لوگوں سے ملوں گا۔ خدا کی قسم آپ مجھ کو یہاں بھی تکلیف دیتے ہیں۔ اور "شام" میں بھی' اسلم حضرت عمر کے غلام کہتے تھے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چہرے پر ندامت کے آثار دیکھے۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے وہ کپڑے اتار ڈالے اور وہی کپڑے پہن لئے جن میں احرام باندھا تھا۔

دیکھو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کس دلیری سے حضرت عمر سے کہا کہ آپ مجھ کو یہاں بھی تکلیف دیتے ہیں اور "شام میں" بھی۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نادم ہوئے اور

باوجودیکہ وہ خدا کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرتے تھے۔ انہوں نے حضرت معاویہ کو کچھ نہ کہا اس پر غور کرو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ حضرت عمر نے اپنے اعتراض سے رجوع کیا کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے فعل کا عذر بیان کر دیا۔ کہ انہوں نے یہ کام ایک غرض صحیح سے کیا تھا۔ اپنے عزیز اقارب سے ملتے وقت اپنی زینت کرنا شرعاً" عمدہ چیز ہے بلکہ اس کی تاکید ہے کیونکہ احادیث میں وارد ہوا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب باہر سے کچھ لوگ آتے تو آپ اپنے عمدہ اور صاف کپڑے پہنتے اور "سرمہ لگاتے اور عمامہ باندھتے اور پانی میں دیکھ کر اپنی زینت درست کرتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ بھی ایسا کرتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ اللہ جمیل ہے اور جمال کو دوست رکھتا ہے' اس بارے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں میں نے وہ سب احادیث مع شرح اپنی کتاب "درالعمامه فی الغدبة والطیلسان والعمامه" میں بیان کی ہیں۔

الغرض حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی نیت یہی تھی اور حضرت عمرؓ نے صرف اس حالت موجودہ کا خیال فرمایا کہ محرم کو پراگندہ سر غبار آلود ہونا چاہیے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ باقی رہا قصد زینت' شاید حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع نہ ہو اور بفرض اطلاع ممکن ہے کہ ان کا مطلب یہ ہو کہ یہ کام بعد احرام سے باہر ہونے کے' ہو سکتا ہے۔ بحالت احرام اس کی ضرورت نہ تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو حضرت عمرؓ کی رائے تھی۔ وہ سنت کے زیادہ موافق اور حدیث سے زیادہ قریب تھی۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ خیال کہ اپنے عزیز اقارب سے ملنے کی حالت اس سے مستثنیٰ ہے' موافق اس قاعدہ کے ہے جو اصول میں بیان ہوا ہے کہ نص سے ایسے معنی نکالے

جاسکتے ہیں۔ جن کی تخصیص ہو سکے مگر باوجود اس کے کہ حضرت عمرؓ کی رائے بہت واضح تھی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا عذر انہوں نے قبول کر لیا اور ان کی اس بات کو برداشت کر گئے کہ آپ مجھ کو یہاں بھی تکلیف دیتے ہیں۔ اور "شام میں" بھی۔ حضرت عمرؓ بعد متنبہ کئے جانے کے گووہ تنبیہہ سخت الفاظ میں ہو' حق کی طرف رجوع کرتے ہیں' ایسے عالیشان رتبے پر پہنچے ہوئے تھے کہ کسی دوسرے کو وہ رتبہ نصیب نہیں ہوا۔

منجملہ ۱۴ ان کے فضائل کے یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کی بہت تعریف کی ہے ابن سعدؒ نے روایت لکھی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ سبز لباس پہن کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں گئے۔ صحابہ نے ان کی طرف بہ نظر تعجب دیکھا۔ حضرت عمرؓ کو جب یہ کیفیت معلوم ہوئی تو حضرت عمرؓ نے ان کو درہ سے مارنا شروع کیا اور وہ یہ کہتے تھے کہ اللہ اللہ یا امیرالمومنین آپ مجھے کیوں مارتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے بات نہ کی اور اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گئے۔ صحابہ نے کہا کہ آپ نے اس جوان کو کیوں مارا۔ آپ کے عاملوں میں کوئی اس کا مثل نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ میں نے بھی اس میں کوئی برائی نہیں دیکھی' مگر میں نے دیکھا کہ وہ اوپر چڑھتا چلا جاتا ہے۔ تو میں نے ارادہ کیا کہ اس کو پست کردوں یعنی کچھ غرور کی علامت معلوم ہوتی تھی تو میں نے اس کو تواضع سکھلادی۔

اگر تم کہو کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پہلے کیوں کہا تھا۔ کہ یہ کپڑے میں نے اپنے عزیزوں سے ملنے کے لئے پہنے ہیں اور اب کیوں نہ کہا تو جواب اس کا یہ ہے' کہ اس مرتبہ حضرت عمرؓ نے ان کو کچھ کہا نہیں' بلکہ مارنا شروع کر دیا اور چونکہ یہ مارنا باجتہاد صحیح سے تھا لہٰذا کسی کو اس پر اعتراض کا حق نہ تھا۔ یہاں سے تم کو معلوم ہو سکتا ہے

کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کتنے بڑے فقیہ تھے اور علم و ادب ان کا کیسا وسیع تھا۔ اسی وجہ سے حضرت عمرؓ نے ان کی تعریف کی۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو حضرت عمرؓ کے اہل مجلس اور اکابر "مہاجرین و انصار" تھے جیسا کہ اس پر آثار صحیحہ دلالت کرتے ہیں یہ کہا کہ آپ کے عاملوں میں ایسا کوئی نہیں ہے۔ اور حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ میں بھی ان میں کچھ برائی نہیں جانتا۔

جو شخص اس پر غور کرے اس کو معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی کتنی بڑی منقبت اور کیسی مدح نکل رہی ہے کیونکہ یہ شہادت حضرت عمرؓ کی اور ان کے اہل مجلس کی ہے جو "اکابر مہاجرین وانصار" سے تھے' کہ عمال میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے اور یہ کہ ان سے کوئی برائی دیکھی نہیں گئی' طعن کرنے والوں کی گردن کاٹتی ہے اور معاندین متعصبین کی کمر توڑتی ہے۔

منجملہ ۱۵ ان کے فضائل کے یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ترغیب دی تھی کہ جب فتنہ واقع ہو تو شام چلے جائیں اور حضرت معاویہ کے پاس رہیں۔ ابن ابی الدنیا نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! میرے بعد آپس میں اختلاف نہ کرنا اور اگر ایسا تم نے کیا تو سمجھ لو کہ معاویہ "شام" میں ہیں۔ اگر تم خودرائی کرو گے تو کیا حال ہوگا۔

میں نے "اصابہ" کے ایک نسخہ میں جو میرے پاس ہے ایسا ہی دیکھا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جب فتنہ واقع ہو اور خلفائے راشدین کی وفات ہو جانے سے لوگوں میں اختلاف پڑے تو سب لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلے جائیں اور اس فتنہ کا انتظام ان کے سپرد کر دیں۔ ان کی رائے نہایت صائب اور تدبیر نہایت عمدہ ہوتی ہے۔ سب لوگوں کا اس بات پر اتفاق تھا۔ کہ حضرت معاویہؓ سرداران عرب اور عقلائے عرب

سے تھے اور فتنہ پھیلنے کے وقت اسی کی رائے صائب ہو سکتی ہے جو سردار ہو اور صاحب عقل ہو، صاحب تجربہ ہو۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے یہ مرتبہ بہ شہادت ان کے معاصرین کے، اور بہ شہادت ان کے فیصلوں اور احکام کے ثابت ہے۔ ان کا حلم بھی اس کی شہادت دیتا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت عمرؓ نے لوگوں کو مشورہ دیا کہ وہ اس فتنہ کا انتظام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیں۔ ورنہ حیرت میں پڑ جائیں گے اور فتنہ سے رہائی نہ ہوگی۔

یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک بہت بڑی کرامت ہے کہ انہوں نے بطور پیشین گوئی کے بیان کیا کہ امت کی کنجیاں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں جائیں گی اور گویا انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے قوت نفسیہ اور ذکاوت و عقل و حکمت اور اجتہاد اور حل مشکلات کی شہادت دی۔ ان مناقب جلیلہ کا حضرت عمرؓ سے صادر ہونا حضرت معاویہؓ کے رفیع الشان مرتبہ اور کمال منقبت کے لئے کافی ہے۔

منجملہ ۱۶ ان کے فضائل کے یہ ہے کہ خود حضرت علی مرتضیٰؓ نے ان کی تعریف کی۔ فرمایا کہ میرے لشکر کے مقتول اور معاویہ کے لشکر کے مقتول دونوں جنتی ہیں۔ اس کو "طبرانی" نے بسند صحیح روایت کیا ہے۔ اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔ صرف بعض میں اختلاف ہے۔ یہ قول حضرت علی کا ایسا صریح ہے کہ اس میں کسی قسم کی تاویل نہیں ہو سکتی۔ معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے۔ اور تمام شرائط اجتہاد ان میں جمع تھیں، اور بالاتفاق ایک مجتہد کو دوسرے مجتہد کی تقلید جائز نہیں ہوتی گو اس کے مخالف مجتہد کا اجتہاد بہت واضح ہو۔ کیونکہ وہ بھی جو کچھ کہتا ہے۔ دلیل ہی سے کہتا ہے۔ ہاں اگر دو مجتہدوں کا قول موافق ہو جائے تو اس کو موافقت کہیں گے تقلید نہ کہیں گے۔ اسی وجہ سے ہمارے اصحاب رضی اللہ عنہ نے ان عبارات کی تاویل کی ہے جن سے وہم ہوتا

ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے براءت عیب کے مسئلہ میں حضرت عثمانؓ کی تقلید کی ہے یا فرائض کے مسائل میں اکثر زید بن ثابتؓ کے اقوال کی تقلید کی ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ امام شافعی کا اجتہاد ان دونوں کے اجتہاد کے موافق ہو گیا ورنہ کوئی مجتہد گو وہ متاخرین میں سے ہو کسی دوسرے مجتہد کی گو وہ صحابہ میں سے ہو' تقلید نہیں کر سکتا۔

حضرت علیؓ کا یہ قول ایسا صریح ہے کہ کسی طرح اس کی تاویل نہیں ہو سکتی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بوجہ اپنے اجتہاد کے گو اس اجتہاد میں ان سے خطا ہوئی جیسا کہ اور مجتہدین سے ہوتی ہے' موافق حدیث کے مستحق ثواب ہیں۔ وہ بھی اور ان کے مقلدین بھی اور ان کے موافق بھی۔ کیونکہ بہت سے صحابہ اور بہت سے فقہائے تابعین ان کے دعویٰ کی حقیقت میں حتیٰ کہ حضرت علیؓ سے لڑنے میں بھی ان کے موافق تھے۔ پس ان کا یہ فعل کچھ اس وجہ سے نہ تھا کہ وہ حضرت علیؓ سے حسد رکھتے تھے' یا ان پر کچھ طعن کرتے تھے' بلکہ یہ ایک ان کا اجتہاد تھا جو کسی دلیل سے ان کو حاصل ہوا تھا۔ کیونکہ مجتہد تو دلیل کا پابند ہوتا ہے اس کو اپنی دلیل کی مخالفت جائز نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے پیرو کار مستحق ثواب ہیں۔ گو حق حضرت علیؓ کی طرف تھا۔ دیکھو تو حضرت علیؓ نے باوجودیکہ وہ سمجھتے تھے کہ میں حق پر ہوں اور معاویہ باطل پر ہیں۔ یہ حکم لگا دیا کہ معاویہ اور ان کے پیرو سب جنت میں ہیں۔ المختصر حضرت علیؓ کا یہ قول ایسا صریح ہے جس کی تاویل نہیں ہو سکتی۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے پیرو مستحق ثواب ہیں۔ حضرت علیؓ سے لڑنے میں کسی قسم کا گناہ ان پر نہیں ہوا۔ اور حضرت علیؓ ان سے اسی وجہ سے لڑے کہ یہ لوگ باغی تھے اور باغیوں سے لڑنا امام وقت پر واجب ہے۔ بغاوت میں یہ ضروری نہیں ہے کہ باغی گنہگار بھی ہو بلکہ باغی کے پاس کوئی دلیل "غیر قطعی

البطلان" ہونا چاہیے۔ اسی واسطے ہمارے ائمہ نے کہا ہے کہ بغاوت ہر حال میں برائی پر دلالت نہیں کرتی۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے باغیوں سے لڑنے کے احکام ان معاملات سے سیکھے جو حضرت علیؓ نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے کئے حضرت علیؓ کا یہ قول اس بات کو بھی بتا رہا ہے کہ آیت "وان طائفتان من المومنین" حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی شامل ہے۔

تنبیہہ:۔ تم کو چاہیے کہ جب کسی ایسے شخص سے گفتگو ہو جو اولاد علیؓ سے ہو اور قواعد و اصول حدیث سے واقف ہو اور حق ظاہر ہو جانے کے بعد حق کا اتباع کر لے تو اس کے سامنے حضرت علیؓ اور ان کے اہل بیت کے وہ اقوال پیش کرو جو آئندہ منقول ہوں گے۔ کیونکہ اس کے لئے یہ چیزیں تمام دلائل سے زیادہ نافع ہوں گی۔

منجملہ ۱۷ ان کے فضائل کے یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کی تعریف کی اور ابن عباس اجل اہل بیت اور تابعین علی مرتضٰی سے ہیں۔ "صحیح بخاری" میں عکرمہ سے مروی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ ایک ہی رکعت وتر پڑھتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ وہ فقیہ ہیں اور ایک روایت میں ہے یہ کہا کہ وہ نبیؐ کے صحابی ہیں۔ یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایک بہت بڑی منقبت ہے کیونکہ فقیہ ہونا ایک بہت بڑا مرتبہ ہے۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباسؓ کے لئے دعا مانگی تھی کہ یااللہ ان کو دین میں فقیہ بنادے اور ان کو تاویل سکھا دے اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جیسا کہ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ اللہ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اس کو دین میں فقیہ بنا دیتا ہے دوسری فضیلت یہ ہے کہ یہ وصف جلیل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں حبر الامتہ ترجمان القرآن ابن عم

رسول خدا اور ابن عم علی اور ناصر و مددگار علی یعنی عبداللہ بن عباسؓ سے صادر ہوا ہے اور "صحیح بخاری" میں مروی ہے جو بعد کتاب خدا کے تمام کتابوں سے زیادہ صحیح ہے۔ پس جب اتنے بڑے درجے کے لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو فقیہ کہتے ہیں اور فقیہ عرف صحابہ اور سلف صالحین میں وہی شخص ہے جو مجتہد مطلق ہو اور جس پر واجب ہو کہ اپنے ہی اجتہاد پر عمل کرے اور کسی کی تقلید اس کے لئے جائز نہ ہو۔ لہٰذا معلوم ہو گیا کہ حضرت معاویہؓ جو علی مرتضیٰؓ سے لڑے' اس میں معذور تھے گو حق حضرت علیؓ ہی کی طرف تھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے جو ان کو فقیہ کہا ہے کہ اس کے متعلق اور بحث بھی عنقریب آئے گی۔

اور ابھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ قول بیان ہو چکا جس میں انہوں نے لوگوں کو حضرت معاویہؓ کے اتباع کی ترغیب دی ہے۔ اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ حضرت معاویہؓ مجتہد ہیں بلکہ اعظم مجتہدین سے ہیں۔ اور حضرت علیؓ کا بھی یہ قول بیان ہو چکا ہے کہ معاویہؓ کے مقتول جنت میں جائیں گے' اس سے بھی ظاہر ہے کہ معاویہؓ مجتہد ہیں۔ اور جب یہ ثابت ہے کہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ تینوں اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت معاویہؓ فقیہ اور مجتہد ہیں تو طعن کرنے والوں کا طعن دفع ہو گیا۔ اور تمام وہ نقائص جو ان کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں باطل ہو گئے۔ حضرت ابن عباسؓ نے جو یہ کہا کہ معاویہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے اس سے مقصود عکرمہ کو تنبیہہ کرنا تھا جو حضرت معاویہؓ پر ایک رکعت پڑھنے کے باعث معترض تھے۔ مطلب حضرت ابن عباسؓ کا یہ تھا کہ حضرت معاویہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے اور آپ کی نظر کیمیا اثر کے فیض سے وہ علمائے فقہا میں سے ہیں۔ پس وہ جو کچھ کرتے ہیں اس کے متعلق خدا کے حکم سے بہ نسبت معترضین کے زیادہ واقف ہیں

جب تم دونوں صفتوں کو جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق "صحیح بخاری" میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہیں، غور کرو گے تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ کسی شخص کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر ان کے اجتہادات کے متعلق اعتراض کرنے کا حق حاصل نہیں ہے کیونکہ جو کام انہوں نے کئے ان کے نزدیک وہی حق تھے۔ اور یہی حال تمام مجتہدین امت کا ہے اور مجتہد پر اس کے اجتہاد کے متعلق اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔ سوائے اس صورت کے کہ اس کا اجتہاد مخالف اجماع کے یا نص جلی کے ہو، جیسا کہ اصول میں ثابت ہو چکا ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کسی اجماع کی مخالفت نہیں کی، اور اجماع ان کے بغیر منعقد کیونکر ہو سکتا تھا نیز جو ان کا اجتہاد تھا اس کی موافقت مجتہدین امت کی ایک جماعت نے کی جو صحابہ اور تابعین کی جماعت تھی نیز حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کسی نص جلی کی مخالفت نہیں کی تھی ورنہ یہ جم غفیران کا متبع نہ ہوتا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت فقاہت تم کو "ابن ماجہ" کی اس روایت سے بھی معلوم ہو گی کہ ایک مرتبہ وہ "مدینہ" میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر خطبہ پڑھنے کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے اہل مدینہ تمہارے علماء کہاں ہیں۔ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ قیامت تک میری امت کا ایک گروہ اہل باطل پر غالب رہے گا۔ وہ کچھ پرواہ نہ کریں گے کہ کس نے ان کی مخالفت کی اور کس نے ان کی تائید کی۔ مطلب یہ تھا کہ تمہارے علماء کہاں ہیں۔ بلاؤ میں ان سے اس حدیث کے معنی میں بحث کروں گا۔ ایسی بات اس زمانے میں جو اکابر مجتہدین امت یعنی صحابہ و تابعین سے بھرا ہوا تھا، وہی شخص کہہ سکتا تھا جو بڑا فقیہ اور بڑا عالم ہو۔ خصوصاً "مدینہ منورہ" اس زمانے میں علمائے صحابہ و تابعین کا مخزن تھا۔ پس "مدینے میں" ایسا کلمہ اسی کی زبان سے نکل سکتا ہے جو سب سے بڑا عالم ہو۔

اور وہ روایت بھی (قابل دیکھنے کے ہے) جو "بخاری و مسلم" نے نقل کی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ "مدینہ" میں خطبہ پڑھنے کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے اہل مدینہ تمہارے علماء کہاں ہیں۔ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ آج ہی کے دن فرماتے تھے۔ کہ یہ "عاشورہ" کا دن ہے آج کا روزہ خدا نے تم پر لازم نہیں کیا مگر میں نے روزہ رکھا ہے۔ پس جو شخص تم میں سے روزہ رکھنا چاہے وہ رکھ لے اور جو نہ رکھنا چاہے وہ نہ رکھے۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کسی سے سنا تھا کہ وہ صوم عاشورہ کو واجب یا حرام کہتا ہے یا مکروہ بتاتا ہے۔ پس انہوں نے چاہا کہ لوگوں کو آگاہ کر دیں کہ نہ واجب ہے نہ حرام یا مکروہ ہے اور ایک بڑے مجمع میں اس کے متعلق انہوں نے خطبہ پڑھا اور کسی نے ان کی بات کا رد نہ کیا۔ اس سے نہ ان کی عظمت فقاہت اور قوت اجتہاد ظاہر ہے بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اجتہاد کے اعلیٰ مرتبے پر پہنچے ہوئے تھے۔ کیونکہ انہوں نے اس خطبے میں مخالفین کی بہت تعریض کی کہ مناظرہ کر لیں مگر سب نے سکوت کیا اور کوئی شخص مجمع میں یا تنہائی میں ان سے مناظرہ کی جرات نہ کر سکا۔

اگر کوئی کہے کہ لوگوں نے اس وجہ سے سکوت کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس وقت خلیفہ تھے لہٰذا لوگوں کو خوف ہوا کہ وہ سختی کریں گے۔ تو ہم جواب دیں گے کہ ایسا گمان اس شخص کی طرف نہیں ہو سکتا جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ یہ میری امت میں سب سے زیادہ حلیم ہے۔ پس جس شخص کی صفت حلم اس درجے پر ہو' اس سے کسی مسئلہ دینیہ میں کلام کرتے ہوئے کسی کو کیا خوف ہو سکتا ہے۔ خصوصاً" ایسی حالت میں کہ خود ان ہی نے مناظرہ کی خواہش کی ہو۔ یہ بھی معلوم ہو کہ انہوں نے اسی حالت میں کہ جب خلیفہ اعظم تھے ایک نہایت شنیع حرکت پر تحمل کیا۔

ایک شخص نے ان کے منہ پر تھوک دیا۔ انہوں نے پونچھ ڈالا اور کہا کہ ایک پاک چیز دوسری پاک چیز پر پڑگئی تو کیا حرج ہوا۔ پس جب وہ کسی مسئلہ علمیہ میں کسی سے مباحثہ کرتے تو ان سے کیا خوف ہو سکتا تھا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ان لوگوں کا سکوت صرف اس وجہ سے تھا کہ لوگ جانتے تھے کہ وہ فقیہ ہیں مجتہد ہیں۔ کوئی شخص ان سے مقابلہ نہیں کر سکتا۔ وہ ایسے بڑے عالم ہیں کہ کوئی ان سے بحث میں پیش نہیں پاسکتا۔

نیز ان کی عظمت اجتہاد کی دلیل وہ روایت بھی ہے جو فاکہی نے بروایت ابن اسحاق نقل کی ہے کہ ابن اسحاق کہتے تھے۔ مجھ سے یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر نے اپنے والد سے نقل کر کے بیان کیا کہ وہ کہتے تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حج کیا تو ہم لوگ بھی حج میں ان کے ساتھ تھے جب وہ طواف کر چکے تو انہوں نے "مقام ابراہیم" میں دو رکعت نماز پڑھی پھر کوہ صفا کی طرف جاتے ہوئے زمزم پر پہنچے تو کہا اے لڑکے ایک ڈول میرے لئے بھر دے چنانچہ لڑکے نے ڈول بھر کر پانی ان کو دیا تو انہوں نے پیا اور کچھ اپنے سر پر اور منہ پر ڈالا اور کہا کہ زمزم کا پانی شفا ہے اور جس مقصد کے لئے پیا جائے وہی حاصل ہوتا ہے(یعنی اگر غذا کی نیت سے پیا جائے تو غذا کا کام دیتا ہے۔ پیاس بجھانے کے لئے پیا جائے تو پانی کا کام دیتا ہے۔ اسہال کے لئے پیا جائے تو دست لاتا ہے۔ قبض کے لئے پیا جائے تو قبض کر دیتا ہے) پس دیکھو عبداللہ بن زبیر نے باوجود اپنے وفور علم اور پیشوائی کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے افعال سے استناد کیا اور ان کے اقوال کی پیروی کی اور انکی روایت کی۔

اسی طرح تم صحابہ رضوان اللہ علیہم کو دیکھو گے کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے علم واجتہاد پر متفق ہیں کوئی اختلاف نہیں کرتا۔

بعض محققین نے جواکابر محدثین میں سے تھے'حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس کلام

سے استدلال کیا ہے کہ لوگوں کی زبان پر جو مشہور ہے کہ زمزم کا پانی جس کام کے لئے پیا جائے ویسا ہی ہوتا ہے بے اصل نہیں ہے کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول بسند حسن ثابت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مضمون حدیث کا ہے' کیونکہ صحابی جب کوئی ایسی بات بیان کرے جس میں اجتہاد کو دخل نہ ہو تو وہ حکم میں مرفوع کے ہوتا ہے۔

اور امام احمد کی روایت میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا جس کام کے لئے زمزم کا پانی پیا جائے وہ کام ہو جاتا ہے۔ یہ "حدیث حسن" ہے اور محدثین کی بحث اس کے متعلق بہت زیادہ ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ یہ حدیث فی حدذاتہ ضعیف ہے مگر اس کے شواہد بہت ہیں جس سے یہ "حدیث حسن" ہو گئی ہے۔ منجملہ ان کے ایک وہ ہے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ابھی منقول ہوا اور ایک وہ ہے جو حضرت ابن عباسؓ سے موقوفاً" منقول ہے' اور اس قسم کی باتیں عقل سے بیان نہیں کی جاسکتیں۔ پس لامحالہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا۔ پس یہ حدیث بھی مثل حدیث حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکماً" مرفوع ہے' اور حاکم نے بسند "مرفوع" روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ سند صحیح ہوتی اگر جارودی سے خالی ہوتی مگر جارودی سے خالی نہیں ہے اور وہ صدوق ہے بشرطیکہ متفرد نہ ہو۔ مگر وہ اس مقام میں ابن عیینہ سے روایت کرنے میں متفرد ہے۔ خصوصاً" ایسی حالت میں کہ ثقات محدثین اس کے مخالف ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ حدیث "مرفوع" نہیں ہے بلکہ حضرت ابن عباسؓ پر موقوف ہے اور منجملہ ان شواہد کے حدیث طیالسی کی ہے جو حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ "زمزم" کا پانی غذا حاصل کرنے والے کے واسطے غذا ہے اور بیمار کے لئے دوا ہے' اور اصل اس حدیث کی "صحیح مسلم" میں ہے' اور منجملہ ان شواہد کے یہ ہے کہ اس

روایت کو اکابر حفاظ متقدمین میں سے ابن عیینہ نے اور اکابر حفاظ متاخرین میں سے منذری اور دمیاطی نے صحیح کہا ہے' اور ایک رسالہ اس کے متعلق لکھا ہے۔ بعض علما نے جو اس روایت کو صحیح کہا ہے اور بعض نے "حسن" کہا ہے اور بعض نے "ضعیف" کہا ہے ان میں باہم کوئی مخالفت نہیں ہے' اس وجہ سے کہ جس نے "صحیح" کہا ہے اس نے اس شاہد کا لحاظ کیا جو "صحیح" ہے اور جس نے "حسن" کہا ہے اس نے اس شاہد کا لحاظ کیا ہے جو "حسن" ہے اور جس نے "ضعیف" کہا ہے اس نے شواہد سے قطع نظر کی ہے نیز باسانید واہیہ جن کا اعتبار نہیں ہے' مروی ہے کہ "آب زمزم" ہر مرض کی شفا ہے' اور نیز بطرق متعددہ جن کا مجموعہ درجہ حسن تک پہنچتا ہے' مروی ہے کہ "آب زمزم" کا پیٹ بھر کر پینا نفاق سے برء ات ہے اور ایک روایت میں ہے کہ ہمارے اور منافقین کے درمیان میں فرق یہی ہے۔ کہ وہ "آب زمزم" پیٹ بھر کر نہیں پیتے' اور ایک روایت میں ہے کہ ہمارے اور منافقین کے درمیان میں فرق یہ ہے کہ "آب زمزم" کا ایک ڈول بھرا جائے اور منافق چاہے کہ پیٹ بھر کر پی لے تو نہیں پی سکتا۔ بعض بے علم لوگوں کا خیال ہے کہ "آب زمزم" کی فضیلت اس وقت تک ہے جب تک وہ اپنے مقام میں ہے۔ حالانکہ اس کی کچھ اصل نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ قبل "فتح مکہ" کے سہیلؓ بن عمرو کو لکھا کرتے تھے۔ کہ "زمزم" کا پانی "مدینہ" بھیج دو۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آب زمزم مدینہ لاتی تھیں' اور کہتی تھیں کہ آنحضرت ﷺ بھی ایسا کیا کرتے تھے' اور چھاگلوں اور مشکوں میں "آب زمزم" لاتے تھے۔ اور مریضوں کے بدن پر ڈالتے تھے۔ اور ان کو پلاتے تھے اور حضرت ابن عباسؓ کا دستور تھا کہ ان کے یہاں جب کوئی مہمان آتا تو تحفہ میں اسے "آب زمزم" دیتے اور عطاء سے پوچھا گیا کہ "آب زمزم" کا لے جانا کیسا ہے۔

عطاء نے کہا کہ نبی ﷺ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم لے جایا کرتے تھے۔

تنبیہہ۔ بعض عوام کہہ اٹھتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ بیگن جس لئے کھایا جائے وہ فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض جاہلوں نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ حدیث اس حدیث سے زیادہ صحیح ہے جس میں یہ مضمون ہے کہ "آب زمزم" جس لئے پیا جائے وہ فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ گمراہی وضلالت ہے۔ بیگن کی حدیث بالکل جھوٹی اور بے اصل ہے اور جس نے اس حدیث کی سند بیان کی ہے۔ وہ جھوٹا ہے اور یہی حال اس روایت کا ہے کہ بیگن سراسر شفا ہے۔ اس میں کسی قسم کا مرض نہیں ہے' بعض حفاظ محدثین نے بیان کیا ہے۔ کہ یہ حدیث زندیقوں کی بنائی ہوئی ہے۔

نیز یہ روایت بھی بالکل جھوٹی ہے کہ بیگن کھاؤ اور خوب کھاؤ کیونکہ وہ پہلا درخت ہے جو اللہ عزوجل پر ایمان لایا' اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ بیگن کھاؤ کیونکہ میں نے اس کا درخت "جنت الماویٰ" میں دیکھا ہے۔ جو شخص اس کو خراب سمجھ کر کھائے گا اس کو ضرر کرے گا۔ اور جو اس کو دوا سمجھ کر کھائے گا اس کے لئے دوا کا کام دے گا۔ اور "بیہقی" نے حرملہ سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے میں نے امام شافعی سے سنا وہ بوقت شب بیگن کے کھانے سے منع کرتے تھے۔ وقت شب کی قید محض اتفاقی ہے اطبا کے نزدیک ہر زمانے میں اس کا کھانا ممنوع ہے۔ عجیب بات ہے کہ اطبا کے محقق اور فقیہ یعنی علامہ علی بن نفیس نے اپنی کتاب "شرح موجز" میں جو فن طب کی ایک عمدہ کتاب ہے بہ ترتیب حروف تہجی بہت سی کھانے کی چیزیں ذکر کی ہیں اور ان کے منافع و مضار بیان کئے ہیں۔ مگر بیگن کے تمام تر نقصانات ہی بیان کئے ہیں' منفعت اس کی بالکل بیان نہیں کی۔ میں نے بعض اطبا سے اس کے متعلق بحث کی تو

انہوں نے کہا۔ صرف ایک نفع اس میں ہے کہ وہ دستوں کو روک دیتا ہے۔ یہ تمام باتیں ضمناً" بیان کی گئیں اس تقریب سے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے فضیلت "آب زمزم" کی منقول ہے۔ میں نے یہ باتیں اس لئے بیان کر دیں کہ ان میں بھی فائدہ تھا۔

منجملہ ۱۸ فضائل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کے والدین نے ان کے بچپن ہی میں ان کی نسبت اپنے خیالات ظاہر کئے تھے کہ یہ سب لوگوں کے سردار ہوں گے۔ اور بادشاہ ہوں گے۔ ابو سعید مداینی نے روایت لکھی ہے کہ حضرت ابوسفیانؓ نے ایک مرتبہ اپنے بیٹے حضرت معاویہؓ کو دیکھا۔ اس وقت وہ بچے تھے اور کہا کہ میرے اس بیٹے کا سر بڑا ہے اور یہ اس قابل ہے کہ اپنی قوم کا سردار بنے تو ان کی والدہ ہند نے کہا کہ اگر یہ تمام عرب کا سردار نہ بنے تو اس کی ماں اس کو روئے۔ اور بغوی نے ابان بن عثمانؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بچپن میں اپنی والدہ کے ساتھ جا رہے تھے۔ یکایک پیر کو لغزش ہوئی اور گر پڑے' ان کی والدہ نے کہا۔ اٹھ خدا تجھے نہ اونچا کرے۔ ایک اعرابی نے کہا تم ایسا کیوں کہتی ہو۔ واللہ میں خیال کرتا ہوں کہ وہ اپنی قوم کا سردار ہوگا۔ ان کی والدہ نے کہا۔ (میں بھی یہی کہتی ہوں) کہ اگر وہ اپنی قوم کا سردار نہ بنے تو خدا اسے اونچا نہ کرے ۔ شاید انہوں نے بعض کاہنوں کے اقوال سے اس کو اخذ کیا ہو۔

منجملہ ۱۹ ان فضائل کے یہ ہے کہ حضرت ابن عباس نے ان کی بابت کہا کہ بادشاہی کی قابلیت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بہتر میں نے کسی میں نہیں دیکھی۔ اس روایت کو "بخاری" نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ اور اسی کے موافق ہے وہ روایت کہ حضرت عمرؓ جب "ملک شام" تشریف لے گئے۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اور ان کے لشکر کی کثرت اور

جاہ و جلال کو ملاحظہ فرمایا تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔ یہ عرب کا نوشیروان ہے یعنی باعتبار اپنی عظمت، سلطنت اور جاہ و جلال کے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس شہادت کو جو نہایت رضامندی اور خوشی کے ساتھ انہوں نے دی، غور سے دیکھو اور نیز حضرت ابن عباسؓ کی شہادت کو باوجودیکہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے گروہ سے تھے۔ اور ان کے ساتھ ہو کر حضرت معاویہؓ سے لڑے تھے پھر بھی حضرت ابن عباسؓ نے ان کی برائی نہیں کی، بلکہ ان کی بہت تعریف کی اور کہا کہ وہ فقیہ ہیں مجتہد ہیں۔ اس سے تم کو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم گو باہم لڑے اور جھگڑے، مگر پھر بھی ان میں باہم محبت تھی۔ اس سے مخالفین کی سخن سازی بالکل غارت ہو گئی۔ خود حضرت علیؓ کا یہ قول اوپر گزر چکا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف کے مقتول جنت میں جائیں گے، اور نیز یہ قول ان کا آگے بیان ہو گا کہ ہمارے بھائیوں نے ہم پر بغاوت کی اور نیز انہوں نے حضرت طلحہؓ اور اپنے دوسرے محاربین کے حق میں فرمایا کہ ہم اور وہ ویسے ہی ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ

یعنی ہم ان کے سینوں سے کینہ نکال دیں گے۔ اور وہ (جنت میں) ایک دوسرے کے بھائی بن کر آمنے سامنے بیٹھیں گے۔

جب یہ سب اقوال حضرت علیؓ کے تم کو معلوم ہو گئے تو اب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر یا کسی صحابی پر اعتراض کرنے کا تم کو حق باقی نہ رہا۔ پس اس سے ہوشیار ہو جاؤ اور لوگوں کو بھی ہوشیار کر دو کیونکہ اس بارہ میں حضرت علیؓ کے کلام سے زیادہ کسی کا کلام نافع نہیں ہے۔

منجملہ ۲۰ ان کے فضائل کے وہ روایت ہے جو حضرت ابوالدرداءؓ سے مروی ہے

جس کے سب روای صحیح احادیث کے راوی ہیں سوا ایک راوی کے مگر وہ بھی ثقہ ہے۔ حضرت ابوالدرداءؓ کہتے تھے کہ میں نے رسول خدا ﷺ کے بعد کسی کو نہیں دیکھا کہ اس کی نماز آپ کی نماز سے زیادہ مشابہ ہو' سوا تمہارے اس سردار یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے۔ پس اس جلیل القدر صحابی نے حضرت معاویہؓ کی جو یہ منقبت بیان کی ہے اس کو غور سے دیکھو اس سے حضرت معاویہؓ کی فقاہت اور احتیاط اور کوشش اتباع نبوی میں خصوصاً" دربارہ نماز جو افضل عبادات بدنیہ ہے' ظاہر ہے۔

منجملہ ۲۱ ان فضائل کے ایک روایت یہ ہے جو بسند ضعیف مروی ہے' کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جب "شام" سے "مکہ" کی طرف آتے ہوئے مقام "رابغ" میں پہنچے تو "عادیہ نامی" کنوئیں پر کھڑے ہوئے تھے کہ یکایک ان کو لقوہ ہو گیا۔ پس وہ سب سے پوشیدہ ہو کر "مکہ" پہنچے تو لوگ ان کے پاس آئے مگر انہوں نے اپنا سر لپیٹ لیا اور منہ عمامہ سے باہر نکال دیا۔ بعد اس کے باہر نکلے اور خطبہ پڑھا ان کے خطبہ میں یہ مضمون بھی تھا کہ اگر مجھے صحت مل جائے تو (کچھ بعید نہیں کیونکہ) مجھ سے پہلے جو نیک لوگ گزرے ہیں ان کو بھی صحت ملی ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ میں انہیں میں سے ہوں اور اگر میں اس مرض میں مبتلا رہا تو (بھی کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ) مجھ سے پہلے جو نیک لوگ گزرے ہیں وہ مبتلا کئے گئے ہیں اور میں اس بات سے مایوس نہیں ہوں کہ میں انہی نیک لوگوں میں سے ہوں۔ اگر میرا ایک عضو مریض ہے۔ تو نہ معلوم کتنے اعضا میرے صحیح ہیں' اور اگر مجھ سے چند لوگ تم میں سے ناراض ہیں تو میں نے تم میں سے اکثر لوگوں کے ساتھ نیکیاں کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جس قدر نعمتیں مجھے دی ہیں ان سے زیادہ میں آرزو نہیں کر سکتا۔ پس اللہ رحم کرے اس شخص پر جو میرے لئے دعائے صحت کرے۔ پس لوگوں کی آواز دعا کے ساتھ بلند ہوئی۔ پھر وہ خود

بھی روئے اور لوگ بھی روئے۔ مروان نے پوچھا کہ آپ کیوں روتے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں کیوں نہ روؤں۔ بڈھا ہوا ہوں ہڈیاں تک کمزور ہو گئیں۔ آنکھوں سے پانی بہنے لگا۔ اور جو اچھی باتیں مجھ سے صادر ہوتی ہیں ان کا بھی مجھ پر طعن کیا جاتا ہے۔ اور اگر یزید کے ساتھ مجھے محبت نہ ہوتی تو تم میرے انصاف کی کیفیت دیکھتے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس بلیغ کلام کو دیکھو جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کے پاس کتنا علم اور کتنی معرفت تھی۔ خصوصاً ان کا پہلے یہ کہنا کہ میں نیکوں میں سے ہونے کی امید رکھتا ہوں۔ اور دوبارہ ان کا یہ کہنا کہ میں ناامید نہیں ہوں۔ کہ نیکوں میں سے ہو جاؤں۔ ان دونوں لفظوں کا فرق دلالت کرتا ہے۔ کہ ان میں امید اور خوف دونوں اعلیٰ درجہ پر تھے۔ اور دونوں مساوی تھے اور ہمارے نزدیک صحیح یہی ہے کہ تندرست آدمی کو ایسا ہی ہونا چاہیے البتہ مریض کے لئے امید کو بہ نسبت خوف کے زیادہ ہونا بہتر ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کروں گا جیسا کہ وہ میری طرف گمان کرتا ہے۔ لہٰذا ہر بندے کو چاہیے کہ اپنے پروردگار کے ساتھ نیک گمان رکھتا ہو یعنی یہ امید رکھتا ہو کہ مجھے بخش دے گا، مجھ پر رحم فرمائے گا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس قول کو بھی غور سے دیکھو۔ کہ اگر میرا ایک عضو مریض ہے۔الخ۔ دیکھو رضا بالقضا ان میں کس قدر تھی اور وہ کیسے شکر گزار تھے۔ انسان کا جب کوئی عضو مریض ہو تو اس کو چاہیے کہ اس سے راضی رہے اور شکر کرے کہ گو اس کا ایک عضو مریض ہے مگر بہت سے اعضاء صحیح بھی ہیں اور یہ بے شمار نعمتیں بمقابلہ ایک مصیبت کے ہیں۔ پس چاہیے کہ اس مصیبت پر راضی رہے

اور ان نعمتوں پر شکر ادا کرے تاکہ اس کا شمار شاکرین میں ہو۔ شاکرین کا درجہ تمام عارفین میں افضل اور علمائے عاملین کے برابر ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ گو بعض لوگ تم میں کے مجھ سے ناراض ہیں انتہا درجہ کی تسلیم و تسلی پر دلالت کرتا ہے یعنی بالفرض اگر تم میں سے کچھ لوگ مجھ سے ناراض ہیں تو ان کی ناراضی سے میرا کچھ نقصان نہیں ہو سکتا اس لئے کہ ان کی ناراضگی اگر بے وجہ ہے تو ظاہر ہے' اور اگر کسی وجہ سے ہے تو وہ وجہ قابل درگزر ہے کیونکہ تم میں سے اکثر لوگوں کے ساتھ میں نے پے در پے احسانات کئے ہیں۔ پس چاہیے کہ میری برائی بوجہ ان احسانات کے معاف کی جائے۔

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ مجھے جس قدر نعمتیں خدا نے دی ہیں ان سے زیادہ کی میں آرزو نہیں کر سکتا یہ اقرار ہے کہ خدا کی نعمتیں ان کو پے در پے ملیں اور جس قدر نعمتیں ملیں انہی پر وہ قانع ہیں زیادہ کی آرزو نہیں کرتے کیونکہ نعمتوں کی خواہش کبھی حظ نفس سے بھی ہوتی ہے اور جس چیز میں حظ نفس کا احتمال ہو اس کا ترک ہی بہتر ہے۔

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ خدا رحم کرے' نہایت تواضع کی دلیل ہے' اور اس بات کا اظہار ہے کہ میں رعیت کی دعا کا نہایت محتاج ہوں' اور میں بھی منجملہ ان کے ایک ہوں اور یہ کہنا کہ میں بوڑھا ہو گیاہوں اس امر کا اظہار ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف بہت احتیاج رکھتا ہوں۔ اور بعد اس کے کہ یہ نعمتیں مجھ پر فائض ہوئی۔ میں اب نہایت عاجز ہو گیا ہوں اور بغیر اللہ کی مدد کے سلطنت کا کام انجام نہیں دے سکتا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ اگر یزید سے مجھے محبت نہ ہوتی۔ یہ خود وہ اپنے نفس کو الزام دے رہے ہیں۔ کہ یزید کی محبت نے بہت سی صاف باتوں کو مجھ پر

تاریک کر دیا اور اسی وجہ سے اس فاسق نابکار کو خلافت ملی۔ جس سے لوگ ہلاکت میں پڑے مگر یہ ایک امر مقدر ہو چکا تھا۔ اسی وجہ سے ان کی عقل کامل اور ان کا علم شامل سلب ہو گیا اور ان کی اصابت رائے جو ضرب المثل تھی' جاتی رہی اور یزید کی طرف سے ان کو حسن ظن پیدا ہو گیا اور اس کو تمام برائیوں سے پاک صاف سمجھ لیا۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ اپنا کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو بڑے بڑے عقل مندوں کی عقل زائل ہو جاتی ہے اور جو خدا چاہتا ہے وہ پورا ہو جاتا ہے۔ پس یزید کے متعلق حضرت معاویہؓ سے جو کچھ واقع ہوا اس میں حضرت معاویہؓ معذور تھے کیونکہ یزید کی کوئی برائی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ثابت نہیں ہوئی۔ یزید نے بہت سے لوگ اپنے والد کے پاس خاص اسی کام کے لئے مقرر کئے تھے۔ کہ وہ یزید کے عمدہ حالات ان سے بیان کیا کریں۔ اسی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یزید کو اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے بیٹوں سے بہتر سمجھتے تھے' لہٰذا انہوں نے یزید کو سب پر ترجیح دی' اور لوگوں نے جو یزید کی خلافت سے ناپسندیدگی ظاہر کی تھی۔ اس کی وجہ وہ یہ نہ سمجھتے تھے کہ یزید فاسق ہے بلکہ سمجھتے تھے کہ یزید سے لوگوں کو حسد ہے۔ حضرت معاویہؓ کے نزدیک یزید میں اگر ذرہ برابر بھی فسق یا کوئی گناہ ثابت ہو جاتا تو ہرگز وہ یزید کو خلیفہ نہ کرتے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات ایک ایسی جامع و مانع کہی کہ اس سے تمام عقدے حل ہو گئے۔ ابھی ان کے کلام میں بہت سے اشارات باقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ راہ راست کی ہدایت کرنے والا ہے اور ہم اس سے دعا کرتے ہیں کہ ایسی باتوں کو ہمارے دلوں میں مرغوب نہ کرے جن کے سبب سے ہم راہ راست سے ہٹ جائیں۔

منجملہ ۲۲ ان کے فضائل کے یہ ہے کہ انہوں نے اکابر صحابہ و تابعین سے روایت کی ہے اور نیز ان سے بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ و تابعین نے روایت کی ہے۔

حضرت معاویہؓ نے ابو بکرؓ و عمرؓ اور اپنی بہن ام المومنین ام حبیبہؓ سے روایت کی ہے اور حضرت معاویہؓ سے منجملہ اجلہ اصحاب و فقہائے اصحاب کے عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ اور جریر بجلی اور معاویہؓ بن خدیج اور سائب بن یزید اور نعمان بن بشیر اور ابو سعید خدری اور ابو امامہ بن سہل نے اور منجملہ کبار تابعین و فقہائے تابعین کے عبداللہ بن حرث بن نوفل اور قیس بن حازم اور سعید بن مسیب اور ابوادریس خولانی نے اور ان کے بعد والوں یعنی عیسیٰ بن طلحہ اور محمد بن جبیر بن مطعم اور حمید بن عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور ابو مجلز اور حمران غلام حضرت عثمانؓ اور عبداللہ بن محیریز اور علقمہ بن ابی وقاص اور عمیر بن ہانی اور ہمام بن منبہ اور ابو العریان نخعی اور مطرف بن عبداللہ شخیر وغیرہم نے روایت کی ہے۔ پس ان ائمہ کو جو پیشوایان دین اسلام سے تھے' دیکھو ان سب نے حضرت معاویہؓ سے روایت کی ہے تم کو معلوم ہو جائے گا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے' اور کیسے مجتہد تھے' فقیہ تھے اور کیسے فقیہ تھے۔

تنبیہ:۔ شیخ الاسلام نے لکھا ہے کہ اکابر تابعین اور فقہائے تابعین نے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے ان میں مروان بن حکم بھی ہے۔ اس پر اعتراض ہوتا ہے۔ کیونکہ مروان نے اہل بیت کو سخت اذیت دی ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو منبر "مدینہ" پر ہر جمعہ کو برا کہتا تھا۔ اور ایک مرتبہ اس نے حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے کہا تھا کہ تم ذلیل گھرانے کے ہو اور اسی قسم کی باتیں اس سے منقول ہیں۔

جواب اس کا یہ ہے کہ اول تو یہ باتیں مروان سے ثابت نہیں ہیں جیسا کہ عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ اس قسم کی جس قدر روایتیں ہیں ان کی سند میں کوئی نہ کوئی

علت ہے۔ اسی وجہ سے "بخاری" نے مروان سے روایت کی ہے اور محدثین نے اس کے یہ معائب نہیں روایت کئے۔ اگر یہ معائب صحیح ہوتے تو محدثین ان کو ضرور نقل کرتے' اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ اس نے ایسا کہا تو انتہا یہ ہو گی کہ وہ مبتدع ہو گا اور جو مبتدع اپنے مذہب کی طرف لوگوں کو نہ بلاتا ہو۔ اس کی روایت مقبول ہوتی ہے۔ "بخاری" نے اپنی صحیح میں کئی بدعتیوں سے روایت نقل کی ہے اور اس سے کوئی خرابی نہیں آئی۔

منجملہ ۲۳ ان کے فضائل کے یہ ہے کہ انہوں نے بہت سی پیشین گوئیاں کیں اور وہ اسی طرح واقع ہوئیں جس طرح انہوں نے بیان کی تھیں یہ ان کی کرامت ہے۔ انہی میں سے ایک واقعہ یہ ہے جو بسند صحیح مروی ہے کہ انہوں نے کہا۔ اہل مکہ نے رسول خدا ﷺ کو مکہ سے نکال دیا تھا لہٰذا اب کبھی وہاں خلافت نہ ہو گی اور "اہل مدینہ" نے حضرت عثمانؓ کو قتل کیا لہٰذا اب کبھی وہاں خلافت لوٹ کر نہ جائے گی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس پیشین گوئی کو اہل مکہ کی بابت غور کرو کہ اہل مکہ کو رسول خدا ﷺ کے نکالنے کی یہ سزا ملی کہ اب کبھی وہاں خلافت نہ ہو گی۔ ایسا ہی ہوا۔ اگر کوئی کہے کہ ابن زبیرؓ کی خلافت تو وہاں ہوئی تو جواب اس کا یہ ہے کہ وہ خلافت کامل نہ تھی۔ کیونکہ "شام" اور "مصر" وغیرہ سب ان کی حکومت سے باہر تھے اور نیز ان کی خلافت میں شروع سے اخیر تک برابر نزاع رہا۔ ایک دن بھی ان کی خلافت بے نزاع نہیں رہی اور اہل مدینہ کے متعلق انہوں نے یہ پیشین گوئی کی کہ بوجہ قتل حضرت عثمانؓ کے خلافت کبھی وہاں لوٹ کر نہ جائے گی۔ یہ ان کو حضرت عثمانؓ کے قتل کی سزا ملی ہے۔ یہ تو بالکل ایسا ہی ہوا جیسا کہ انہوں نے کہا تھا بلکہ وہاں نام بھی خلافت کا نہیں آیا نہ کسی نے دعویٰ خلافت کا کیا۔ "مکہ" میں تو خلافت کی ظاہری صورت پائی بھی گئی

گو وہ قابل اعتبار نہیں کیونکہ اس کو کسی نے خلافت کے ساتھ نامزد نہیں کیا۔ پس معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو پیشین گوئی کی تھی' وہ صحیح ہوئی۔ یہ حضرت معاویہؓ کی ایک بڑی کرامت ہے۔ خوارق عادات اور کرامات کا کسی ایسے شخص سے ظاہر ہونا جس پر محمد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک کا اثر پڑا ہو کچھ بعید نہیں ہے۔

منجملہ ۲۴ ان فضائل کے ایک روایت یہ ہے جو ایسی سند سے مروی ہے جس کے راویوں میں کچھ اختلاف ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ سرداری کے لئے موزوں نہیں دیکھا۔ حضرت ابن عمرؓ جیسے امام جلیل کی یہ شہادت ظاہر کر رہی ہے کہ حضرت معاویہؓ سرداری کے انتہائی درجے پر پہنچے ہوئے تھے کیونکہ سرداری جن باتوں پر موقوف ہے یعنی حلم و علم و کرم یہ سب اوصاف حضرت معاویہؓ میں بدرجہ کمال موجود تھے۔

منجملہ ۲۵ ان فضائل کے یہ کہ اعمش سے بسند ضعیف مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اگر تم لوگ دیکھتے تو کہتے کہ مہدی یہی ہیں۔ اعمش اجلہ تابعین و فقہائے تابعین سے ہیں۔ ان کا ایسی شہادت دینا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایک بڑی منقبت ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام امور میں اپنے اجتہاد کے موافق اعلیٰ درجے کے حق پر تھے اور ان کی بخشش تمام لوگوں پر عام تھی جیسا کہ ان تمام باتوں میں مہدی کا حال ہو گا۔

منجملہ ۲۶ ان فضائل کے یہ بسند صحیح مروی ہے کہ جمعہ کے دن انہوں نے ایک مرتبہ خطبہ پڑھا اور فرمایا مال سب ہمارا ہے اور غنیمت سب ہماری ہے ہم جس کو نہ چاہیں نہ دیں۔ کسی نے ان کو اس کا جواب نہ دیا۔ پھر دوسرے جمعہ میں انہوں نے ایسا

ہی کہا۔ پھر بھی کسی نے ان کو اس کا جواب نہ دیا۔ پھر تیسرے جمعہ میں انہوں نے ایسا ہی کہا تو ایک شخص کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا کہ ہرگز نہیں مال سب ہمارا ہے اور غنیمت سب ہماری ہے۔ پس جو شخص ہمارے اور اس کے درمیان میں حائل ہو گا ہم خدا کے سامنے اپنی تلوار سے اس کا فیصلہ کریں گے۔ یہ سن کر انہوں نے اپنا خطبہ ختم کر دیا۔ پھر جب اپنے مکان میں پہنچے تو اس شخص کو بلوایا۔ لوگوں نے کہا اب یہ شخص مارا گیا۔ پس لوگ گئے تو دیکھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے ان لوگوں سے کہا کہ اس شخص نے مجھے زندہ کر دیا۔ اللہ اس کو زندہ رکھے۔ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ عنقریب میرے بعد چند امرا ہوں گے۔ جب وہ کوئی بات کہیں گے تو کوئی اس کو رد نہ کر سکے گا۔ وہ دوزخ میں اس طرح گریں گے جس طرح کلیاں گرتی ہیں۔ میں نے جب پہلے جمعہ میں یہ بات کہی اور کسی نے جواب نہ دیا تو مجھے خوف ہوا کہ کہیں میں بھی ان میں سے نہ ہوں۔ پھر دوسرے جمعہ میں بھی میں نے کہا اور کسی نے رد نہ کیا تو مجھے یقین ہو گیا کہ میں انہی میں سے ہوں پھر تیسرے جمعہ میں میں نے کہا تو یہ شخص کھڑا ہو گیا اور اس نے میری بات کا رد کیا پس اس نے مجھے زندہ کیا اللہ اس کو زندہ رکھے۔ پس اس منقبت جلیلہ پر غور کرو جو خصوصیت کے ساتھ حضرت معاویہؓ کی ذات میں موجود تھی کسی دوسرے سے ایسی بات منقول نہیں ہے۔ تم جب اس بات پر غور کرو گے اور توفیق تمہاری مساعدت کرے گی تو تم کو خواہ مخواہ اعتقاد رکھنا پڑے گا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جامع کمالات تھے اور تم ان سے خوش ہو جاؤ گے اور سمجھ لو گے کہ انہوں نے جو کچھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا اس پر عمل کرنے کے لئے بڑے حریص تھے۔ جہاں تک ان کے امکان میں تھا اور وہ اس بات سے بہت ڈرتے تھے کہ ان سے کوئی خطا

صادر ہو پس اللہ نے انہیں بچایا اور امن دیا اللہ ان سے راضی رہے۔

منجملہ ۲۷ ان کے فضائل کے یہ کہ انہوں نے نبی ﷺ سے ایک سو ترسٹھ حدیثیں روایت کی ہے۔ ان میں سے چار حدیثیں "بخاری و مسلم" کی متفق علیہ ہیں اور صرف بخاری میں چار ہیں۔ اور مسلم میں پانچ۔

منجملہ نمبر۲۸ ان کے فضائل کے یہ کہ جب ان کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے وصیت کی کہ مجھے کفن میں وہ کرتہ پہنایا جائے جو رسول خدا ﷺ نے میرے والد کو دیا تھا اور یہ کرتا سب کپڑوں سے نیچے بدن سے ملا ہوا رہے اور ان کے پاس رسول خدا ﷺ کے ناخونوں کا تراشہ تھا۔ اس کے متعلق انہوں نے وصیت کی کہ گھس کر میری آنکھوں میں اور منہ میں بھر دیا جائے۔ کہا تھا کہ جب یہ سب باتیں کر چکنا تو مجھ کو ارحم الراحمین کے حوالے کر دینا۔ جب ان کی وفات کا وقت آگیا تو کہنے لگے کاش میں قریش کا ایک ایسا شخص ہوتا کہ "ذی طوی" میں رہتا اور خلافت میں بالکل دخل نہ دیتا۔ یہی شان کاملین رضی اللہ عنہم کی ہے۔ پس مبارک ہو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کہ ان کے جسم سے وہ چیز مس کر رہی تھی جس نے رسول خدا ﷺ کے جسم اقدس کو مس کیا تھا اور منہ اور آنکھوں میں وہ چیز مخلوط ہو گئی تھی جو نبی ﷺ کے جسم مبارک سے جدا ہوئی تھی۔

تمام لوگوں کا اس پر اتفاق ہے کہ ان کی وفات "دمشق" میں ہوئی اور مشہور یہ ہے کہ ان کی وفات چوتھی رجب ٦٠ ہجری میں ہوئی۔ اس وقت عمر ان کی بیاسی سال کی تھی اور بعض لوگوں کا قول ہے کہ ٧٨ھ میں ہوئی اور بعض کا قول ہے کہ ٨٦ ھ میں ہوئی۔

فصل سوم

ان اعتراضات کے جواب میں جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر کئے گئے ہیں۔ بعض اعتراضات ان میں سے ایسے ہیں جو محض ناواقفیت سے کئے گئے ہیں جو ہمارے بیان سابق سے دفع ہو گئے مگر ہم یہاں پھر ان کا جواب بہ تفصیل مع فوائد زائدہ دیں گے۔

پہلا اعتراض:۔ "مسلم" نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ ایک دن بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ اتنے میں نبیؐ تشریف لے آئے۔ پس وہ بھاگے اور چھپ گئے۔ آنحضرت نے جا کے انہیں پکڑ لیا اور (پیار سے) ان کے دونوں شانوں کے درمیان میں آپ نے ہاتھ مارا اور فرمایا کہ جاؤ معاویہ کو میرے پاس بلا لاؤ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں گیا اور میں نے واپس آ کر عرض کیا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ حضرت نے پھر فرمایا کہ جاؤ اور معاویہ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ چنانچہ میں پھر گیا اور میں نے آکر عرض کیا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ اللہ اس کے شکم کو سیر نہ کرے۔

اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر کوئی اعتراض نہیں ہے اول اس سبب سے کہ اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ ابن عباسؓ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بلاتے ہیں۔ اور انہوں نے آنے میں دیر کی' بلکہ یہ احتمال ہے کہ ابن عباسؓ نے چونکہ ان کو کھانا کھاتے دیکھا اس لئے ان کو شرم محسوس ہوئی کہ بلائیں' لہٰذا وہ لوٹ آئے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کر دیا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں' اور ایسا ہی دوسری مرتبہ بھی ہوا پس اس صورت میں اس بد دعا کو اگر فرضاً" حقیقی معنی پر

محمول کیا جائے تو اس کا سبب یہ ہو گا کہ اتنی دیر تک کھاتے رہنا زیادہ کھانے پر دلالت کرتا ہے۔ اور یہ عیب کی بات ہے۔ علاوہ اس کے اس بد دعا میں کوئی دینی نقصان نہیں ہے کیونکہ یہ بد دعا صرف کثرت اکل کی ہے اور اس سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ دنیا میں ان کو مشقت و تعب ہو گا نہ آخرت میں' اور جو چیز کہ نقص اخروی پر دلالت نہ کرے وہ منافی کمال نہیں ہو سکتی۔ دوسرے بالفرض اگر ابن عباسؓ نے آنحضرتؐ کا طلب فرمانا بھی حضرت معاویہؓ سے بیان کیا ہو۔ تب بھی یہ احتمال ہے کہ حضرت معاویہؓ نے سمجھا ہو کہ اس ارشاد کی تعمیل علی الفور مقصود نہیں ہے' اور علمائے اصول وفقہ کے نزدیک صحیح یہی ہے کہ امر مقتضی فوریت کو نہیں ہے۔ ہاں اگر آنحضرت ﷺ کسی کو ایسے کام کے لئے بلائیں جس کے لئے خدا نے آپ کو حکم دیا ہو تو اس کی تعمیل فوراً" واجب ہوتی ہے گو جس کو بلایا ہو فرض نماز میں ہو۔ شاید حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس وقت یہ استثناء معلوم نہ ہو یا وہ اس کے قائل نہ ہوں' اور اس صورت میں وہ معذور ہوں گے۔ تیسرے یہ بھی احتمال ہے کہ یہ بد دعا آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے بغیر قصد کے نکل گئی ہو۔ جس طرح آپ نے اپنے بعض صحابہ کو فرمایا تربت یمینک تیرے ہاتھ خاک آلودہ ہو جائیں۔ یا بعض امہات المومنین کو فرمایا عقری حلقی یعنی پاؤں کٹی ہوئی سر منڈی ہوئی۔ اور اس قسم کے الفاظ اہل عرب کی زبان سے عادت" نکل جاتے تھے۔ بغیر اس کے کہ ان کے معنی مراد ہوں۔ چوتھے یہ کہ "مسلم" نے خود اپنی "صحیح" میں اس بات کو بیان کر دیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس بد دعا کے مستحق نہ تھے کیونکہ انہوں نے ایک باب منعقد کیا ہے کہ وہ لوگ جن کو آنحضرت ﷺ نے برا کہا' یا ان کو بد دعا دی' حالانکہ وہ اس کے مستحق نہ تھے' تو یہ ان کے لئے پاکی اور ثواب کا باعث ہو گا۔ اسی باب میں اس حدیث

کو بھی ذکر کیا ہے۔ یہ جو امام مسلم نے فرمایا ہے بالکل ظاہر ہے کیونکہ میں بیان کر چکا ہوں کہ اس میں بہت سے احتمالات ہیں۔ ممکن ہے کہ حضرت معاویہؓ کو نبی ﷺ کے طلب فرمانے کی اطلاع نہ ملی ہو۔ یہ بھی ممکن ہے' کہ اطلاع ملی ہو مگر انہوں نے سمجھا ہو کہ فوراً" حاضر ہونا مقصود نہیں ہے۔ یا ان کا یہ اعتقاد ہو کہ امر مقتضی فوریت نہیں ہوتا جیسا کہ اکثر علمائے اصول کا مذہب ہے۔ ان احتمالات کے ہوتے ہوئے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے کمال اور فقاہت اور مرتبے کے لائق ہیں۔ یہ بات صاف ظاہر ہے کہ وہ اس بد دعا کے مستحق نہ تھے پس یہ بد دعا ان کے لئے باعث پاکیزگی و ثواب ہو گی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ مجھے بھی غصہ آتا ہے جس طرح تم لوگوں کو غصہ آتا ہے پس جس کو میں برا کہوں یا اس پر لعنت کروں یا اس کو بد دعا دوں' اور وہ اس کا مستحق نہ ہو' تو یااللہ میرے اس فعل کو اس کے لئے باعث پاکیزگی و ثواب اور رحمت بنا دے۔ پانچویں یہ کہ یہ حدیث حضرت معاویہؓ کے مناقب میں ہے کیونکہ میرے بیان سابق سے واضح ہو گیا کہ یہ حضرت معاویہؓ کے لئے دعا ہے نہ بد دعا۔ امام نووی نے اس کی تصریح کی ہے۔

دوسرا اعتراض:۔ بعض ملحدین کذاب جہلا غبی شقی گمراہ معاند مفتری مفسد لوگوں نے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو' تو اس کو قتل کر دو اور یہ بھی کہا کہ ذہبی نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ گمراہی اور افتراء ہے۔ ذہبی نے ہرگز اس حدیث کی تصحیح نہیں کی' بلکہ اس کو اپنی تاریخ میں بیان کر کے تصریح کر دی ہے کہ یہ حدیث جھوٹی ہے موضوع ہے اس کی کچھ اصل نہیں۔ علاوہ اس کے اگر ہم اس حدیث کو مان لیں تو دو حال سے خالی نہیں۔ یہ حدیث تمام صحابہ کو معلوم تھی' یا تمام کو معلوم نہ تھی۔ اگر تھی تو تمام صحابہ

پر الزام آتا ہے (کہ انہوں نے اس کی تعمیل کیوں نہ کی) اور اگر تمام کو معلوم نہ تھی تو اس پر الزام آتا ہے جس کو یہ حدیث معلوم تھی کہ اس نے چھپایا کیونکہ اس قسم کی حدیثوں کا امت تک پہنچا دینا ضروری ہے تاکہ ان پر عمل کریں۔ پھر اگر وہ شخص اس حدیث کو چھپاتا تو تابعین کو یہ حدیث نہ معلوم ہوتی اور ہم تک منقول نہ ہو سکتی۔ پس اب یہی ایک صورت رہ گئی کہ صحابہ کو یہ حدیث معلوم تھی اور انہوں نے اس پر عمل نہ کیا۔ اس قسم کی بات شرعاً" صحابہ سے ناممکن ہے کیونکہ اگر یہ بات ان سے ممکن ہو تو احتمال ہو گا کہ انہوں نے کچھ حصہ قرآن کا چھپا دیا ہو' یا اس پر عمل ترک کر دیا ہو' اور یہ سب باتیں شرعاً" محال ہیں۔ خصوصاً" جبکہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد موجود ہے کہ اے لوگو! میں نے تم کو ایک صاف اور روشن راستہ پر چھوڑ دیا ہے آلخ اور اس حدیث کے جھوٹے ہونے کی تصریح بلکہ تاکید اس بات سے ہوتی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان کو اپنے زمانہ خلافت میں "دمشق" کا عامل مقرر کیا اور خود بھی ان کی تعریف کی اور جس قدر صحابہ ان کے پاس گئے ان سب نے تعریف کی یہاں تک کہ خود حضرت علیؓ نے بھی ان کی تعریف کی'اور صحابہ نے ان سے علم حاصل کیا۔

نیز اس حدیث کے جھوٹے ہونے کی تاکید اس سے بھی ہوتی ہے۔ کہ اس قسم کی حدیثوں کے نقل کرنے کی اور ان کے ظاہر کرنے کی ضرورتیں بہت تھیں' خصوصاً" جبکہ لڑائیاں اور فتنے برپا ہوئے اور خود حضرت معاویہ ؓ خلیفہ برحق سے لڑ رہے تھے' جن کے ساتھ اکثر صحابہ تھے اور صرف لڑنا ہی نہیں بلکہ ایسی تدبیر حضرت معاویہؓ نے کی تھی کہ واقعہ تحکیم میں خود حضرت علیؓ کے نائب ابو موسیٰؓ نے ان کو معزول کر دیا بلکہ حضرت علیؓ کی وفات کے بعد حسنؓ کے ساتھ جنگ کا ارادہ کیا کہ وہ بھی خلیفہ برحق تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے خلافت ترک کر دی اور اس وقت سے

لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ برحق کہنے لگے۔اور تمام صحابہ نے اس بارہ میں ان کی موافقت کی۔ کسی نے ان کے دشمنوں میں سے بھی ان پر طعن نہ کیا۔ سب اس بات پر متفق ہو گئے کہ وہ اس دن سے خلیفہ برحق ہیں۔ پس اب ان سب باتوں کے بعد اس حدیث کے جھوٹی اور واجب الترک ہونے میں کیا تردد باقی رہا۔ ایسی حدیثوں کا روایت کرنا ہرگز جائز نہیں' مگر اس غرض سے کہ ان کا جھوٹ ہونا اور ان کے راویوں کا کاذب بے تمیز ہونا بیان کیا جائے۔ اس قسم کی حدیثیں وہی شخص بیان کرے گا جو احمق ہو گا۔ جس کا حس باطل ہو گیا ہو گا۔ جس کی رسوائی اور کذب کو خدا نے مشہور کرنا چاہا ہو گا۔ پس اس بات کو سمجھ لو کیونکہ اس حدیث کے بیان کرنے والوں میں بعضے علم کے مدعی بھی ہیں۔ اور جو کوئی اس حدیث کے بطلان پر برہان قائم کرتا ہے اس پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔ دیکھو حضرت عمارؓ کی حدیث ہے کہ ان کو گروہ باغی قتل کرے گا' چونکہ بے اصل نہ تھی لہٰذا اس کی روایت پر تمام صحابہ متفق ہو گئے۔ پھر اس حدیث سے حضرت علیؓ اور ان کے متبعین نے اس بات پر استدلال کیا کہ معاویہؓ باغی اور امام برحق کے مخالف ہیں اور حضرت معاویہؓ اور ان کے متبعین نے اس حدیث کی تاویل کی جو قطعی البطلان نہیں ہے۔ پس اگر اس حدیث کی بھی کچھ اصل ہوتی تو اس حدیث سے بھی استدلال کیا جاتا۔

تیسرا اعتراض:۔ ایک حدیث میں جو بسند حسن مروی ہے' منقول ہے' کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمام قبائل عرب میں بدتر بنی امیہ اور بنی حنیفہ اور ثقیف ہیں اور نیز ایک حدیث صحیح میں جس کو حاکم نے شرط شیخین☆ پر بیان کیا ہے ابوبرزہؓ سے مروی

☆ بخاری و مسلم)

ہے کہ تمام قبیلوں یا تمام لوگوں سے زیادہ رسول خدا ﷺ کو ناپسند بنی امیہ تھے اور معاویہ بھی بنی امیہ میں سے تھے۔ پس وہ بھی ناپسندیدہ لوگوں میں سے ہوئے اور جو شخص رسول خدا ﷺ کا ناپسندیدہ ہو۔ اس میں امارت و خلافت کی اہلیت نہیں ہو سکتی۔

جواب اس کا یہ ہے کہ اس حدیث سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کوئی نتیجہ نکالنا' اس نتیجہ نکالنے والے کی جہالت پر اور اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کو مبادی علوم کی بھی درایت نہیں ہے چہ جائیکہ غوامض علوم' کیونکہ اس نتیجہ سے لازم آتا ہے کہ حضرت عثمانؓ اور عمر بن عبدالعزیز بھی خلافت کے قابل نہ ہوں۔ اور معاذ اللہ اشرار میں سے ہو جائیں۔ اور یہ اجماع مسلمین کے خلاف ہے اور صریح الحاد ہے۔ مطلب حدیث کا یہ ہے کہ اکثر بنی امیہ شرارت کے ساتھ موصوف ہیں۔ یہ منافی اس بات کے نہیں ہے کہ چند لوگ ان میں سے شریر نہ ہوں۔ بلکہ خیار امت سے ہوں۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے صحیح ہونے پر اور اسی طرح عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کی صحت پر اور نیز بعد امام حسنؓ کے ترک خلافت کے' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحت خلافت پر اجماع ہے' اور نیز احادیث سابقہ سے بھی مثل اجماع کے ان کی فضیلت ثابت ہے اور عنقریب بیان ہو چکا کہ ہم حضرت معاویہؓ اور ان کے لڑکے کے درمیان میں فرق سمجھتے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک کو ہم ویسا ہی سمجھتے ہیں جس لائق وہ ہے۔ کیونکہ ہم بغیر کسی قسم کے تعصب و جہالت کے دلائل کے پابند ہیں۔ اگر ہم کو کسی قسم کا تعصب ہوتا تو ہم حضرت معاویہؓ سے ان کے بیٹے کے متعلق اختلاف نہ کرتے' جس کے بارے میں خود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تیری محبت غالب نہ ہوتی تو تو دیکھ لیتا کہ میں کیسا انصاف کرتا ہوں۔ پس یہ نتیجہ باطل ہے۔

اس نتیجہ کا نکالنے والا جاہل یا معاند ہے جس کے کلام کی طرف التفات نہیں

کیا جاسکتا کیونکہ اس کی فہم ناقص ہے اور اس کا کذب ثابت ہے۔ عنقریب آخر کتاب میں ہم بیان کریں گے کہ آنحضرت ﷺ نے حکم کو اور اس کی اولاد کو لعنت کی اور ان لوگوں کو مکار اور فریبی فرمایا۔ پھر آپ نے یہ سب بیان کر کے فرمایا کہ نیک لوگ ان میں کے مستثنیٰ ہیں اور وہ بہت کم ہیں۔ پس اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ مراد بنی امیہ سے ان دونوں حدیثوں میں اکثر بنی امیہ ہیں نہ سب۔ پس اس پر غور کرو اور غفلت مت کرو تاکہ ملحدین کے فریب اور معاندین کے دھوکہ سے بچو۔

تنبیہہ:۔ ہمارے ائمہ نے اصول میں تصریح کی ہے کہ صحابہ کرام میں باہم جو لڑائیاں ہوئی ہیں ان کا ذکر نہ کرنا چاہیے۔ لہٰذا ہم پر کوئی شخص یہ اعتراض نہ کرے کہ تم نے یوں ان واقعات کو بیان کیا کیونکہ ہمارا مقصود یہ ہے کہ صحیح واقعات بیان کریں۔ اور ان سے صحیح نتائج نکالیں۔ انہی لڑائیوں سے ہمارے ائمہ نے باغیوں کے احکام حاصل کئے ہیں امام شافعی سے منقول ہے' وہ فرماتے تھے کہ میں نے باغیوں اور خروج کرنے والوں کے احکام حضرت علیؓ کی لڑائیوں سے جو اہل "جمل و صفین" اور "خوارج" سے ہوئیں' حاصل کئے ہیں اسی طرح امام شافعی کے علاوہ اور علماء نے بھی لکھا ہے۔

ہمارے ائمہ اصول نے بدعتیوں کے اعتراضات بھی ذکر کئے ہیں جن میں انہوں نے حضرت علیؓ پر اور صحابہ پر افترا پردازیاں کی ہیں' ان اعتراضات کا ذکر کر کے ایسا رد کر دیا ہے کہ کسی اعتراض میں کچھ جان باقی نہیں رہی۔ ہمارے ائمہ محدثین نے بیان کر دیا ہے کہ اکثر باتیں جو ان لڑائیوں کے متعلق منقول ہیں' جھوٹی ہیں یا ان کی سند میں کوئی خرابی ہے جیسا کہ میں نے اپنی اس کتاب میں اکثر حدیثوں کی بابت بیان کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ صحابہ کی لڑائیاں اس طرح بیان کرنا جس سے کسی پر الزام

عائد ہو یا عوام کو کسی کی بد گوئی کا موقع ملے' نہ چاہیے۔ بعض جاہل لوگ جن کی عادت یہ ہے کہ جو کچھ دیکھ لیتے ہیں' نقل کر لیتے ہیں اور ظاہری مطلب مراد لے لیتے ہیں' نہ سند پر غور کرتے ہیں۔ نہ حدیث کا صحیح مطلب بیان کرتے ہیں۔ اس میں بڑا فساد ہوتا ہے اور عوام کو سب صحابہ کا موقع ملتا ہے۔ صحابہ کی شان یہ ہے کہ انہی نے قرآن کو ہم تک پہنچایا' اور اسی وجہ سے دین اسلام قائم ہے اور جو روشن سنت انہوں نے اپنے نبی ﷺ سے سنی' یا دیکھی' وہ ہم تک پہنچائی۔ اور وہ احکام جن کا علم ان کے سوا کسی کو نہ ہو سکتا تھا' ہم کو تعلیم کئے' پس اللہ ان سے راضی رہے' اور ان کو راضی کرے' اور اسلام و مسلمین کی طرف سے انہیں جزائے خیر دے۔ المختصر جو کچھ میں نے ذکر کیا ہے' محض اظہار حق کے لئے موافق واقع کے ذکر کیا ہے' اور مطابق قواعد اہل سنت کے ذکر کیا ہے' ایسا ذکر کرنا اہم واجبات اور اشد ضروریات سے ہے کیونکہ اس سے صحابہ کی پاکیزگی اور صفائی ظاہر ہوتی ہے' اور کیونکر ایسا نہ ہو کہ کل صحابہ خدا کی طرف سے ہدایت پر تھے اور اگر کوئی ایسی بات ان میں سے کسی سے ہو گئی ہے تو بوجہ اجتہاد کے ہے اور یہ میں نے صحیح روایات سے ثابت کر دیا ہے کہ جو شخص اجتہاد کرے۔ اگر اس کا اجتہاد صحیح ہو تو اس کو دوگنا ثواب ملے گا اور ایک روایت میں ہے کہ اس کو دس گنا ثواب ملے گا۔ اور اگر اجتہاد خطا کر جائے تو اس کو صرف ایک ثواب ملے گا' پس اصل ثواب میں خاطی اور غیر خاطی سب برابر ہیں۔ کیونکہ ان کی تاویل قطعی البطلان نہیں ہوتی بلکہ بسا اوقات واضح البرہان ہوتی ہے اسی واسطے اللہ و رسول نے تمام مسلمانوں پر ان کی تعظیم و تکریم اور ان کی مدح و ثناء اور ان کے سابق اسلامیہ کا جاننا اور ہر ایک کو اس کے مرتبہ کے موافق سمجھنا واجب کر دیا ہے۔ اور حضرت نے اپنے افعال و اقوال سے ان کے مراتب کو ظاہر کیا ہے ان کے مراتب کو اللہ و رسول

کے سوا کون جان سکتا تھا۔ پس جو کچھ ہم نے بیان کیا' اسی کے موافق اعتقاد رکھو' اس میں بدعتیوں کی راہ ماری جائے گی۔ اور معاندین کی لگائی ہوئی آگ بجھ جائے گی اور جاہلوں کو تعلیم حاصل ہو گی اور علم حاصل کرنے والوں کو ہدایت ملے گی۔

تنبیہ:۔ اگر تم کہو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ میں اور معاویہ رضی اللہ عنہ قیامت کے دن لائے جائیں گے اور ہم دونوں مالک عرش کے سامنے روب کاری کریں گے۔ جو اس وقت حق پر ثابت ہو گا وہ اور اس کے اصحاب کامیاب ہوں گے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات بالکل غلط ہے کہ فریقین میں دونوں مستحق ثواب ہیں اور کوئی گنہگار نہیں ہے۔

جواب اس کا یہ ہے کہ اول تو اس روایت کی سند منقطع ہے لہٰذا اس سے استدلال ٹھیک نہیں۔ دوسرے بالفرض اگر حضرت علیؓ نے ایسا فرمایا ہو تو مطلب اس کا یہ ہو گا کہ جس کسی کے افعال موافق حق ہوں گے۔ وہ کامیاب ہو گا یعنی اس کو دوگنا ثواب ملے گا۔ کامیابی کا اطلاق زیادتی ثواب پر رائج ہے۔

چوتھا اعتراض:۔ حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمار بن یاسرؓ سے فرمایا کہ تم کو گروہ باغی قتل کرے گا۔ چنانچہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر سے لڑے' اور انہی لوگوں کے ہاتھ سے مقتول ہوئے۔ پس حضرت صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بمقابلہ حضرت علیؓ کے باغی تھے اور حضرت علیؓ ہی خلیفہ برحق تھے۔

جواب اس کا یہ ہے کہ انتہائی نتیجہ جو اس حدیث سے نکل سکتا ہے یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ اور ان کے ساتھی باغی ہوں اور یہ اوپر بیان ہو چکا ہے' کہ باغی ہونا ان

کے لئے کچھ نقص نہیں ہے اور باوجود اس کے بھی وہ لوگ مستحق ثواب ہیں گنہگار نہیں ہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ مجتہد جب اجتہاد کرے اور اس سے خطا ہو جائے تو اس کو ایک ثواب ملتا ہے اور یہ بات خوب بسط سے بیان ہو چکی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے اور اعلیٰ درجہ کے مجتہد تھے۔ انہوں نے اس حدیث کی تاویل بھی ایسی کی ہے جو قطعی البطلان نہیں ہے یہی کیفیت اس باغی کی ہوتی ہے جو فاسق اور گنہگار نہیں ہوتا' چنانچہ اس حدیث کی تاویل کئی سندوں سے مروی ہے' منجملہ ان کے ایک سند جس کے سب راوی ثقہ ہیں یہ ہے کہ حضرت علیؓ "صفین" کے دن مقابل کے لشکر میں جاتے تھے اور پھر لوٹ کر آتے تھے اور ان کی تلوار خون سے سرخ تھی اور وہ اپنے اصحاب سے فرماتے تھے کہ مجھے معذور سمجھو' مجھے معذور سمجھو۔ اور عمارؓ رسول خدا ﷺ کے اصحاب میں ایک نامور شخص تھے۔ جو ان کی رائے ہوتی تھی' اس پر سب عمل کرتے تھے۔ حضرت عمارؓ نے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص کو لڑائی کی ترغیب دی اور ان سے حوران جنت کا ذکر کیا اور کہا کہ حضرت علیؓ کا گروہ رسول خدا ﷺ کے ہمراہ رفیق اعلیٰ کے ساتھ جنت میں داخل ہو گا۔ پس دونوں نے جنگ کی۔ یہاں تک کہ دونوں قتل ہو گئے۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص نے اپنے والد سے کہا کہ دیکھو ہم نے اس شخص کو قتل کیا جس کے حق میں رسول خدا ﷺ نے ایسا ایسا فرمایا تھا۔ ان کے والد نے کہا کون شخص۔ انہوں نے کہا عمار ۔ کیا تم نے رسول خدا ﷺ سے نہیں سنا' آپ مسجد نبوی کے بننے کے وقت فرماتے تھے جبکہ ہم لوگ ایک ایک اینٹ اٹھاتے تھے۔ اور عمارؓ دو دو اینٹ اٹھاتے تھے اتنے میں رسول خدا ﷺ کا گزر ان کی طرف سے ہوا تو آپ نے فرمایا۔ اے ابوالیقظان تم دو دو اٹھاتے ہو' حالانکہ مرض کی وجہ سے تم دبلے ہو رہے ہو۔ آگاہ رہو تم کو گروہ باغی قتل کرے گا اور تم اہل

جنت میں سے ہو گے۔ عمرو بن عاصؓ نے کہا۔ ہاں مجھے یاد ہے' پھر عمرو نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر کیا۔ حضرت معاویہؓ نے کہا خاموش رہو' ہم نے ان کو کب قتل کیا۔ ان کے قاتل تو وہی لوگ ہیں جو ان کو لائے اور جنہوں نے ان کو ہمارے نیزوں کے درمیان میں ڈال دیا۔ اور امام احمد کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمارؓ کے جسم سے مٹی پونچھتے جاتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ تم دو اینٹیں اٹھاتے ہو حالانکہ مرض کی وجہ سے کمزور ہو رہے ہو۔ آگاہ رہو عنقریب تم کو گروہ باغی قتل کرے گا۔ نیز بسند صحیح مروی ہے کہ حضرت عمرو بن عاصؓ سے جب یہ حدیث بیان کی گئی تو انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا۔ حضرت معاویہ نے کہا۔ تم بھی اس کہنے میں آتے ہو۔ ان کو تو علی اور ان کے اصحاب نے قتل کیا ہے' جبکہ وہ ان کو لائے اور ہمارے نیزوں کے درمیان میں ڈال دیا' یا یہ کہا کہ ہماری تلواروں کے درمیان میں ڈال دیا۔ اور ایک کمزور سند سے مروی ہے کہ خزیمہ بن ثابت جنگ ''صفین'' میں اپنے ہتھیار ہاتھ میں نہ لیتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت عمارؓ شہید ہو گئے۔ پس انہوں نے اپنی تلوار میان سے نکال لی۔ اور اس حدیث کو بیان کیا۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر سے انہوں نے لڑنا شروع کیا' یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ نیز بسند صحیح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ مجھے کسی بات پر اس قدر افسوس نہیں ہے جس قدر افسوس اس امر کا ہے کہ میں نے حضرت علیؓ کے ساتھ ہو کر گروہ باغی سے قتال نہ کیا۔ نیز بسند صحیح مروی ہے کہ حضرت عمارؓ نے حلف کے ساتھ اس امر کو بیان کیا تھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا لشکر اگر حضرت علیؓ کے لشکر سے لڑے اور اس کو شکست دے دے تب بھی معاویہؓ کے ساتھیوں کو اس بات میں شک نہیں ہو سکتا کہ علی مرتضیٰؓ ان کے امام ہیں اور حق پر ہیں اور ان کے مخالفین باطل پر ہیں'

اور بسند صحیح مروی ہے کہ حضرت عمارؓ نے "صفین" کے دن ایک گھونٹ دودھ مانگا اور بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے ان کو خبر دی تھی کہ دنیا میں ان کا آخری شربت دودھ ہو گا۔ چنانچہ دودھ ان کے پاس لایا گیا اور انہوں نے اس کو پیا اور آگے بڑھے یہاں تک کہ مقتول ہوئے۔ حضرت معاویہؓ کے جھنڈے کو دیکھ کر انہوں نے کہا تھا کہ میں اس جھنڈے والے سے رسول خدا ﷺ کے ہمراہ بھی قتال کر چکا ہوں یعنی قبل اس کے اسلام کے۔

نیز بسند صحیح مروی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عمارؓ کے قتل کی بابت دو آدمیوں میں جھگڑا ہوا۔ ہر ایک کہتا تھا کہ میں نے قتل کیا ہے' یہ جھگڑا حضرت عمارؓ کا سامان لینے کے لئے تھا۔ عبداللہ بن عمرو ابن عاصؓ بھی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے ان دونوں آدمیوں سے کہا کہ میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ عمارؓ کو گروہ باغی قتل کرے گا پس ان دونوں میں سے ہر ایک نے ان کے قتل سے انکار کر دیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عمرو سے کہا کہ جب ایسا ہے تو تم ہمارے ساتھ کیوں رہتے ہو۔ حضرت عبداللہ نے کہا میرے والد نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے میری شکایت کی تھی تو حضرت نے فرمایا تھا کہ تم اپنے والد کی اطاعت کرو' جب تک زندہ رہو' اور ان کی نافرمانی نہ کرو' پس اسی وجہ سے میں تمہارے ساتھ ہوں مگر میں لڑتا نہیں ہوں۔ نیز ایک صحیح روایت میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص سے کہا تھا کہ تم اپنے مجنون کو ہمارے یہاں سے الگ کر دو' وہ کیوں ہمارے ساتھ رہتا ہے۔ اس وقت حضرت عبداللہ نے یہ بات کہی تھی اور ابو یعلی کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرو بن عاصؓ نے جب یہ حدیث معاویہؓ سے بیان کی تو حضرت معاویہؓ نے ان سے کہا کہ کیا تم بہ قسم کہہ سکتے ہو۔ کہ ہم نے یا تم نے عمارؓ کو

قتل کیا ہے۔ عمارؓ کے قاتل وہی لوگ ہیں جو ان کو یہاں لائے۔

اور بسند صحیح مروی ہے کہ دو شخصوں نے حضرت عمرو بن عاصؓ کے سامنے جھگڑا کیا تو حضرت عمرو بن عاصؓ نے ان سے یہ حدیث روایت کی تو ان سے کہا گیا کہ پھر آپ کیوں حضرت علیؓ سے لڑتے ہیں تو حضرت عمرو بن عاصؓ نے کہا کہ نبی ﷺ نے تو یہ فرمایا تھا کہ عمارؓ کا قاتل اور عمارؓ کا لباس لینے والا دونوں دوزخی ہیں (یہ تھوڑی فرمایا تھا کہ علیؓ سے جنگ کرنے والا دوزخی ہے)۔

نیز بسند حسن مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے "صفین" کے دن اللہ تعالیٰ کی ذکر کی کثرت کی اور بار بار یہ فرمایا کہ اللہ اور اس کا رسول سچا ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ کیا رسول خدا ﷺ نے آپ سے خلافت کے متعلق کوئی وصیت کی تھی۔ حضرت علیؓ نے اعراض کیا۔ پوچھنے والے نے جب بہت اصرار کیا تو آپ نے بحلف کہا کہ وہی وصیت کی تھی جو سب کو کی تھی، مگر بات یہ ہوئی کہ لوگ عثمانؓ کی مخالفت میں مشغول ہو گئے اور دوسرے لوگوں کے حالات اور افعال عثمانؓ کے متعلق بہ نسبت میرے حالات اورافعال کے زیادہ خراب تھے۔ پھر شہادت عثمانؓ کے بعد میں نے یہ سمجھا کہ میں خلافت کا سب سے زیادہ مستحق ہوں اور میں نے اس کو حاصل کیا۔ اب خدا ہی جانے کہ ہم سے حق صادر ہوا یا خطا ہوئی۔ اس قول میں غور کرو جو بسند صحیح حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ خدا جانے ہم سے حق صادر ہوا یا خطا ہوئی باوجودیکہ وہ اس حدیث سے واقف تھے کہ عمارؓ کو گروہ باغی قتل کرے گا اور باوجودیکہ ان کو علم یہ تھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کا لشکر باغی ہے۔ پھر بھی اپنی خلافت کو محتمل خطا جانتے تھے۔ اور اس امر کی تصریح کرتے تھے کہ معاویہؓ کی تاویل سابق قطعی البطلان نہیں ہے بلکہ احتمال اس بات کا ہے کہ وہی حق ہو ورنہ حضرت علیؓ ایسا نہ کہتے۔

اگر کہو کہ حضرت علیؓ کا یہ قول از قبیل تواضع تھااور کسی انسان کامل کا ایسی خطا کا اقرار کرنا جو اس میں نہ ہو محض بوجہ انکسار و تواضع کے ہوا کرتا ہے۔

تو میں جواب دوں گا کہ یہ صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ حضرت علیؓ کا یہ فرمانا بوجہ انکسار کے تھا حق یہ ہے کہ بوجہ انکسار بھی ہو سکتا ہے۔ اور بوجہ اس کے بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت معاویہؓ کا احتمال صحیح ہو پس جب دونوں احتمال موجود ہیں اور کوئی قطعی البطلان نہیں ہے تو حضرت علیؓ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں معذور سمجھے جاویں گے۔ جیسا کہ اس کی تائید حضرت علیؓ کے قول سابق سے ہوتی ہے کہ میری طرف کے مقتول اور معاویہؓ کی طرف کے مقتول دونوں جنت میں ہیں۔ لیکن چونکہ دلیل صریح حضرت علیؓ کی طرف تھی۔ لہٰذا وہی امام برحق تھے۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے مقابلے میں باغی تھے۔ گو معذور ہوں پس اس بات پر غور کرو اور اس کے یاد کرنے اور تحقیق کرنے کی طرف توجہ کرو۔ تمہارے بہت سے شکوک اور خیالات دفع ہوجائیں گے، جن کی وجہ سے بہت لوگ مبتلائے خطا و گمراہی و انحراف از حق ہوتے رہتے ہیں۔

اگر تم کہو کہ حضرت معاویہؓ کے تاویل کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کو حکم دیا تھا کہ ہر بات میں اپنے والد کی اطاعت کرنا باوجودیکہ آنحضرتؐ جانتے تھے۔ کہ ان کے والد آئندہ چل کر حضرت معاویہؓ کے ساتھ ہو جائیں گے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کو حضرت علیؓ سے لڑنے کا حکم دیں گے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام ان باتوں پر مطلع کر دیا تھا جو آپ کے بعد آپ کی امت میں ہونے والی تھیں۔ اور تمام وہ امور آپ سے بیان کر دیئے تھے جو آپ کے بعد آپ کے اصحاب سے صادر ہونے والے تھے، جیسا کہ احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا

ہے' لہذا معلوم ہوتا ہے' کہ حضرت معاویہؓ حق پر تھے۔

تو جواب:۔ اس کا یہ ہے کہ ہم پہلے عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کی حدیث بیان کرتے ہیں وہ حدیث یہ ہے کہ آنحضرتؐ ایک دن عبداللہ کی والدہ کے پاس تشریف لے گئے۔ عبداللہ کو وہاں نہ پایا تو آپ نے ان کو پوچھا۔ ان کی والدہ نے کہا کہ وہ برابر روزہ رکھتے چلے جاتے ہیں۔ کبھی ترک نہیں کرتے' اور شب بیدار رہتے ہیں کبھی نہیں سوتے' اور گوشت نہیں کھاتے' اور اپنی بیوی کا حق ادا نہیں کرتے' پس آنحضرت ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ عبداللہ جب آئیں تو ان کو روک لینا یہ فرما کر آپ باہر تشریف لے گئے۔ اور پھر واپس آئے تو عبداللہ سے ملاقات ہوئی آپ نے ان کو ان سب باتوں سے منع کیا کہ یہ خلاف سنت ہیں۔ اور انہیں حکم دیا کہ کبھی روزہ رکھو اور کبھی ترک کر دو' کچھ دیر شب کو جاگو اور کچھ دیر شب کو سو رہو' اور گوشت بھی کھاؤ اور اپنی بیوی کا حق بھی ادا کرو' پھر حضرت نے ان سے ارشاد فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہو گا۔ جب تم چند ناکس لوگوں کے ساتھ رہ جاؤ گے۔ جنہوں نے اپنے عہدو پیمان فراموش کر دیئے ہوں گے' اور وہ باہم اختلاف کریں گے' انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اس وقت کے لئے آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا جو چیز تم جائز سمجھو اس کو کرو جو ناجائز سمجھو اس کو ترک کرو اور لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ پھر حضرت نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور ٹہلتے ٹہلتے ان کے والد کے پاس تشریف لے گئے اور ان کا ہاتھ ان کے والد کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ اور فرمایا کہ اپنے والد کی اطاعت کرو۔ پھر جب "صفین" کا دن آیا تو ان کے والد نے ان سے کہا کہ چلو اور لڑو' انہوں نے کہا اے باپ آپ مجھ کو حکم دیتے ہیں کہ میں جا کر لڑوں۔ حالانکہ آپ سن چکے ہیں کہ رسول خدا ﷺ اس دن مجھے کیا نصیحت کر رہے تھے' ان کے والد نے کہا میں تمہیں خدا کی

قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ رسول خدا ﷺ کی آخری نصیحت کیا یہ نہ تھی کہ تمہارا ہاتھ پکڑ کر میرے ہاتھ میں رکھدیا اور فرمایا کہ اپنے والد کی اطاعت کرنا' لہٰذا میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم چلو اور معاویہ کی طرف سے لڑو' چنانچہ یہ اپنی تلوار اٹھا کر چلے۔ یہ عبداللہ کی حدیث کا خلاصہ ہے۔ اس حدیث کی سند میں اختلاف ہے۔ ابن حبان نے تو اس کی توثیق کی ہے۔ مگر ابو حاتم وغیرہ نے اس کی تضعیف کی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ ابو حاتم ابن حبان سے زیادہ ماہر حدیث ہیں بلکہ ابن حبان توثیق میں سستی☆ کے ساتھ مشہور ہیں۔ لہٰذا اس حدیث سے استدلال کرنا ضعیف ہے۔

اور اگر اس حدیث کی صحت تسلیم کر لی جائے۔ تب بھی عبداللہ کی اطاعت اپنے والد کے حکم کی بحیثیت ابوت کے ہو گی' نہ بہ حیثیت اس کے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ امام برحق تھے۔ انتہائی بات یہ ہے کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا حکم اپنے بیٹے کے حق میں خلاف نہ ہو گا' اور ان پر اس کی اطاعت واجب ہو گی' اور وجہ خلاف نہ ہونے کی یہ ہو گی کہ وہ مجتہد تھے' اور ان کا ایک اجتہاد یہ بھی تھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ حق پر ہیں یہی بات اس حدیث سے بھی معلوم ہوتی ہے۔ نہ جو سائل کا دعویٰ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جو عبداللہ کو ان کے والد کی اطاعت کا حکم دیا۔ یہ حکم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے لڑنے کو بھی شامل ہے۔ تاکہ اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حق پر تھے۔

اس حدیث کے آخری مضمون پر دلالت نہ کرنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ عبداللہ پر اپنے والد کی اطاعت صرف انہیں امور میں واجب تھی جو ازروی ان کے اجتہاد کے خلاف حق نہ ہوں' اس سے زیادہ اس حدیث سے اور کچھ نہیں سمجھا جاتا۔

☆ غیر محتاط

پانچواں اعتراض:۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عمارؓ کے حق میں فرمایا تھا کہ تم لوگوں کو جنت کی طرف بلاؤ گے اور لوگ تم کو دوزخ کی طرف بلائیں گے' اس سے بالبداہت معلوم ہوتا ہے جن لوگوں کو عمارؓ نے جنت کی طرف بلایا تھا۔ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا گروہ تھا۔ پس آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا کہ وہ دوزخ کی طرف بلائیں گے اس امر کی دلیل صریح ہے کہ وہ گمراہی پر ہوں گے۔

جواب اس کا یہ ہے:۔ کہ یہ بات اس وقت ثابت ہوگی جبکہ حدیث کو صحیح مان لیا جائے اور اس کی تاویل ممکن نہ ہو مگر جبکہ حدیث ہی صحیح نہ ہو تو اس سے استدلال کیونکر ہو سکتا ہے اور یہاں یہی کیفیت ہے کیونکہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے اور ابن حبان کا صحیح کہنا اور لوگوں کے ضعیف کہنے کو رد نہیں کر سکتا خصوصاً" اس حال میں کہ ابن حبان صحیح کہنے میں سست مشہور ہیں۔

اچھا صحت اس کی تسلیم کرلینے کے بعد بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے کہ دوزخ کی طرف بلانے والے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے وہ لوگ ہوں جو مجتہد نہ تھے۔ ایسے لوگوں کا یہ کہنا کہ حضرت علیؓ کو چھوڑ کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف ہو جاؤ ناجائز تھا۔ لہٰذا وہی لوگ دوزخ کی طرف بلانے والے ہوں گے۔

چھٹا اعتراض:۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علیؓ پر خروج کیا اور ان سے لڑے باوجودیکہ حضرت علیؓ امام برحق تھے' باجماع اہل حل وعقد' اور افضل و اعدل و اعلم تھے بنص حدیث حسن' وہ حدیث یہ ہے۔ انا مدينة العلم وعلي بابها یہ حدیث بوجہ کثرت طرق کے حسن ہو گئی ہے جو لوگ اس کو موضوع کہتے ہیں وہ بھی صحیح نہیں ہے۔ اور جو اس کو صحیح کہتے ہیں وہ بھی درست نہیں۔ ائمہ محدثین نے کہا ہے کہ

صحابہؓ میں سے کسی کے فضائل و مناقب اس قدر وارد نہیں ہوئے۔ جس قدر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے وارد ہوئے' اور سبب اس کا یہ تھا کہ حضرت علیؓ جب خلیفہ بنائے گئے تو ان کے دشمن بہت ہو گئے اور افترا پردازوں نے ان کے معائب اور مثالب بہت گڑھے' اور ان کے بعد والوں کو بھی یہ دشمنی میراث میں ملی' اسی وجہ سے ائمہ محدثین نے اپنے اوپر لازم کرلیا کہ باطل کو رد کریں اور حضرت علیؓ کے فضائل کی جس قدر حدیثیں ان کو پہنچی ہیں ان کا اعلان کریں پس ہر شخص نے جس قدر حدیثیں فضائل و مناقب حضرت علیؓ کی اس کے پاس تھیں بیان کرنا شروع کر دیں۔

جواب:۔ اس کا یہ ہے کہ اس سے حضرت معاویہؓ پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا' ہاں اگر وہ یہ کام بغیر کسی تاویل محتمل کے کرتے تو البتہ۔ اور یہ کئی مرتبہ ثابت ہو چکا ہے کہ انہوں نے ایک تاویل محتمل کی بناء پر یہ کام کیا تھا۔ خود حضرت علیؓ کے کلام سے یہ بات معلوم ہوتی ہے اور یہ بھی ثابت ہوچکا ہے کہ وہ مجتہد تھے غایت یہ ہے کہ وہ مجتہد مخطی تھے۔ بہر حال وہ مستحق ثواب ہیں' نہ گنہگار' علاوہ اس کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تخصیص ایک صریح نا انصافی ہے۔ کیونکہ وہ اس بات میں اکیلے نہیں ہیں بلکہ بہت بڑے بڑے صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم اس میں ان کے موافق ہیں۔ جیسا کہ سیرو تواریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ حضرت معاویہؓ سے پہلے حضرت علی مرتضیٰؓ سے وہ لوگ لڑ چکے تھے۔ جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ بلند مرتبہ تھے مثل ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور زبیرؓ اور ان کے ساتھ والے صحابہ کے رضی اللہ عنہم یہ سب لوگ واقعہ ''جمل'' میں حضرت علیؓ سے لڑے یہاں تک کہ حضرت طلحہؓ شہید ہوگئے اور حضرت زبیرؓ واپس جارہے تھے اثنائے راہ میں قتل کردیئے گئے۔

اور تاویل ان لوگوں کی یہ تھی کہ حضرت علیؓ نے وارثان حضرت عثمانؓ کو

قاتلان حضرت عثمانؓ کے قتل کرنے سے روک دیا تھا۔ یہی تاویل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بھی تھی۔ پس جیسا کہ ان جلیل القدر صحابہ نے بوجہ اس تاویل کے حضرت علیؓ سے لڑنا جائز سمجھ لیا تھا' اسی طرح حضرت معاویہؓ اور ان کے اصحاب نے بھی ان کا قتل جائز سمجھ لیا تھا۔ اور باوجودیکہ وہ حضرت علیؓ سے لڑنا جائز سمجھتے تھے۔ حضرت علیؓ نے ان کی طرف سے عذر خواہی کی' بوجہ اس کے کہ ان کی تاویل قطعی البطلان نہ تھی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہمارے بھائیوں نے ہم سے بغاوت کی' اس کو ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے روایت کیا ہے۔ الفاظ اس روایت کے یہ ہیں کہ حضرت علیؓ سے "جنگ جمل" میں پوچھا گیا کہ اہل "جمل" جو آپ سے لڑے کیا مشرک ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ شرک سے تو وہ بھاگتے تھے۔ پوچھا گیا پھر کیا منافق ہیں' فرمایا کہ منافق اللہ کی یاد بہت کم کرتے ہیں۔ پوچھا گیا پھر وہ کیا ہیں۔ فرمایا کہ وہ ہمارے بھائی ہیں۔ انہوں نے ہم سے بغاوت کی ہے حضرت علیؓ نے ان کو اپنا بھائی کہا اس سے معلوم ہوا کہ ان کا اسلام بلکہ کمال اسلام باقی ہے اور وہ حضرت علیؓ سے لڑنے میں معذور تھے' حضرت علیؓ نے طلحہؓ اور زبیرؓ سے بھی "واقعہ جمل" میں فرمایا تھا کہ تم مجھ سے بیعت کیوں نہیں کرتے ان دونوں نے کہا کہ ہم خون عثمانؓ کے طالب ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ عثمانؓ کا خون میرے پاس نہیں ہے۔

عبدالرزاق نے زہری سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے جب فتنہ واقع ہوا تو اس کے بعد تمام صحابہ جو بہت تھے اور ان میں اصحاب بدر بھی تھے' اس بات پر متفق ہو گئے کہ جس قدر خونریزی بر بنائے تاویل قرآن ہوئی ہے وہ سب معاف ہے' اور جس قدر مال کی ہلاکت بربنائے تاویل قرآن ہوئی ہے اس کا ضمان نہیں ہے' اور جس قدر شرم گاہیں بربنائے تاویل قرآن حلال سمجھی گئیں۔ ان میں حد نہیں ہے مگر اب

جس قدر چیزیں موجود ہوں وہ ان کے مالکوں کو واپس دی جائیں۔ اور ابن ابی شیبہ اور سعید بن منصور نے اور بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ نے "واقعہ جمل" میں اپنے اصحاب سے فرمایا کہ کسی بھاگنے والے کا پیچھا نہ کرو' اور کسی زخمی پر حملہ نہ کرو' اور جو اپنے ہتھیار ڈال دے وہ امن پائے گا' اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے یہ اعلان دلوایا تھا کہ کسی بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے اور کسی زخمی پر حملہ نہ کیا جائے اور کوئی قیدی چھوڑا نہ جائے اور جو شخص دروازہ بند کر لے' اسے امن مل جائے گا' اور جو شخص اپنا ہتھیار ڈال دے وہ امن پائے گا۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ کوئی سامنے آنے والا قتل نہ کیا جائے' ہاں اگر وہ حملہ کرے تو پھر اس کا قتل جائز ہے۔ بشرطیکہ بغیر قتل کے اس کا دفعیہ ممکن نہ ہو' اور کسی بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے' اور کوئی شرمگاہ حلال نہ سمجھی جائے' اور کوئی دروازہ نہ کھولا جائے' اور کسی کا مال حلال نہ سمجھا جائے۔ اور ابن منیع نے اور حرث بن ابی اسامہ اور بزار اور حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم جانتے ہو کہ خدا کا حکم ان لوگوں کی بابت جو اس امت کے باقی رہ گئے ہیں کیا ہے میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب واقف ہے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ حکم ہے کہ زخمی پر حملہ نہ کیا جائے۔ قیدی قتل نہ کیا جائے' بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے۔ غنیمت کو پوشیدہ نہ کیا جائے۔ اور امام احمد اور نسائی اور طبرانی اور بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس نے خوارج حروریہ سے جو حضرت علی سے لڑے تھے اور بہت سے اعتراضات انہوں نے حضرت علی پر کئے تھے۔ منجملہ ان کے ایک اعتراض یہ تھا کہ حضرت علی نے قیدیوں کو لونڈی غلام نہ بنایا اور مال غنیمت کو نہ حاصل کیا' یہ کہا☆ کہ

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

کیا تم اپنی ماں عائشہؓ کو لونڈی بناتے' "واقعہ جمل" میں وہی تو سردار تھیں اور "جنگ جمل" انہیں کے حکم ہوئی تھی' کیا تم ان کے ساتھ بھی (معاذ اللہ) وہ باتیں کر سکتے تھے۔ جو کسی اور عورت کے ساتھ کر سکتے ہو۔ اگر تم ایسا کرو تو یقیناً کافر ہو جاؤ گے۔ اور اگر تم کہو کہ وہ ہماری ماں نہ تھیں تب بھی یقیناً تم کافر ہو جاؤ گے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗٓ اُمَّہٰتُہُمْ یعنی نبیؐ سب مسلمانوں کے' ان کی جان سے زیادہ حقدار ہیں اور ان کی بی بیاں سب مسلمانوں کی ماں ہیں' اب اس وقت تم دو گمراہیوں میں ہو پس ان میں سے جسے چاہو اختیار کر لو۔

پس اے صاحب توفیق رسول خدا ﷺ کے احکام کو جو باغیوں کے متعلق ہیں اور خود حضرت علی کے حکم کو باغیوں کی بابت غور کر اور حضرت ابن عباس نے جو کچھ بیان کیا اس پر غور کر' تجھے معلوم ہو جائے گا۔ کہ یہ بات بالکل صریح ہے' اس میں کسی قسم کی تاویل نہیں ہو سکتی کہ خوارج کے علاوہ جس قدر لوگ حضرت علی سے لڑے وہ سب مسلمان تھے اور وہ اپنے مرتبہ کمال پر باقی تھے اور جس اجتہاد نے ان کو حضرت علی سے لڑنے پر راغب کیا اس میں وہ معذور تھے اور وہ لوگ اس اجتہاد میں خطا پر تھے اور اگر اس لڑائی کی وجہ سے ان پر کسی قسم کا گناہ یا ان کے رتبہ میں کسی قسم کا نقص عائد ہوتا تو حضرت علی بعد لڑائی ختم ہونے کے ضرور ان پر عتاب کرتے' حالانکہ ایسا نہیں ہوا بلکہ لڑائی کے بعد حضرت علی نے کسی لڑنے والے سے کچھ تعرض نہیں کیا بلکہ ان سے نہایت حلم اور احسان اور صلح و منت کے ساتھ پیش آئے۔

نیز حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف میں وہ حدیث صحیح ہے جو آئندہ حضرت علی سے حالات خوارج کے متعلق منقول ہو گی' اس حدیث میں یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا کہ تم لوگوں کو قتل کرو گے اس حال میں کہ تم بہ نسبت ان

کے حق سے زیادہ قریب ہو گے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا گروہ بھی حق سے قریب تھا (ہاں زیادہ قریب نہ تھا) پس اب ان پر حضرت علی سے لڑنے کے باعث کوئی ملامت نہ رہی' اگرچہ وہ لوگ باغی تھے بوجہ اس کے کہ وہ مجتہد تھے اور تاویل کرتے تھے' یہ روایت اس بات کو صاف ظاہر کر رہی ہے۔ علاوہ اس کے عنقریب بیان ہو گا کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ترک خلافت کر دی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خوارج سے لڑنے کا بڑا اہتمام کیا' لہٰذا وہ بھی اس قول میں مخاطب ہو گئے کہ تم لوگوں کو قتل کرو گے' اس حال میں کہ تم حق کی طرف قریب تر ہو گے مگر یہ مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بعد شہادت حضرت علی اور نزول امام حسن کے حاصل ہوا اور کچھ شک نہیں کہ وہ اس وقت امام برحق ہو گئے' باقی رہا روافض کا یہ کہنا کہ جو حضرت علی سے لڑا وہ کافر ہے' ہرگز قابل اعتبار نہیں' کیونکہ یہ لوگ مثل چوپایوں کے ہیں' بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں' لہٰذا وہ ہرگز قابل خطاب اور لائق جواب نہیں ہیں' کیونکہ یہ لوگ معاند اور حق کے مخالف ہیں بلکہ یہ لوگ عناد اور بہتان میں کفار قریش کے مشابہ ہیں جن کو نہ کسی معجزہ نے نفع دیا نہ قرآن نے' بلکہ ان کے حق میں نافع قتل اور جلائے وطن ہے۔ کسی دلیل سے ان کی تسکین ہی نہیں ہوتی۔ ان کا ہدایت پانا محالات سے ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی حدیثوں سے ثابت ہوا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کے روبرو اپنے صاحبزادہ حسن رضی اللہ عنہ کی تعریف فرمائی کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے امید ہے کہ اللہ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہ میں صلح کرا دے گا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ کمال اسلام پر قائم تھے اور جو کچھ ان سے خلاف صادر ہوا اسمیں وہ معذور تھے گو امام برحق حضرت علی ہیں۔ "جمل و صفین" والے

حضرت علی سے محض اس وجہ سے لڑے تھے کہ ان کو یہ خیال تھا کہ حضرت علیؓ نے قاتلان عثمان سے قصاص نہیں لیا۔ حالانکہ حضرت علی اس سے بری تھے' باوجود اس کے پھر بھی حضرت علی نے ان کو معذور سمجھا' بوجہ اس کے کہ حضرت علیؓ جانتے تھے کہ یہ لوگ امام ہیں۔فقیہ ہیں اور آنحضرت ﷺ فرما چکے تھے کہ جب مجتہد سے اجتہاد میں غلطی نہ ہو تو اس کو دوہرا ثواب ملے گا اور اگر اس سے غلطی ہو جائے تو صرف ایک ہی ثواب ملے گا۔ پس حضرت علیؓ مجتہد غیر خاطی تھے لہٰذا ان کو دوگنا' بلکہ دس گنا ثواب ملے گا' جیسا کہ ایک روایت میں ہے اور حضرت علی سے لڑنے والے مثل عائشہ اور طلحہ اور زبیر اور معاویہ رضی اللہ عنہما اور عمرو بن عاص اور ان صحابہ کے جو ان کے ہمراہ تھے جن میں اہل بدر بھی شامل تھے مجتہد خاطی تھے۔ لہٰذا ان کو ایک ہی ثواب ملے گا۔ وہ لوگ حضرت علی کے مقابلے میں باغی تھے' مگر بغاوت کوئی مذمت نہیں ہے۔ جیسا کہ اوپر کئی بار بیان ہو چکا۔ پھر امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے باغیوں کے احکامات حضرت علی کے لڑنے والوں کے حالات سے سیکھے۔ امام شافعی نے ان لوگوں کو باغی کہا مگر یہ کوئی نقص نہیں ہے جیسا کہ تمہیں معلوم ہو چکا ہے کیونکہ وہ لوگ تاویل کرتے تھے اس سبب سے کہ وہ معذور تھے کیونکہ مجتہد دلیل کا پابند ہوتا ہے جیسا کہ اوپر مبسوط طریقہ سے بیان ہو چکا ہے۔ اسی وجہ سے وہ مستحق ثواب سمجھے گئے گو خطا پر تھے اسی پر علمائے معتبرین کا اجماع ہے۔

اگر کہو کہ بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ عمار کو گروہ باغی قتل کرے گا اور ان کے قتل کرنے والے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر والے تھے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی کے لشکر والے باغی تھے۔

توہم جواب دیں گے۔ کہ ہم اس کا انکار نہیں کرتے جیسا کہ اوپر بیان کر چکے ہیں

اور یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ وہ لوگ تاویل کرتے تھے اور جو باغی کہ مجتہد ہوں' اور ان کی تاویل قطعی البطلان نہ ہو' وہ گنہگار نہیں ہوتے بلکہ وہ مستحق ثواب ہوتے ہیں۔ گو ان کی تاویل فاسد ہو۔ یہ بھی سابق میں بیان ہو چکا ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے اپنے والد کے سامنے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے استدلال کیا تھا۔ جبکہ ان کے والد نے انہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو کر لڑنے کو کہا تھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کی تاویل کی تھی اور کہا تھا کہ عمار کے قاتل وہی لوگ ہیں جو عمار کو یہاں لائے وہی لوگ ان کے قتل کا باعث ہوئے انہوں نے قتل سے معنی مجازی مراد لئے ان کے نزدیک اس معنی مجازی کے قرائن قائم ہوں گے' پس یہ ایک ایسی تاویل ہے کہ مجتہد اس کے ساتھ تمسک کر سکتا ہے' گرچہ حق یہی ہے کہ یہ حدیث بصراحت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عمار کے قاتل وہی لوگ ہیں جو مرتکب ان کے قتل کے ہوئے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس تاویل سے زیادہ قریب العقل حضرت عمرو بن عاص کی تاویل ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں آیا ہے کہ انہوں نے کہا عمار کا قاتل دوزخ میں جائے گا۔ قاتل سے مراد وہی شخص ہے جس نے ارتکاب قتل کیا یا قتل میں اعانت کی ہو' اور خاص قاتل اور معین قتل کے دوزخی ہونے سے یہ نہیں لازم آتا کہ تمام گروہ ایسا ہی ہو۔ ان میں باہم کھلا ہوا فرق ہے کیونکہ اور لوگ مجتہد تھے اور تاویل کرتے تھے۔ اور قاتل اور معین قتل مجتہد نہ تھے۔ لہذا ان کی تاویل قابل التفات نہیں ہے۔ یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ وہ شخص حضرت عمار کے قتل کے مدعی تھے اور دونوں باہم جھگڑا کر رہے تھے حضرت عبداللہ بن عمرو نے یہ حدیث ان کے سامنے بیان کی تو ہر ایک نے ان کے قتل سے انکار کر دیا۔

جب حضرت عبداللہ نے بوجہ اس کے کہ فقہائے صحابہ اور زہاد و عباد میں سے تھے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاویل اور اپنے والد کی تاویل قبول کرنے میں تامل کیا اور بر ملا حضرت معاویہؓ کو اور ان کے ساتھیوں کو باغی کہا، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر تم کیوں ہمارے ساتھ ہو۔ انہوں نے کہا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں مگر لڑتا نہیں ہوں (وجہ اس کی یہ ہے کہ ایک مرتبہ) میرے والد نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے میری شکایت کی تھی، تو حضرت نے مجھ سے فرمایا تھا کہ تم اپنے والد کی اطاعت کرو جب تک وہ زندہ ہیں پس انہیں کے حکم سے میں آپ کے ساتھ ہوں۔ اس کی پوری بحث اوپر گذر چکی ہے۔

جو شخص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی وقت نظر کو بغور ملاحظہ کرے، اس کو یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ یہ افعال یہ لڑائیاں جو ان لوگوں سے صادر ہوئیں بہت کچھ بحث و مباحثہ کے بعد ہوئیں اور اپنے نزدیک انہوں نے امر حق اختیار کیا، اسی وجہ سے ان تمام باتوں میں ائمہ مسلمین نے سلف سے خلف تک ان کو معذور سمجھا خود حضرت علی نے بھی ان کو معذور سمجھا۔ پس اب کسی مسلمان کو ان دونوں گروہوں میں سے ایک پر بھی طعن کرنے کی گنجائش نہ رہی۔ بلکہ ہر مسلمان پر ضروری ہو گیا کہ اس بات کا اعتقاد رکھے کہ حضرت علی امام برحق ہیں اور ان سے لڑنے والے باغی ہیں اور دونوں معذور ہیں، مستحق ثواب ہیں، جو اس میں شک کرے وہ گمراہ ہے جاہل ہے یا معاند ہے، لہٰذا اس کی طرف التفات نہ کیا جائے اور نہ اس کا اعتبار کیا جائے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا معذور ہونا اس سے بھی ظاہر ہے کہ خود انہوں نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر گناہ کی بابت امید ہے کہ اللہ اسے بخش

دے، سوا اس گناہ کے کہ آدمی بحالت کفر مرجائے یا کسی مومن کو عمداً" قتل کردے، پس باوجود اس حدیث سے واقف ہونے کے، اگر وہ یہ نہ سمجھتے کہ جن مسلمانوں کو میں قتل کر رہا ہوں حق پر قتل کر رہا ہوں تو یقیناً وہ ان کو قتل نہ کرتے۔ ایک شخص خود ہی ایک حدیث روایت کرے اور پھر خود ہی اس کے خلاف کام کرے، سوا جاہل معزور کے یہ کام اور کس سے ہوگا۔ اور حاشا ثم حاشا کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور آپ کے کاتب وحی جن کے لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ وہ ہدایت یافتہ اور ہدایت کرنے والے ہوں اور اللہ ان کو حساب و کتاب کی تعلیم کرے اور ان کو عذاب سے بچائے۔ اور وہ معاویہ رضی اللہ عنہ جن کے عالم و فقیہ و مجتہد ہونے پر اتفاق ہے۔ ایسے جاہل مغرور ہوں۔

اگر کہو کہ یہ حدیث تو معتزلہ اور خوارج کی دلیل ہے کہ گناہ کبیرہ معاف نہیں ہوتے، مگر کوئی شخص گناہ کبیرہ کا ارتکاب کر کے توبہ کئے ہوئے مرجائے تو وہ ہمیشہ ہمیش دوزخ میں رہے گا۔

تو میں جواب دوں گا کہ اس حدیث میں ان کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ خٰلِدًا

یعنی جو شخص کسی مسلمان کو عمداً" قتل کرے اس کی سزا جہنم ہے، وہ اس میں ہمیشہ ہمیش رہے گا

پس جس طرح آیت کا مطلب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جو شخص قتل مومن کو جائز سمجھ

☆ اور جو کوئی قتل کرے مسلمان کو جان کر تو اس کی سزا دوزخ ہے پڑا رہے گا اسی میں اور اللہ کا اس پر غضب ہوا اور اس کو لعنت کی اور اس کے لئے تیار کیا بڑا عذاب۔ (سورہ نساء : ۹۳)

لے اس کی یہ سزا ہے بدلیل اس کے کہ اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے کہ شرک کے سوا اور جس گناہ کو اللہ چاہے بخش دے۔ نیز فرمایا ہے کہ اللہ بخش دیتا ہے سب گناہوں کو پس اسی طرح اس حدیث میں بھی تاویل کی جائے گی۔

اس مقام پر بہت سے گمراہ فرقے جو اس بات کے قائل ہیں کہ مرتکب کبیرہ اگر بغیر توبہ کئے مرجائے تو ہمیشہ دوزخ میں رہتا ہے گمراہ ہو گئے ہیں۔ اور وہ معتزلہ اور خوارج ہیں فرق ان دونوں میں یہ ہے کہ جو مومن بحالت فسق مرا خوارج کہتے ہیں کہ وہ کافر مرا اور معتزلہ کہتے ہیں کہ وہ نہ مومن ہے اور نہ کافر' اور فرقہ مرجیہ اس بات کا قائل ہے کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ ضرر نہیں پہنچاتا' جس طرح کفر کے ساتھ کوئی عبادت نفع نہیں دیتی۔ اس فرقہ کا تمسک اس آیت سے ہے۔ يغفر الذنوب جميعًا یعنی اللہ سب گناہوں کو بخش دیتا ہے' مگر اس آیت سے ان کا تمسک صحیح نہیں کیونکہ دوسری آیتوں سے اس آیت کے مطلب کی توضیح ہو گئی ہے۔ احادیث سے بلکہ اجماع سے جو تواتر معنوی کی حد تک پہنچ گیا ہے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ اس امت کے کچھ گنہگار دوزخ میں ضرور داخل ہوں گے' پھر ان کے لئے ہمارے نبیؐ کی شفاعت ہو گی اور وہ دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کئے جائیں گے۔

ساتواں اعتراض:۔ بطرق متعددہ مروی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا مجھے رسول خدا ﷺ نے (۱) ناکثین (۲) قاسطین (۳) مارقین☆ سے لڑنے کی وصیت کی تھی اور یہ تینوں وصف حضرت معاویہ ؓ اور ان کے ساتھیوں میں موجود تھے اور یہ بات حضرت معاویہ ؓ کے لئے سخت نقص ہے۔

☆ (۱) پیمان شکن (۲) ظالم (۳) دین سے فراری اختیار کرنے والا (ادارہ)

جواب:۔ اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث "واقعہ صفین" کے پہلے فائدہ میں مذکور ہو گی اور وہاں بیان کیا جائے گا کہ یہ حدیث ضعیف ہے' اور اگر صحیح بھی ہو تو اس کی تاویل کی جائے گی لہٰذا اس مقام کو دیکھو۔

یہاں قابل غور ایک بات یہ بھی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے لڑے جن میں بہت سے صحابہ تھے اور خوارج سے بھی لڑے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بھی لڑے۔ لہٰذا اس حدیث کو صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر محمول کرنا سخت ناانصافی ہے بلکہ جس قدر لوگوں سے حضرت علی لڑے سب پر یہ حدیث محمول ہو سکتی ہے' اور ان الفاظ کی تاویل ممکن ہے چنانچہ میں بھی اسی فائدہ کے شروع میں بیان کروں گا' اس کو غور کرنا اور خیال میں رکھنا کیونکہ وہ ایک عمدہ بات ہے۔

تنبیہہ:۔ اہل سنت کی ایک عمدہ دلیل اس موقع پر یہ ہے کہ حضرت علی نے جو اپنے مخالفین یعنی اہل "جمل و خوارج واہل صفین" سے قتال کیا' باوجودیکہ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اور حضرت ابوبکر سے اور ان لوگوں سے جنہوں نے حضرت ابوبکر کو خلیفہ کیا تھا' نہ لڑے حالانکہ ان لوگوں نے حضرت علی سے مشورہ بھی نہ لیا تھا۔ باوجودیکہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور داماد تھے اور شجاع اور عالم اور صاحب مناقب تھے' اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی نہ لڑے' ان کو حضرت ابوبکر نے خلیفہ کیا تھا نیز اہل شوریٰ خاص کر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے بھی نہ لڑے جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کیا تھا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی کے پاس کوئی یقینی کیا معنی ظنی روایت بھی اس قسم کی نہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صراحتاً" یا اشارتاً" خلیفہ کر دیا تھا۔ ورنہ کسی مسلمان کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ سکوت جس پر ایسے

مفاسد مترتب ہوئے کہ اب ان کا تدارک نہیں ہو سکتا' جائز نہ ہو گا کیونکہ جب وہ خلیفہ منصوص تھے' باوجود اس کے انہوں نے دوسرے کو خلیفہ ہو جانے کا موقع دیا۔ حالانکہ اس کی خلافت باطل تھی اور اس کے تمام احکام باطل تھے تو اس کا گناہ حضرت علیؓ ☆ پر ہو گا۔

شیعوں کا خیال ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وجہ سے خاموش تھے کہ وہ بالکل مغلوب تھے' یہ باطل ہے اس لئے کہ وہ زبان سے ضرور امر حق کو ظاہر کر سکتے تھے اور اس گناہ سے بری الذمہ ہو سکتے تھے۔ اگر وہ کہہ دیتے کہ مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ کر دیا ہے اگر تم لوگ خلافت میرے حوالہ کرو تو بہتر ورنہ میں صبر کروں گا تو یقیناً کوئی صحابی ان کو ملامت نہ کرتا۔ اگرچہ وہ سب سے کمزور ہی کیوں نہ رہے ہوں مگر جبکہ انہوں نے ایسا نہ کہا تو ان کا یہ سکوت اس بات کو صاف ظاہر کر رہا ہے کہ ان کو

☆ واقعی یہ استدلال نہایت مضبوط اور ایک ایسا برہان ہے جس سے زبردست فیصلہ مذہب شیعہ کے متعلق حاصل ہوتا ہے۔ حضرت علیؓ کے تینوں خلفاء سے جنگ نہ کرنے کے متعلق یکے بعد دیگرے چار عذر شیعوں نے تراشے ہیں' مگر ایک عذر بھی خود انہیں کے اصول مذہبی کے مطابق صحیح نہیں قرار پاتا اور قطعی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یا تو وہ تینوں خلافتیں برحق تھیں اور مذہب شیعہ نے جو خرافات ان کے متعلق گھڑی ہیں سب باطل محض ہیں' اور یا حضرت علی ان سے جنگ نہ کرنے میں خاطی' بلکہ عاصی بلکہ سخت کبیرہ گناہ کے مرتکب ہوئے' معاذاللہ منہ - پورا استدلال اور اس کی مفصل تقریر بحوالہ کتب شیعہ "مباحثہ کبریاں" میں دیکھو ایک مرتبہ "النجم" میں بھی استدلال شائع کیا گیا جس کے جواب میں مجتہدین شیعہ نے "سہیل" میں اپنی پوری طاقت ختم کر دی مگر راہ بجائے نبردند۔

نہ کوئی حکم خلافت ملا تھا۔ نہ خلافت کے کسی کام کے متعلق ان کو وصیت ہوئی تھی پس ان کے مغلوب ہونے کا دعویٰ باطل ہو گیا۔

یہ دعویٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مغلوبیت کا اس سے بھی باطل ہوتا ہے کہ اگر ان کے پاس اس کے متعلق کوئی حکم ہوتا اور وہ طلب خلافت کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے تو ان کے مقابلے میں کوئی شخص نہ ٹھہرتا بلکہ وہ تنہا یا اپنی قوم بنی ہاشم کے ساتھ مل کر جن کی تعداد اور شجاعت بہت بڑھی ہوئی تھی' اپنا حق لے لینے پر' اور جو شخص ان سے مزاحمت کرے اس کے قتل کرنے پر خواہ وہ کوئی ہو قادر تھے' خصوصاً" اس حالت میں کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ رئیس قریش نے ان سے کہا تھا۔ کہ اگر تم چاہو تو میں مدینہ کو سوار اور پیادوں سے بھر دوں' مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بہت سختی سے انکار کیا۔

بعض اکابر روافض جو اس بات کے قائل تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کی وصیت تھی اور یہ وصیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم بھی تھی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو اپنے لئے حصول خلافت کی کوشش نہ کی اس میں کوئی عذر بھی ان کے پاس نہ تھا۔ لہٰذا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تکفیر کے قائل ہو گئے معاذاللہ منہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے باوجود قدرت کے حق کو ترک کر دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کبھی نہیں کہا کہ مجھے خلافت کی وصیت کی گئی ہے' اسی سے تم کو معلوم ہو سکتا ہے کہ شیعوں کے افترا و بہتان کی کیا حالت ہے' وہ جو کہتے ہیں کہ یہ وصیت احادیث میں مروی ہے یہ سب زور و بہتان ہے۔ اپنے عقائد باطلہ کی ترویج کے لئے ان لوگوں نے گڑھ لیا ہے۔ لہٰذا ایسی حدیثوں کی نہ روایت جائز ہے نہ سننا درست ہے' ہاں بہت سی روایتوں میں ایسے مضامین وارد ہوئے ہیں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ و عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کی صحت پر دلالت کرتے ہیں حتیٰ کہ اس قسم کی حدیثیں

خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔

منجملہ ان کے وہ حدیث ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح مروی ہے کہ انہوں نے "جنگ جمل" میں فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت کے بارہ میں کوئی حکم ہم کو نہیں دیا کہ ہم اس پر عمل کرتے بلکہ یہ ہمارا اجتہاد تھا اور اسی اجتہاد سے لوگ خلیفہ بنائے گئے اور انہوں نے بہت ٹھیک کام کئے۔ اور ایک روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے۔ اور انہوں نے بہت ٹھیک کام کئے۔ اور ایک روایت میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ ابوبکرؓ خلیفہ بنائے گئے' اور انہوں نے موافق سنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کئے اور انہیں کی روش پر چلتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وفات دی۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے اور انہوں نے بھی ویسے ہی کام کئے' جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کیا کرتے تھے۔ اور انہیں کی روش پر چلتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وفات دی اور ایک دوسری روایت میں ہے جو بہت سندوں سے مروی ہے اور ان میں سے ایک سند صحیح ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ کے بعد کون شخص خلیفہ بنایا جائے گا۔ حضرت نے فرمایا اگر تم لوگ ابوبکر کو خلیفہ بناؤ گے تو انہیں تم امین اور دنیا کی طرف سے بے رغبت اور آخرت کا طالب پاؤ گے اور اگر تم عمر کو خلیفہ بناؤ گے تو انہیں قوی اور امین پاؤ گے' خدا کی راہ میں ان کو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اثر نہ کرے گی۔ اور اگر تم علی کو خلیفہ بناؤ گے مگر میرا خیال نہیں ہے کہ تم ان کو خلیفہ بناؤ تو تم ان کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ پاؤ گے۔ وہ تم کو راہ راست پر چلائیں گے' پس اس حدیث کو غور سے دیکھو اس سے تم کو معلوم ہو جائے گا کہ جس ترتیب خلافت پر صحابہ کرام نے اتفاق کیا ہے وہ حق تھی اور جو شخص ان خلافتوں کے حق ہونے میں تامل کرے چہ جائیکہ ان پر

طعن کرنا' تو اس کا سبب محض اس کا فریب و عناد ہے اور آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا کہ میں نہیں خیال کرتا کہ تم علی کو خلیفہ بناؤ اور اس پر اعتراض نہ کرنا' صریح اجازت اس بات کی ہے کہ جس بات پر صحابہ کا اجتہاد متفق ہو جائے اسی پر عمل کرنا چاہئے علاوہ اس کے زمانہ مرض وفات میں آنحضرت ﷺ کا ابو بکر صدیق کو امام نماز کر دینا روشن دلیل ان کی خلافت کی ہے جیسا کہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اکثر روایات میں اس واقعہ سے حضرت ابوبکر صدیق کی تقدیم خلافت اور افضلیت پر استدلال کیا ہے۔ اس لئے بہت سے علماء نے دعویٰ کیا ہے کہ حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت منصوص ہے۔ نیز ایک ضعیف روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خلیفہ نہ کرنے میں اپنا یہ عذر بیان فرمایا کہ اگر میں کسی خاص شخص کو خلیفہ کر دوں اور لوگ اس کی اطاعت نہ کریں گے تو ان پر عذاب نازل ہو جائے گا۔ اور ایک روایت میں بسند صحیح مروی ہے صرف اس کے ایک راوی کا نام معلوم نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب "مسجد نبوی" کی بنیاد ڈالی تو آپ نے ایک پتھر اٹھا کر رکھ دیا پھر ابوبکر نے ایک پتھر لا کر رکھا پھر عمر نے ایک پتھر لا کر رکھا' پھر عثمان نے ایک پتھر لا کر رکھا آنحضرت ﷺ سے اس کی بابت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے بعد خلافت اسی طرح ہو گی۔ اور ایک صحیح روایت میں ہے کہ جب نبی ﷺ نے مسجد شریف کی بنیاد ڈالی تو آپ نے ایک پتھر بنیاد پر رکھا اور فرمایا کہ میرے پتھر کے برابر ابوبکر ایک پتھر رکھ دیں' پھر ان کے پتھر کے برابر عمر ایک پتھر رکھ دیں' پھر ان کے پتھر کے برابر عثمان ایک پتھر رکھ دیں' بعد اس کے آپ نے فرمایا کہ یہی لوگ میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔ اور ایک روایت میں وارد ہوا ہے جس کی بعض سندیں موضوع اور اور بعض سندیں صحیح ہیں کہ آنحضرت ﷺ ایک باغ میں تشریف لے گئے اور ایک شخص کو دروازہ پر معین کر

دیا اتنے میں ابوبکر آئے اور انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا' رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ اے انس دروازہ کھول دو اور ان کو جنت کی اور میرے بعد خلافت کی بشارت دو' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا' بعد اس کے عمر آئے اور انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا' حضرت نے ان کے لئے بھی ایسا ہی فرمایا اور فرمایا کہ ابوبکر کے بعد خلافت کی بشارت ان کو دو۔ پھر عثمان آئے ان کے لئے بھی حضرت ﷺ نے ایسا ہی فرمایا۔ اور فرمایا کہ عمر کے بعد خلافت کی بشارت ان کو دو اور خبر دو کہ وہ قتل کئے جائیں گے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح مروی ہے وہ کہتے تھے کہ ہم رسول خدا ﷺ کے زمانے میں کہا کرتے تھے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ و عثمان رضی اللہ عنہ یہ تینوں خلیفہ ہوں گے اور ایک روایت میں ہے کہ لوگوں نے پوچھا سب سے زیادہ خلافت کا سزاوار کون ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ابوبکر' لوگوں نے پوچھا پھر کون فرمایا عمر' لوگوں نے پوچھا پھر کون فرمایا عثمان' مگر اس روایت کی سند میں ایک راوی کذاب ہے۔ لہٰذا یہ حدیث قابل استدلال نہیں ہے۔ اور ایک روایت میں بواسطہ واقدی کے منقول ہے۔ مگر حافظ ہیثمی نے کہا ہے کہ اس کی سند میں بھی ایک راوی ایسا ہے جس کو میں نہیں جانتا کہ آنحضرت ﷺ نے حراش بن امیہ سے کچھ وعدہ کیا حراش نے عرض کیا کہ اگر میں آپ کو نہ پاؤں' مراد ان کی یہ تھی کہ آپ کی وفات ہو جائے تو حضرت نے فرمایا کہ ابوبکر کے پاس جانا انہوں نے پوچھا کہ اگر ان کو بھی نہ پاؤں' آپ نے فرمایا کہ عمر کے پاس جانا انہوں نے پوچھا کہ اگر ان کو بھی نہ پاؤں' فرمایا عثمان کے پاس جانا' انہوں نے پوچھا کہ اگر ان کو بھی نہ پاؤں تو حضرت نے سکوت کیا یہاں تک کہ انہوں نے دو مرتبہ یا تین مرتبہ پوچھا اور حضرت نے سکوت کیا۔ انہوں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ فضل خدا کا ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور ایک اور روایت میں ہے مگر حافظ مذکور نے اس کی بابت بھی کہا ہے کہ اس

کی سند میں بھی ایک راوی ایسا ہے کہ میں اس کو نہیں جانتا کہ آنحضرت ﷺ نے "مسجد قبا" کے سامنے اپنی لاٹھی سے ایک خط کھینچا' بعد اس کے اس پر ایک پتھر رکھ دیا' پھر ابوبکر کو حکم دیا کہ تم اس کے پہلو میں ایک پتھر رکھ دو پھر آپ نے عمر کو حکم دیا پھر عثمان کو حکم دیا کہ تم اس کے پہلو میں پتھر رکھ دو۔ بعد اس کے آپ نے اور لوگوں کو اشارہ کیا کہ ہر شخص اپنا پتھر جہاں چاہے اس خطہ پر رکھ دے اور ایک صحیح روایت میں وارد ہوا ہے کہ ایک شخص نے اپنا خواب نبی پاک ﷺ سے بیان کیا کہ گویا ایک ترازو آسمان سے اتری ہے اور آپ اور ابوبکر اس میں تولے گئے تو آپ کا پلہ بھاری رہا پھر ابوبکر اور عمر تولے گئے تو ابوبکر کا پلہ بھاری رہا پھر عمر اور عثمان تولے گئے تو عمر کا پلہ بھاری رہا بعد اس کے وہ ترازو اٹھالی گئی۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا یہ خلافت نبوت ہے اس کے بعد اللہ جسے چاہے گا بادشاہت دے گا۔ نیز ایک صحیح روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے' ان میں سے ابوبکر صدیق ہیں وہ میرے بعد تھوڑے ہی دن رہیں گے اور عمر ہیں وہ عمدہ زندگی پائیں گے اور شہید ہو کر مریں گے' بعد اس کے آپ نے فرمایا اے عثمان اگر اللہ تم کو کوئی لباس عنایت کرے اور لوگ تم سے اس لباس کو اتارنا چاہیں تو تم ہرگز نہ اتارنا۔ خدا کی قسم اگر تم اتار دو گے تو محبت کو کبھی نہ دیکھو گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ سے نکل جائے۔ اور ایک ضعیف روایت میں ہے جس کی ابن حبان نے توثیق کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے واذا اسر النبی الی بعض ازواجه حدیثا جب نبی نے اپنی کسی بی بی سے پوشیدہ طور پر کوئی بات کہی' کی تفسیر میں مروی ہے کہ وہ بات یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ نے ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا کہ میرے بعد ابوبکر خلیفہ ہوں گے اور ابوبکر کے بعد عمر خلیفہ ہوں گے۔

اور ایک ضعیف روایت میں ہے کہ ایک عرابی نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ میں اپنی زکوٰۃ آپ کے بعد کس کو دوں' آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر کو' اس نے پوچھا کہ اس کے بعد کس کو دوں تو آپ نے فرمایا کہ عمر کو' پھر اس نے پوچھا کہ پھر کس کو تو آپ نے فرمایا کہ عثمان کو' اس نے پوچھا کہ پھر کس کو تو آپ نے فرمایا کہ پھر اپنی رائے سے کسی کو تجویز کر لینا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے کہا کہ خلیفہ کی بابت نبی ﷺ سے پوچھو۔ چنانچہ اس نے پوچھا حضرت نے فرمایا۔ ابوبکر حضرت علی نے کہا پوچھو پھر کون حضرت نے فرمایا عمرؓ حضرت علی نے کہا پوچھو کہ پھر کون چنانچہ اس نے پوچھا حضرت نے فرمایا جب عمر مر جائیں تو اگر تم سے ہو سکے تم بھی مر جانا اور ایک صحیح روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے چند کنکریاں ہاتھ میں لیں وہ کنکریاں آپ کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگیں۔ پھر آپ نے وہ کنکریاں ابوبکر کے ہاتھ میں دیں ابوبکر کے ہاتھ میں بھی ان کنکریوں نے تسبیح پڑھی پھر آپ نے وہ کنکریاں عمر کے ہاتھ میں دیں ان کے ہاتھ میں بھی ان کنکریوں نے تسبیح پڑھی' پھر آپ نے وہ کنکریاں عثمان کے ہاتھ میں دیں ان کے ہاتھ میں بھی ان کنکریوں نے تسبیح پڑھی۔ پھر آپ نے وہ کنکریاں حضرت علی کے ہاتھ میں دیں' ان کے ہاتھ میں جا کر وہ کنکریاں گنگ ہو گئیں۔ زہری سے مروی ہے کہ یہ واقعہ خلافت کی طرف اشارہ ہے اور نیز بسند صحیح مروی ہے کہ زیدؓ بن حارثہ کی وفات دفعتاً" ہو گئی' ایک چادر ان کے جسم پر ڈال دی گئی تھی' لوگوں نے مغرب و عشاء کے درمیان میں ایک آواز چادر کے نیچے سے سنی' جس کو لوگوں نے کچھ سمجھا نہیں' بعد اس کے ان کے منہ سے اور سینہ سے یہ آواز آئی کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے آنحضرت ﷺ کی تعریف بیان کی پھر آواز آئی کہ ابوبکر رسول خدا ﷺ کے خلیفہ ہیں اور ان کی مدح کی۔

پھر آواز آئی کہ عمر امیرالمومنین ہیں اور ان کی مدح کی۔اس کے بعد آواز آئی کہ عثمان امیرالمومنین ہیں اور ان کی مدح کی اور ہر بار ان کی زبان سے آواز آتی تھی کہ سچ کہا۔ اور ایک ایسی سند سے جس کی نسبت حافظ مذکور نے کہا ہے کہ اس کے بعض راویوں کو میں نہیں جانتا۔ مروی ہے کہ حضرت حفصہ نے کہا کہ یارسول اللہ آپ بیمار ہیں اور آپ نے ابوبکر کو امام کر دیا ہے۔ حضرت نے فرمایا میں نے ان کو امام نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے ان کو امام کیا ہے۔ نیز ایک ایسی ہی سند سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا میرے پاس دوات اور شانے کی ہڈی لاؤ میں ایک تحریر لکھ دوں کہ اس کے بعد پھر تم کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ آپ نے ہماری طرف سے پیٹھ پھیر لی۔ بعد اس کے پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اللہ اور مسلمان سوا ابو بکر کے اور کسی سے راضی نہ ہوں گے۔ اور نیز بسند ضعیف وارد ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ (ایک مرتبہ) انصار میں صلح کرا کر لوٹے تو آپ نے دیکھا کہ ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھا رہے ہیں۔ پس آپ نے بھی ان کے پیچھے نماز پڑھ لی۔ اور ایک صحیح مگر منقطع روایت میں وارد ہوا ہے کہ کسی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفتہ اللہ کہا۔ انہوں نے کہا میں خلیفتہ اللہ نہیں ہوں۔ خلیفہ رسول اللہؐ ہوں۔ اور میں اسی لقب سے خوش ہوں۔ نیز بسند صحیح وارد ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اللہ عزوجل تم کو ایک لباس (یعنی لباس خلافت) پہنانے والا ہے پس اگر منافق لوگ تم سے وہ لباس اتارنا چاہیں تو تم نہ اتارنا یہی آپ نے دو مرتبہ یا تین مرتبہ فرمایا۔ نیز بسند منقطع مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان چھ آدمیوں کی بابت جن میں انہوں نے خلافت کو دائر کیا تھا فرمایا کہ عبدالرحمٰن بن عوف جس سے بیعت کر لیں، اس سے تم سب لوگ بیعت کر لینا اور جو شخص نہ بیعت کرے اس کی گردن مار دینا۔ نیز بسند ضعیف مروی ہے کہ حضرت

عبدالرحمٰن بن عوف سے کسی نے پوچھا کہ آپ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر کیوں بیعت کر لی تو انہوں نے کہا کہ سب سے پہلے ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنا چاہی تھی مگر ان سے ہم نے یہ شرط کی کہ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت ابی بکرؓ و عمرؓ پر چلنا تو انہوں نے کہا ہاں جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا۔ بعد اس کے ہم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہی شرط پیش کی تو انہوں نے بغیر کسی شرط کے اس کو منظور کر لیا۔ لہٰذا انہیں کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ نیز بسند حسن مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ "مدینہ" سے باہر بیمار ہو گئے تو لوگوں نے ان کو مشورہ دیا کہ مدینہ چلے چلئے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ مر جائیں اور نعش مدینہ لے جانے میں دقت ہو' تو انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرما گئے ہیں کہ تم جب تک خلیفہ نہ ہو گے نہ مرو گے' پھر تمہاری یہ داڑھی خون میں رنگین ہو گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ان کو لعین عبدالرحمٰن بن ملجم خارجی نے شہید کیا۔ نیز بسند صحیح مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی اگر تم میرے بعد خلیفہ بنائے جاؤ تو "نجران" میں جو عرب کا ایک جزیرہ ہے چلے جانا نیز بسند ضعیف مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ مجھے اپنی موت کی خبر دی گئی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کسی کو خلیفہ بنا دیجئے۔ آپ نے فرمایا' کس کو انہوں نے کہا ابو بکر کو۔ آپ نے سکوت کیا۔ پھر عمر کے بارے میں کہا آپ نے سکوت کیا۔ پھر علی کے بارے میں کہا۔ تو آپ نے بتبسم فرمایا کہ اگر لوگ علی کی اطاعت کریں گے تو سب کے سب جنت میں داخل ہو جائیں گے☆۔

☆ یہ روایت صرف ضعیف ہی نہیں بلکہ خالص سبائی ذہن کی تخلیق کردہ نظر آ رہی ہے۔

آٹھواں اعتراض:۔ روایت ہے کہ شداد بن اوس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اس وقت عمروؓ بن عاص ان کے پاس انہیں کے فرش پر بیٹھے ہوئے تھے۔ شداد رضی اللہ عنہ جا کر ان دونوں کے درمیان میں بیٹھ گئے اور کہا آپ جانتے ہیں کہ میں آپ دونوں کے درمیان میں کیوں بیٹھ گیا' وجہ اس کی یہ ہے کہ میں نے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جب تم معاویہ اور عمرو کو ایک جگہ دیکھو تو ان کے درمیان میں فرق کر دو۔ کیونکہ وہ دونوں عذر ہی کے لئے یکجا ہوں گے۔ لہٰذا میں نے چاہا کہ میں آپ دونوں کے درمیان میں تفریق کر دوں۔ اس روایت سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی انتہا درجے کی برائی ثابت ہوتی ہے۔

جواب:۔ اس کا اول یہ ہے کہ یہ حدیث پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی۔ کیونکہ حافظ ہیثمی نے اس کی بابت کہا ہے کہ اس کی سند میں بعض راویوں کو میں نہیں جانتا دوسرے یہ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمرو رضی اللہ عنہ چونکہ عقلائے عرب میں سے تھے پس اگر بالفرض یہ حدیث صحیح بھی ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود یہ ہو گا کہ یہ دونوں ایک جگہ مجتمع نہ ہونے پائیں ورنہ ان کا اجتماع کبھی کسی امر دنیوی کے لئے ہو جائے گا۔ جس میں دوسروں کو ضرر پہنچے گا یہی مطلب لفظ عذر سے ظاہر ہوتا ہے اس سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی کوئی برائی اس اجتہاد کے متعلق جو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنے میں کیا تھا نہیں نکلتی ہے۔ اس تاویل کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمرو رضی اللہ عنہ دونوں کی تعریف ثابت ہوتی ہے۔

خاتمہ:۔ اس میں چند جدید فوائد بیان کئے جائیں گی کہ اکثر ہمارے اس مقصد سے تعلق رکھتے ہیں ان کے بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ فوائد مشہور کتابوں میں کہیں

یکجا نہیں ہیں۔ بلکہ اکثر غیر مشہور کتابوں سے لئے گئے ہیں مثل اور مضامین سابقہ کے' یہ فوائد بہت عظیم الشان ہیں کیونکہ ان کے لکھنے والے کاملین اور حفاظ سنت سے ہیں اور بعض فوائد ایسے ہیں جو سابقاً" بیان ہو چکے ہیں۔ ان کو مکرر نہ سمجھنا بلکہ وہ کسی مزید فائدہ کی غرض سے بیان کئے گئے ہوں گے علاوہ اس کے ایسے موقعوں پر تکرار معیوب نہیں ہے۔ تکرار معیوب اس مقام پر ہوتی ہے جہاں اختصار مقصود ہو۔

پس منجملہ:۔ ان فوائد کے ایک یہ ہے کہ ائمہ اصول وغیرہ کا اس امر پر اتفاق ہو گیا ہے کہ صحابہ کرام کے باہمی جھگڑوں کے متعلق سکوت کرنا چاہئے اس سے یہ نہ سمجھنا کہ جو کچھ ہم نے بیان کیا انہوں نے اس کے خلاف کام کیا کیونکہ ہم سکوت کا مطلب مبسوط طریقہ سے اوپر بیان کر چکے ہیں۔ اور یہی جواب دیا جائے گا۔ حافظ نور ہیثمی کی طرف سے جو انہوں نے کہا ہے کہ اگر امام احمد بن حنبل اور ان کے علاوہ اور مصنفین مسانید جن کا ذکر انہوں نے اپنی کتاب "مجمع الزوائد" میں کیا ہے ان واقعات کو جو صحابہ میں باہم پیش آئے نہ ذکر کرتے تو میں بھی نہ ذکر کرتا تم کو اوپر معلوم ہو چکا ہے۔ کہ سکوت کرنے کے کیا معنی ہیں۔ بعض اوقات سکوت نہ کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ خصوصاً" جبکہ عوام اس میں شورش کریں اور بعض محدثین نے مثل ابن قتیبہ☆ کے اس کے متعلق کتابیں لکھ دی ہیں' باوجودیکہ ان کو چاہیے تھا کہ اس قسم کی ظاہری باتوں کو نہ ذکر کرتے اور اگر خواہ مخواہ ذکر کرنا ہی تھا تو موافق قواعد اہل سنت کے ان کا مطلب بیان کر دیتے تاکہ کوئی بدعتی یا جاہل اس سے تمسک نہ کر سکتا مگر انہوں نے ایسا نہ کیا اور اپنی کتابوں میں تمام رطب دیا بس بھر دیئے اور ان کو یوں ہی چھوڑ دیا جس سے علمائے راسخین کے علاوہ اور لوگوں کو نقصان پہنچا۔

☆ ایسے لوگوں کو محدثین اہل سنت میں شمار کرنا صحیح نہیں

منجملہ:۔ ان فوائد کے ایک یہ ہے کہ اے مخاطب تجھ پر لازم ہے کہ اپنے دل میں کسی صحابی کی طرف سے بغض نہ رکھ۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی صفائی اور انصاف کی حالت میں غور کرو اور دیکھو کہ وہ باہم ایک دوسرے کی کیسی تعظیم کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت سعد' ابن وقاص اور خالد بن ولید کے درمیان میں کچھ رنجش ہو گئی کسی شخص نے چاہا کہ حضرت خالد ؓ کی کچھ برائی حضرت سعد ؓ کے سامنے بیان کرے' حضرت سعد ؓ نے کہا چپ رہ' جو شکر رنجی ہمارے آپس میں ہے اس کا اثر ہمارے دین تک نہیں پہنچا۔ روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) حضرت عثمان ؓ لوگوں کو نماز پڑھا کر ایک گوشہ میں لیٹ گئے اور درہ ان کے پاس تھا' اسی اثنا میں حضرت علی ؓ اپنا عصا لئے ہوئے آئے اور حضرت عثمان ؓ کے سر کے پاس کھڑے ہو گئے۔ حضرت عثمان ؓ کو بیدار کیا وہ اٹھے حضرت علی ؓ نے ان سے کہا کہ کیا آپ نے فلاں شخص کی جائیداد مول لی ہے حالانکہ رسول خدا ﷺ نے اس کے پانی کے چشمہ کو وقف کر دیا تھا۔ پس اس کی بابت دونوں میں باہم گفتگو ہونے لگی۔ حضرت عباس ؓ نے آکر بیچ بچاؤ کر دیا۔ حضرت عثمان ؓ نے حضرت علی ؓ پر درہ اٹھایا اور حضرت علی ؓ نے ان پر عصا اٹھایا۔ حضرت عباس ؓ نے دونوں کو خاموش کر دیا حضرت علی ؓ سے کہا کہ یہ امیرالمومنین ہیں اور حضرت عثمان ؓ سے کہا کہ یہ تمہارے چچازاد بھائی ہیں۔ خیر یہ بات رفع دفع ہو گئی۔ دوسرے دن لوگوں نے دونوں کو دیکھا کہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور باہم باتیں کر رہے تھے۔ پس اس واقعہ پر غور کرو صحابہ کی صفائی تم کو معلوم ہو جائے گی۔ اور معلوم ہو جائے گا کہ وہ تمام ان باتوں سے پاک ہیں جو بدعتیوں نے ان کی طرف منسوب کی ہیں اور جھوٹی حدیث بنانے والوں نے ان پر افترا کی ہیں۔

اور منجملہ:۔ ان کے واقعہ شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہے یہ بھی ایک عجیب واقعہ ہے جو مبسوط طریقے سے کتب "سیرو تواریخ" میں مذکور ہے۔ مگر اس واقعہ میں بہت سی باتیں ایسی ملا دی گئی ہیں جو صحیح نہیں ہیں۔ لہٰذا ان سے دھوکا نہ کھانا حاصل اس واقعہ کا باختصار یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر محمد بن ابی بکر اور اور چند آدمیوں کے لئے حکم قتل کا افترا کیا گیا۔ لہٰذا ان لوگوں نے جمع ہو کر حضرت عثمان کا محاصرہ کر لیا اور ان کو شہید کر دیا وہ پہلے سے اپنی شہادت کا علم رکھتے تھے۔ کیونکہ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی تھی۔ جیسا کہ بہت روایات میں وارد ہوا ہے اور انہوں نے اپنے آپ کو معزول نہیں کیا۔ جیسا کہ لوگوں نے ان سے چاہا تھا وجہ اس کی یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرما دیا تھا کہ اگر تم ایسا کرو گے تو پھر جنت کو دیکھ بھی نہ سکو گے۔

بسند صحیح مروی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ "مصر" سے کچھ لوگ آئے ہیں پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے اپنے ایک گاؤں میں جو مدینہ سے قریب تھا۔ ملاقات کی' بعد اس کے وہ لوگ مدینہ میں آئے اور انہوں نے اس بات کی خواہش کی کہ قرآن مجید منگایئے۔ چناچہ منگایا گیا اور ایک شخص کو پڑھنے کے لئے کہا گیا جب وہ اس آیت پر پہنچا۔

قُلْ أَرَءَيْتُم مَّآ أَنزَلَ ٱللَّهُ لَكُم مِّن رِّزْقٍ فَجَعَلْتُم مِّنْهُ حَرَامًا وَحَلَٰلًا قُلْ ءَآللَّهُ أَذِنَ لَكُمْ أَمْ عَلَى ٱللَّهِ تَفْتَرُونَ

(کہدو کہ بتاؤ جو نازل کیا ہے اللہ نے رزق پھر بنایا تم نے اس میں سے حلال و حرام کیا اللہ نے تم کو اس کی اجازت دی ہے یا تم اللہ پر افترا کرتے ہو)

تو ان لوگوں نے کہا کہ یہ چراگاہ جو آپ نے بنائی ہے کیا اللہ نے اس کی آپ کو اجازت

دی ہے یا آپ اللہ پر افترا کرتے ہیں۔ پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس آیت کا سبب نزول بیان فرمایا اور کہا کہ میں نے اس معاملہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اقتداء کی ہے۔ بعد اس کے مصر والوں نے اور کچھ باتیں ان سے پوچھیں' بعض باتوں کا انہوں نے جواب دیا۔ اور بعض باتوں سے انہوں نے رجوع کیا۔ بعد اس کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تم لوگ کیا چاہتے ہو۔ انہوں نے کہا ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ مال (غنیمت) صرف مجاہدین کو اور بزرگان صحابہ کو ملا کرے۔ حضرت عثمانؓ نے اس کو منظور کر لیا اور ان لوگوں سے اقرار لے لیا کہ اب مسلمانوں میں تفرقہ نہ ڈالنا۔ چنانچہ وہ لوگ راضی ہو گئے اور انہوں نے ایک تحریر اس مضمون کی لکھ دی۔ بعد اس کے وہ لوگ مدینہ آئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا اور اس میں ان لوگوں کی تعریف بیان کی اور کہا کہ ان سے بہتر وفد میں نے نہیں دیکھا۔

بعد اس کے انہوں نے اہل مدینہ سے بیان کیا کہ اب بیت المال سے صرف مجاہدین اور اکابر صحابہؓ کو ملا کرے گا۔ اس بات کو سن کر سب کو غصہ آیا اور کہنے لگے کہ یہ بنی امیہ کی کوئی چال ہے۔ بعد اس کے اہل مصر واپس گئے اثنائے راہ میں انہوں نے دیکھا کہ ایک سوار ہے جو کہ چھیڑنے کی غرض سے ان کو گالیاں دیتا ہوا جا رہا ہے۔ کبھی قریب آجاتا ہے کبھی دور نکل جاتا ہے یہی اس کی کیفیت تھی' پس سب لوگوں نے اس کو پکڑا اور اس سے پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے۔ اس نے کہا میں امیرالمومنین کا قاصد ہوں حاکم مصر کے پاس جاتا ہوں۔ اس پر لوگوں نے اس کی جامعہ تلاشی لی تو اس کے پاس ایک خط بنام حاکم مصر نکلا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے لکھا ہوا تھا۔ اور اس پر ان کی مہر بھی تھی۔ خط کا مضمون یہ تھا کہ ان لوگوں کو یا تو سولی پر چڑھا دو یا ان کی گردنیں مار دو' یا ان کے ہاتھ پیر جانب خلاف سے کاٹ ڈالو۔ یہ دیکھ کر سب لوگ

لوٹ پڑے۔ اور باہم کہنے لگے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے عہد شکنی کی' اب اللہ نے ان کا خون حلال کر دیا پس مدینہ پہنچے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے ان سے کہا اس دشمن خدا کو دیکھئے۔ اس نے ہمارے متعلق ایسا ایسا لکھا ہے۔ اب اللہ نے اس کا خون ہمارے لئے حلال کر دیا ہے آپ بھی ہمارے ساتھ اس کے پاس چلئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا واللہ میں تمہارے ساتھ ان کے پاس نہ جاؤں گا۔ ان لوگوں نے کہا پھر آپ نے ہمیں خط کیوں لکھا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم میں نے تمہیں کبھی کوئی خط نہیں لکھا' بعد اس کے حضرت علی رضی اللہ عنہ چلے گئے اور مدینہ سے باہر ایک گاؤں میں فروکش ہوئے' یہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اوران سے کہا کہ تم نے ہمارے متعلق ایسا ایسا لکھا' اب تمہارا خون ہمارے لئے حلال ہو گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا تم کو دو باتیں کرنی چاہئیں یا تو تم دو گواہ قائم کرو۔ یا میں تمہارے سامنے اللہ کی قسم کھالوں (اس قسم کا اعتبار کرو) میں قسم کھاتا ہوں۔ کہ نہ میں نے یہ خط لکھا ہے' نہ بھیجا ہے' نہ مجھے اس کا علم ہے۔ تم لوگ بھی اس قدر سمجھ سکتے ہو کہ کسی کی طرف سے خط لکھ دینا کیا دشوار ہے۔ مہر بھی دوسری مہر کے مثل بنائی جا سکتی ہے۔ مگر ان لوگوں نے (نہ مانا اور) کہا کہ خدا کی قسم اس عہد شکنی کے سبب سے تمہارا خون اب حلال ہے۔ پس اس وقت لوگوں نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ ان کے اسی گھر میں جو مسجد کے قریب تھی۔ جس کا نام "باب جبرئیل" تھا۔ ایک روز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے گھر کی چھت پر چڑھے اور لوگوں کو سلام کیا۔ مگر نہیں سنا گیا کہ کسی نے سلام کا جواب دیا ہو۔

ابو یعلی وغیرہ نے ایسی سند سے جس میں ایک مختلف فیہ راوی کے سوا سب ثقہ ہیں روایت کی ہے کہ "جنائز میں" ایک مقام پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا گیا۔ تو

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے "بالاخانہ" سے سر نکالا اور کہا کہ اے لوگو کیا تم میں طلحہ ہیں۔ پس سب نے سکوت کیا پھر کئی مرتبہ بلند آواز سے انہوں نے پکارا پس طلحہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے یہ امید نہ تھی کہ تم تین مرتبہ میری آواز سنو گے اور کسی مرتبہ مجھے جواب نہ دو گے۔ اے طلحہ میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں تمہیں یاد ہے کہ ایک دن ہم اور تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ فلاں مقام پر تھے' ہمارے تمہارے سوا اور کوئی نہ تھا پھر ہم سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اے طلحہ ہر نبی کے ساتھ اس کے اصحاب میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو منجملہ اس کی امت کے جنت میں اس کے رفیق ہوتے ہیں اور بیشک یہ عثمان جنت میں میرے رفیق ہیں۔ طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا بار خدایا ہاں یاد ہے۔ یہ کہہ کر وہ لوٹ گئے۔

نیز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح مروی ہے کہ انہوں نے ایک روز خطبہ میں فرمایا کہ ہم نے خدا کی قسم سفر اور حضر میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے آپ ہمارے مریضوں کی عیادت کرتے تھے اور ہمارے جنازوں کے ہمراہ جاتے تھے اور قلیل و کثیر سے ہماری غم خواری کرتے تھے۔ ابھی کچھ لوگ باقی ہیں۔ مگر عنقریب کوئی بھی ایسا نہ رہے گا جس نے حضرت کو دیکھا ہو۔ نیز حضرت عثمانؓ سے بسند صحیح مروی ہے کہ انہوں نے حضرت ابن مسعود سے کہا کہ کیا تم ان باتوں سے باز نہ آؤ گے' جن کی خبر مجھے ملی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے کچھ عذر کیا' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ بے شک میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور مجھے یاد ہے' نہ جیسا کہ تم نے سنا۔ حضرت نے فرمایا تھا کہ عنقریب میری امت میرے خلیفہ کو قتل کرے گی اور میرے منبر پر ایک ظالم کھڑا ہو گا۔ اور بے شک وہ مقتول میں ہی ہوں۔ عمر نہیں ہیں عمر کو تو صرف ایک شخص نے قتل کیا تھا مگر میرے قتل پر بہت سے لوگ مجتمع ہوں

گے۔

نیز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح مروی ہے کہ جب لوگوں نے ان پر بہت اعراض کرنا شروع کیا کہ وہ بنی امیہ کو کیوں ترجیح دیتے ہیں تو انہوں نے صحابہؓ کی ایک جماعت کو بلایا اور انہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھا کہ بتاؤ رسول خدا ﷺ قریش کو تمام لوگوں پر ترجیح دیتے تھے یا نہیں' اور پھر بنی ہاشم کو قریش پر ترجیح دیتے تھے یا نہیں' سب نے سکوت کیا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میرے ہاتھ میں جنت کی کنجیاں آ جائیں تو میں بنی امیہ کو دیدوں تاکہ وہ سب کے سب جنت میں داخل ہو جائیں اور حضرت عثمان نے یہ بھی فرمایا کہ اگر تم لوگ کتاب خدا میں یہ حکم دیکھتے ہو کہ میرے پیر میں بیڑیاں ڈالو تو ڈال دوں۔

نیز کئی سندوں سے جن میں سے ایک صحیح ہے مروی ہے کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اس حال میں کہ وہ محصور تھے پس مغیرہ رضی اللہ عنہ نے انہیں مشورہ دیا کہ یا تو آپ ان باغیوں سے لڑیئے' کیونکہ آپ کے ساتھ بہت سے لوگ ہیں اور وہ قوت والے ہیں اور حق پر ہیں اور یہ باغی باطل پر ہیں یا یہ کہ آپ مکہ یا "شام" چلے جایئے۔ کیونکہ ان دونوں مقاموں میں آپ کو باغیوں سے امن ملے گا مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نہ مانا اور لڑنے کا یہ عذر بیان کیا کہ میں نہیں چاہتا کہ رسول خدا ﷺ کی امت کی خونریزی کروں اور مکہ جانے کا یہ عذر بیان کیا کہ میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے' آپ فرماتے تھے کہ قریش کا ایک شخص مکہ کی بے حرمتی کرے گا اس پر تمام عالم کے عذاب کا آدھا عذاب کیا جائے گا' لہٰذا وہ شخص میں نہیں بننا چاہتا اور "شام" جانے کا یہ عذر بیان کیا کہ میں اپنے دارالہجرت کو اور رسول خدا ﷺ کی مجاورت کو چھوڑ کر نہ جاؤں گا۔ اور "طبرانی" نے بسند صحیح حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت

کی ہے' وہ کہتے تھے کہ ہم میں سے ایک شخص جن کا نام خارجہ بن زید تھا' انتقال کر گئے ہم نے ان کو کفن پہنایا۔ بعد اس کے میں ان کے جنازہ کی نماز پڑھنے کھڑا ہوا۔ تو یکایک میں نے ایک آواز سنی' دیکھا تو وہ جنازہ حرکت کر رہا ہے۔ اس جنازہ سے آواز آئی کہ یہ سب لوگوں سے قوی تر اور معتدل تر اللہ کے امیرالمومنین عمر رضی اللہ عنہ ہیں جو اپنے کاموں میں کمزور ہیں مگر اللہ کے کاموں میں زور آور ہیں۔ عثمان رضی اللہ عنہ امیرالمومنین ہیں جو بڑے پرہیز گار ہیں اور بہت خطائیں معاف کر دیتے ہیں' دو راتیں گزر چکی ہیں اور چار باقی ہیں' لوگ باہم اختلاف کر رہے ہیں اور ان کا انتظام مختل ہو گیا ہے۔ اے لوگو! اپنے امام کی طرف رجوع کرو۔ اور ان کی اطاعت کرو۔ یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے ہیں اور آپ کی ازواج بھی ہیں۔ معلوم نہیں میرے باپ کا کیا حال ہے بعد اس کے اس جنازہ سے آواز آئی کہ "اریس نامی کنواں" ظلم سے لیا گیا' بعد اس کے وہ آواز موقوف ہو گئی۔

اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے ان کی والدہ نے پوچھا کہ کیا عثمان پر سخت محاصرہ کیا گیا ہے۔ انہوں نے کچھ جواب نہ دیا تو انہوں نے اپنے پستان کھولے اور کہا کہ میں تمہیں واسطہ دلاتی ہوں اس کا کہ میں نے تمہیں پیٹ میں رکھا' دودھ پلایا کہ تم اس ہنگامہ میں شریک نہ ہو چنانچہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے اس کے متعلق گفتگو کی۔

حافظ ہیثمی نے کہا ہے کہ اس سند کے بعض راویوں کو میں نہیں جانتا بظاہر یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے محاصرہ کے وقت مدینہ میں نہ تھے' نہ ان کی شہادت کے وقت وہاں تھے۔ مگر یہ بات اس حدیث کے ضعف ثابت کرنے کو کافی نہیں ہے۔ یہ تو اس روایت میں کہیں مذکور نہیں ہے

کہ حضرت طلحہؓ حضرت علیؓ کے پاس مدینہ میں گئے بلکہ ممکن ہے جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوں وہیں ان کے پاس حضرت طلحہؓ گئے ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ گو حضرت علیؓ مدینہ سے باہر رہتے تھے مگر دن میں کسی وقت مدینہ میں بھی آجاتے ہوں اور پھر اپنے جائے قیام کی طرف لوٹ جاتے ہوں۔

نیز بسند صحیح مروی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اشتر کو بلا کر پوچھا کہ یہ لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔ اشتر نے کہا تین باتوں میں سے ایک بات چاہتے ہیں۔ یا تو آپ خلافت ترک کر دیجئے تا کہ وہ جس کو چاہیں خلیفہ بنا لیں یا یہ کہ آپ اپنی ذات سے قصاص لینے کی ان کو اجازت دیجئے' یہ دونوں باتیں اگر نہ ہوں گی تو وہ آپ کو قتل کر دیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عذر کیا کہ میں وہ لباس نہ اتاروں گا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پہنایا ہے اور کہا کہ مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں کھڑا ہوں اور میری گردن مار دی جائے۔ بہ نسبت اس کے کہ میں امت محمدیہ کی ولایت ترک کر دوں کہ ایک دوسرے پر ظلم و تعدی کرے اور کہا کہ اگر تم لوگ مجھے قتل کر دو گے تو پھر کبھی کسی دشمن کو میرے بعد قتل نہ کر سکو گے (بلکہ ہمیشہ باہم لڑتے رہو گے) اشتر نے یہی جا کر باغیوں سے بیان کر دیا پس محمد بن ابی بکر تیرہ آدمیوں کو ساتھ لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی داڑھی پکڑ کر اس زور سے کھینچی کہ دانتوں کے گرنے کی آواز آئی بعد اس کے ان سے کہا کہ فلاں اور فلاں شخص اس وقت تمہارے کچھ کام نہ آئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میری داڑھی چھوڑ دے اے میرے بھائی کے بیٹے پھر محمد بن ابی بکر نے ایک شخص کو اشارہ کیا وہ چھری لے کر اٹھا اور اس نے اس سے ان کے سر میں زخم لگائے پھر سب لوگوں نے مل کر ان کو قتل کیا۔

نیز اسی سند سے مروی ہے جس کی نسبت حافظ ہیثمی نے کہا ہے کہ اس کے

بعض راویوں کو میں نہیں جانتا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (ایک روز ایام محاصرہ میں) بیدار ہوئے تو فرمایا کہ یہ لوگ مجھے ضرور قتل کریں گے' میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا ہے وہ کہتے تھے کہ تم آج شب کو ہمارے پاس روزہ افطار کرو گے۔ اور ایک روایت میں جس کی سند میں ایک مجہول راوی ہے مذکور ہے کہ جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے یعنی جمعہ کے دن وہ سونے کے بعد بیدار ہوئے اور کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ فرماتے تھے کہ اٹھو آج تم ہمارے یہاں آؤ گے۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے جس کی سند ایسی ہی ہے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے (خواب میں) فرمایا کہ اے عثمان آج ہمارے یہاں افطار کرنا۔ چنانچہ اس دن انہوں نے روزہ رکھ لیا۔ اور ایک روایت میں جس کے راوی ثقہ ہیں مذکور ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان تینوں حضرات کو خواب میں دیکھا' انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ صبر کرو شب آئندہ میں تم ہمارے یہاں روزہ افطار کرو گئے۔ چنانچہ اس دن صبح کو انہوں نے بیس غلام آزاد کئے اور پائجامہ پہنا اس سے پہلے پائجامہ انہوں نے نہ زمانہ جاہلیت میں پہنا اور نہ زمانہ اسلام میں (عرب میں تہ بند کا رواج تھا) وجہ یہ تھی کہ پائجامہ میں ان کو ستر زیادہ معلوم ہوا جیسا کہ ایک حدیث میں مذکور ہے۔ بعد اس کے انہوں نے قرآن مجید منگوایا اور اس کو کھول کر پڑھنے لگے پس اسی حالت میں کہ قرآن مجید ان کے سامنے کھلا ہوا تھا شہید کر دیئے گئے۔ اور ایک روایت میں جس کے راوی ثقہ ہیں مذکور ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب یہ خواب دیکھا تو اپنا دروازہ کھول دیا اور قرآن مجید اپنے سامنے کر لیا۔ اسی حالت میں محمد بن ابی بکر ان کے پاس پہنچے اور ان کی داڑھی پکڑ لی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ تم نے میرے ساتھ وہ بات کی کہ اگر تمہارے باپ ہوتے تو وہ کبھی ایسا نہ

کرتے' یہ سن کر محمد بن ابی بکر نے داڑھی چھوڑ دی اور باہر چلے گئے' پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں تمہیں بڑی سختی سے قتل کروں گا پھر اس نے ان کا گلا دو تین مرتبہ گھونٹا اور باہر چلا گیا لوگوں سے جا کے اس نے کہا کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حلق سے زیادہ کوئی چیز نرم نہیں دیکھی' پھر ایک شخص آیا' اس سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ میرے اور تیرے درمیان میں یہ کتاب ہے جو خدا کی کتاب ہے وہ شخص یہ سن کر چلا گیا۔ پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے تلوار ماری اس تلوار کو حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے اپنے دست مبارک پر روکا جس سے ہاتھ کٹ گئے۔ قرآن مجید ان کے سامنے رکھا ہوا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ ان کا خون اس آیت پر گرا فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ☆ راوی نے بیان کیا کہ خون کا دھبہ اب تک اس "مصحف" میں اسی طرح موجود ہے جب وہ قتل کئے جانے لگے تو ان کی بی بی ان پر جھک پڑیں' باغیوں نے کہا کہ دیکھو تو اس عورت کے سرین کتنے بڑے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ اس فحش گفتگو سے معلوم ہوا کہ ان دشمنان خدا کا مقصود دنیا کے سوا کچھ نہ تھا۔

روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت عشرہ ذی الحج میں ہوئی۔ اور ایک منقطع السند روایت میں ہے کہ آٹھویں ذی الحج ۳۵ھ کو ان کی شہادت ہوئی۔ ان کی خلافت بارہ دن کم بارہ برس رہی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بغیر غسل ○ کے دفن کئے گئے۔ اور ایک صحیح روایت میں وارد ہوا ہے کہ

☆ ترجمہ۔ سو اب کافی ہے تیری طرف سے ان کو اللہ اور وہی ہے سننے والا اور جاننے والا۔

(سورہ بقرہ: آیت ۱۳۷)

○ مسئلہ یہی ہے کہ شہید بغیر غسل کے انہیں خون آلود کپڑوں میں دفن کیا جائے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور ان کو دفن کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کو اس کی وصیت کر گئے تھے اور یہ بھی روایت صحیح ثابت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فتنہ کا ذکر کیا اس طرف سے ایک شخص کا گزر ہوا جو چادر سے منہ بند کئے ہوئے تھا۔ حضرت نے فرمایا اس فتنہ میں یہ شخص اور اس کے ساتھی حق پر ہوں گے پس ایک شخص نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دونوں شانے پکڑ لئے اور ان کا منہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کر کے پوچھا کہ یارسول اللہ یہی آپ نے فرمایا۔ ہاں یہی' اور یہ ہی صحیح روایت میں وارد ہوا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب تم لوگ میرے بعد ایک فتنہ دیکھو گے اور بہت اختلاف دیکھو گے۔ کسی نے پوچھا کہ یارسول اللہ پھر آپ ہمیں اس کے لئے کچھ ہدایت کیجئے حضرت نے فرمایا تم امیر اور اس کے اصحاب کی اتباع کرنا اور حضرت عثمان اور ان کے اصحاب کی طرف اشارہ کیا۔

اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے جو کہ مشہور صحابی اور علمائے بنی اسرائیل میں سب سے بڑے عالم تھے' بسند صحیح منقول ہے اور اس قسم کی بات سوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے معلوم نہیں ہو سکتی کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ ہوا تو انہوں نے کہا کہ ہجرت سے لے کر اس وقت تک مدینہ ملائیکہ سے گھرا ہوا ہے لیکن اگر یہ لوگ حضرت عثمان کو شہید کر دیں گے تو ملائیکہ چلے جائیں گے اور پھر کبھی نہ آئیں گے اور ابھی تک مسلمانوں کی تلوار آپس میں ایک دوسرے پر نہیں چلی لیکن اگر انہوں نے حضرت عثمان کو قتل کیا تو پھر ہمیشہ ان میں باہم تلوار چلتی رہے گی اور ہمیشہ یہ عادت رہی ہے کہ جب کوئی نبی قتل کیا گیا تو اس کے عوض میں ستر ہزار آدمی ہلاک کئے گئے

ہیں اور جب کوئی خلیفہ قتل ہوا تو اس کے عوض میں پینتیس☆ ہزار آدمی قتل ہوئے ہیں۔

اور ایک روایت میں جس کے راوی ثقہ ہیں مروی ہے کہ جب کسی امت نے خلیفہ نبی کو قتل کیا تو پھر کبھی اللہ نے ان میں باہم مصالحت نہیں رکھی یہاں تک کہ وہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کا خون بہائیں حتیٰ کہ چالیس ہزار آدمی مقتول ہو جائیں۔ پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے (اور انہوں نے ارادہ کوفہ جانے کا کیا) تو عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ان کے راستہ میں بیٹھ گئے اور حضرت علیؓ سے پوچھا کہ آپ کہاں جاتے ہیں' انہوں نے کہا کہ میں "عراق" جاتا ہوں۔ عبداللہ بن سلام نے کہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کو نہ چھوڑیئے اور کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ آپ کو زندہ رکھے گا خدا کی قسم اگر آپ اس کو چھوڑ دیں گے تو پھر اس کو کبھی نہ دیکھیں گے۔ اس گفتگو کو سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے کہا کہ آپ حکم دیجئے تو ہم اس شخص کو قتل کر دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں عبداللہ بن سلام ہم میں سے ایک مرد صالح ہے۔

یہ تھے واقعات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے' اس سے تم کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق تھے اور ان کی وفات حق پر ہوئی اور ان کے قاتلین میں بعض فاسق ملحد تھے اور بعض باغی تھے۔ تاویل کرتے تھے مگر تاویل ان کی باطل تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم ہونے کی حالت میں شہید ہوئے اور اس کا سبب وہی خط تھا۔ جس کا ذکر ہوا مگر حضرت عثمان اس خط سے بالکل بری تھے۔ وہ خط بنی امیہ کے ان لوگوں کا بنایا ہوا تھا جن کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی تھی۔ پس اے برادر تو ان لوگوں کے ساتھ خوض مت کر۔ بلکہ جب تیرے دل میں حضرت عثمان کی طرف سے

☆ ستر ہزار اور پینتیس ہزار سے عدد خاص مراد نہیں ہے بلکہ مقتولین کی کثرت مراد ہے۔

کچھ شک پیدا ہو تو خدا سے استغفار کر اور توبہ کر اور ائمہ اہل سنت کی کتابوں کو دیکھ' تا کہ ان لوگوں میں سے ہو جائے جن کا دین اور تقویٰ صحیح و سالم ہے اور ان پر تعصب و ہوائے نفسانی کا غلبہ نہیں ہے۔

اور منجملہ:۔ ان فوائد کے جنگ "جمل" کا قصہ ہے اس واقعہ کو ہم یہاں اس مناسبت سے ذکر کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس جنگ میں حق پر تھے۔ اور ان کے مقاتلین باغی تھے پس جو کچھ اس جنگ کی نسبت کہا جائے گا وہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا جا سکتا ہے۔ اور خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایسی حدیثیں منقول ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے' نہ حضرت عائشہؓ اور نہ ان کے ساتھی' بلکہ یہ سب لوگ معذور تھے ایسا ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے حق میں کہا جائے گا۔

جاننا چاہیے:۔ کہ اس واقعہ میں بھی بہت سی بے اصل باتیں منقول ہیں۔ لہٰذا کتب "سیر و تواریخ" میں کسی بات کو دیکھ کر قناعت نہ کرنا چاہئے بغیر اس کے کہ کسی حافظ حدیث کے کلام میں وہ باتیں مع السند مذکور ہوں اور اس سند کے تمام راوی ثقہ ہوں۔

ایک ایسی سند سے جس میں ایک راوی متروک ہے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! تمہارا کیا حال ہو گا جب تمہیں ایسی قوم سے سابقہ پڑے گا اس قوم کا سردار جنت میں داخل ہو گا مگر اس کے متبعین دوزخ میں داخل ہوں گے۔ لوگوں نے کہا کہ یارسول اللہ اگرچہ وہ متبعین اپنے سردار کے اعمال کے مثل اعمال کریں۔ آپ نے فرمایا ہاں اگرچہ وہ اپنے سردار کے اعمال کے مثل عمل کریں مگر یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ بعد اس کے آپ نے فرمایا کہ سردار اس قوم کا بوجھ اپنے سوابق

کے جنت میں جائے گا۔ مطلب اس حدیث کا یہ ہے (واللہ اعلم) کہ سردار مجتہد ہونگے لہٰذا ان کو ثواب ملے گا اور متبعین مجتہد نہ ہوں گے۔ لہٰذا جو کچھ وہ اپنی رائے سے کریں گے اس کا مواخذہ ان سے کیا جائے گا' گو وہ اس بدعت میں تبع اپنے سردار کے ہوں' اس سے اس حدیث کا مطلب بھی واضح ہو جاتا ہے۔ جو حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے کہ وہ لوگوں کو جنت کی طرف بلائیں گے۔ اور لوگ ان کو دوزخ کی طرف بلائیں گے۔ پس یہ حدیث حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ان متبعین پر محمول ہو گی جو مجتہد نہ تھے۔ اہل سنت کا مسلمہ ہے اور نیز تمام آیات و احادیث کے ملانے سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ جو مومن بحالت فسق مرجاتا ہے وہ اللہ کی مشیت میں ہوتا ہے' چاہے اس کو معاف کر کے جنت میں داخل کرے اور چاہے اسے دوزخ میں داخل کرے اور بقدر اس کے گناہوں کے اس پر عذاب کر کے پھر جنت میں لے جائے اور جو شخص بحالت شرک مرجاتا ہے وہ ہرگز نہیں بخشا جاتا اور ہمیشہ دوزخ میں رہتا ہے۔

نیز ایک ایسی سند سے جس میں بعض راوی ایسے ہیں جو مناکیر کی روایت کرتے ہیں۔ مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ سے کچھ لغزش ہو گی جس کو اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا مگر ان کے بعد کچھ لوگ ہوں گے ان کو اللہ سرنگوں کر کے دوزخ میں ڈال دے گا۔ اس حدیث کی صحت اگر مان لی جائے تو مطلب اس کا یہ ہو گا کہ لغزش سے مراد وہ فعل ہے جو خلاف اولیٰ ہو کیونکہ ابرار کے حق میں جو امور نیکی سمجھے جاتے ہیں وہ مقربین کے حق میں گناہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم سب کے سب عادل اور مجتہد تھے یہی حق ہے اس کے خلاف عقیدہ رکھنا کسی کو جائز نہیں ہے۔ لیکن باوجود اس کے بعض سے ایسی باتیں صادر ہوئی ہیں جو ان کے مرتبہ کے لائق نہ تھیں جیسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو خلیفہ بنا دیا بیٹے کی شدت محبت نے

اس کے کمالات ان کی نظر میں جما دیئے تھے اور اس کے عیوب ان کی نظر سے پوشیدہ کر دیئے تھے۔ حالانکہ اس کے عیوب آفتاب سے بھی زیادہ روشن تھے پس یہ بات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مرتبہ کے لحاظ سے لغزش تھی اللہ ان کو بخش دے گا مگر کسی دوسرے کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تقلید اس فعل میں جائز نہیں اور جو شخص اس بات میں ان کی تقلید کرے گا۔ وہ سرنگوں دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ کیونکہ بوجہ اپنے مجتہد نہ ہونے کے معذور نہ سمجھا جائے گا۔ اسی وجہ سے ہمارے آئمہ نے کہا ہے کسی شخص کو علماء کی لغزشوں کا اتباع جائز نہیں، یعنی بعض علماء سے کبھی اجتہادی غلطی ہو جاتی ہے۔ اس غلطی میں ان کی تقلید نہ چاہیے۔ جیسا کہ بعض سلف سے منقول ہے کہ روزے کی نیت کرنے والے کو کسی افطار کرنے والی چیز کا ارتکاب حرام نہیں ہے مگر بعد طلوع آفتاب کے، بشرطیکہ روزہ فرض کا ہو اور اگر نفل کا ہو تو قبل از زوال حرام نہیں ہے۔(یہ اجتہادی غلطی ہے) وقس علی ہذا۔

اور ایک روایت ایسی سند سے جو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ تک پہنچتی ہے۔ اور راوی اس کے سب ثقہ ہیں۔ مروی ہے کہ انہوں نے کہا۔ ضرور بالضرور ایک گروہ ایسا ہو گا کہ اس کا سردار جنت میں داخل ہو گا اور اس کے متبعین دوزخ میں جائیں گے۔ مطلب اس حدیث کا وہی ہے جو اوپر بیان ہوا۔

اور ایک روایت ایسی سند سے مروی ہے جس کے ایک راوی کی نسبت ذہبی نے کہا ہے کہ یہ حدیث اسی کی منکرات سے ہے اور ابو نعیم نے کہا ہے کہ "کوفہ" میں کوئی شخص اس سے زیادہ جھوٹ بولنے والا نہ تھا مگر امام حافظ جلیل ابو حاتم نے اس کی توثیق کی ہے وہ روایت یہ ہے کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے جنگ جمل میں شرکت کیوں نہ کی، انہوں نے کہا میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے

آپ فرماتے تھے کہ کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے جو ہلاک ہو جائیں گے۔ کامیاب نہ ہوں گے ان کی سردار ایک عورت ہو گی اور وہ جنت میں جائے گی۔ اس روایت کی تائید ایک حدیث صحیح سے بھی ہوتی ہے کہ وہ لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔ جو اپنا حاکم کسی عورت کو بنائیں گے۔ یہ حدیث بھی ویسی ہی ہے جیسی اوپر بیان ہوئی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چونکہ مجتہدہ تھیں۔ لہٰذا وہ اہل جنت میں سے ہیں اور ان کے متبعین میں وہ لوگ جو مجتہد تھے مثل ان صحابہ کے جو ان کے ہمراہ تھے' وہ بھی ان کی طرح جنت میں جائیں گے' مگر جو لوگ کہ مجتہد نہ تھے وہ دوزخ میں جائیں گے۔

نیز ایک ایسی سند سے جس کے سب راوی ثقہ ہیں مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے علی تمہارے اور عائشہ کے درمیان میں کچھ بات ہو گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (تعجب سے) کہا کہ یارسول اللہ میں ایسا کروں گا حضرت نے فرمایا ہاں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں زیادہ شقی ہوں گا۔ حضرت نے فرمایا نہیں بلکہ جب ایسا ہو تو تم عائشہ کو ان کے امن کی جگہ میں پہنچا دینا۔ پس اس حدیث پر غور کرو اس سے تمام شکوک قطع ہو جاتے ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے آنحضرت ﷺ کو اس واقعہ سے آگاہ کر دیا تھا جو حضرت علی اور حضرت عائشہ کے درمیان ہونے والا تھا۔ اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ حضرت علی حق پر ہوں گے اور حضرت عائشہ تاویل کریں گی اور ثواب پائیں گی آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو حضرت عائشہؓ کے متعلق وصیت بھی کی۔ حضرت عائشہؓ کو آپ نے اس بات سے نہ ممانعت کی نہ ان کو اس کی خبر دی' وجہ اس کی یہ تھی کہ آپ کو معلوم تھا کہ یہ بات ضروری ہونے والی ہے پس اب صرف یہ بات بیان کرنے کی تھی کہ جس سے ایسا واقع ہو گا وہ معذور ہو گا۔ ایسا ہی تمام ان لڑائیوں میں کہا جائے گا جو صحابہ کے درمیان میں واقع ہوئیں۔ آنحضرت ﷺ ان سے

خوب واقف تھے۔ آپ نے ان سے ممانعت نہ کی۔ بلکہ جن سے وہ لڑائیاں ظہور میں آنے والی تھیں ان کا معذور ہونا آپ نے ظاہر کر دیا۔

نیز بسند صحیح مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب (اثنائے سفر میں) مقام "حواب" میں پہنچیں تو وہاں انہوں نے کتوں کے بھونکنے کی آواز سنی تو کہنے لگیں کہ میرا خیال ہوتا ہے کہ میں لوٹ جاؤں۔ میں نے سنا ہے رسول خدا ﷺ نے ہم لوگوں سے فرمایا تھا کہ تم میں سے کون ہے جس پر مقام "حواب" کتے بھونکیں گے، مگر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا☆ کہ آپ لوٹ کر نہ جائیں۔ امید ہے کہ اللہ آپ کے ذریعہ سے لوگوں کی اصلاح کر دے۔

نیز بسند صحیح مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی ازواج سے فرمایا کہ تم میں سے صاحب "جمل" کون ہے جس پر مقام "حواب" کے کتے بھونکیں گے۔ اس کے داہنے جانب اور بائیں جانب بہت سے لوگ مقتول ہوں گے' پھر وہ ہلاکت کے قریب پہنچ کر نجات پائے گی۔ اور یہ بھی صحیح روایت میں وارد ہوا ہے کہ حضرت عائشہؓ کا گزر پانی کے اس چشمہ پر ہوا جو "بنی عامر" کی ملک میں تھا اور اس کو لوگ "حواب" کہتے تھے' وہاں ان پر کتوں نے بھونکنا شروع کیا' حضرت عائشہؓ نے کہا کہ یہ کون سا مقام ہے' لوگوں نے کہا بنی عامر کا چشمہ ہے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا مجھے واپس لے چلو میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ ایک عورت پر مقام "حواب" کے کتے بھونکیں گے۔

☆ اور بعض روایات میں ہے کہ لوگوں نے حضرت عائشہؓ کے سامنے شہادت دی کہ اس مکان کا نام "حواب" نہیں ہے۔ (مترجم)

نیز بسند صحیح مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گزر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوا۔ آپ "مہاجرین وانصار" کی جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں بتاؤں کہ تم سب میں بہتر کون لوگ ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ بتایئے۔ آپ نے فرمایا تم سب میں بہتر وہ لوگ ہیں جو وفائے عہد کرتے ہوں اور پوشیدہ طور پر اعمال صالحہ بجا لاتے ہوں، بیشک اللہ ایسے لوگوں کو دوست رکھتا ہے۔ پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ حق اس کے ساتھ ہے۔

اگر تم کہو کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اس حدیث کو سن چکے تھے تو پھر انہوں نے کیسے کہا جو اوپر ان سے منقول ہوا کہ ہم نہیں جانتے کہ ہم حق پر ہیں یا خطا پر، تو میں جواب دوں گا کہ اس روایت میں یہ کہیں مذکور نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو سنا تھا اور بالفرض اگر سنا ہو تو بوجہ غایت تواضع کے ایسا کہا ہو گا یا مطلب ان کا یہ ہو گا کہ ایک ایسے واقعہ میں جو نفس الامر سے قریب تھا ہم سے خطا ہو گئی ہو کیونکہ مجتہد کو ثواب ملتا ہے گو وہ خطا بھی کرے، اوپر گزر چکا اور اس کے حق میں علی الاطلاق کہا جا سکتا ہے کہ وہ حق پر ہے مگر ہر ہر معاملہ میں علیحدہ علیحدہ ایسا اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ اس کا اجتہاد اگر اللہ کے نزدیک موافق حق ہوا تو وہ "المضاعف" ثواب پائے گا اور اگر نہ موافق ہوا تو اصل ثواب ضرور پائے گا۔

یہ ایک ایسی سند سے مروی ہے جس کی نسبت امام بخاری نے کہا ہے کہ حدیث اس کی صحیح نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جب جنگ جمل میں ایک دوسرے کے مقابلے پر آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے زبیر میں تمہیں اللہ کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم نے نہیں سنا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تم سے فرماتے تھے کہ تم مجھ سے لڑو گے اور تم اس وقت میرے اوپر ظلم کر رہے ہو گے، حضرت زبیر

نے کہا ہاں سنا ہے مگر یہ حدیث مجھے اسی وقت یاد آئی ہے پھر وہ لوٹ گئے اور ایک شخص ان کے پیچھے پیچھے گیا جس نے انہیں قتل کیا' اس حدیث میں جو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی نسبت ظالم کا لفظ آیا ہے۔ باوجودیکہ وہ اکابر مجتہدین میں سے تھے اور تاویل بھی ان کی ایسی تھی جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنا ان کے لئے جائز کر دیا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ظلم سے مراد یہاں ارتکاب خلاف اولیٰ ہے' جیسا کہ ایک حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی نسبت جو وضو میں تین بار سے زیادہ اپنے اعضاء کو دھوئے یا تین بار سے کم دھوئے فرمایا کہ اس نے گناہ کیا اور ظلم کیا مطلب اس کا یہی ہے کہ اس نے خلاف اولیٰ کیا۔

نیز ایک ایسی سند سے جس کے ایک راوی کی نسبت حافظ ہیثمی نے کہا ہے کہ میں اس کو نہیں جانتا اور باقی راوی اس کے ثقہ ہیں منقول ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپ فرماتے تھے کہ علی حق کے ساتھ ہے۔ اور حق' علی کے ساتھ ہے۔ جہاں کہیں ہوں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کسی اور نے بھی اس حدیث کو آپ کے ساتھ سنا ہے انہوں نے کہا ہاں ۔ ام سلمہ نے' پس حضرت ام سلمہ سے پوچھا گیا انہوں نے تصدیق کی تو ایک شخص نے حضرت سعد سے کہا کہ تمہاری طرف سے ایسی نفرت مجھ کو کبھی نہ تھی جیسی آج پیدا ہوئی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیوں۔

اس شخص نے کہا کہ اگر میں☆ یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتا تو مرتے دم تک علیؓ کی خدمت میں رہتا اور ایک ایسی سند سے جس کے تمام راوی ثقہ ہیں مروی ہے

☆ یہ ایک جوش اور سکر کا کلمہ ہے جو اس شخص نے کہا ورنہ حضرت سعدؓ سے زیادہ حدیث پر وہ عمل نہ کر سکتا تھا۔

کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ محرم اسرار رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ کہ تمہارا کیا حال ہو گا جب تمہارے نبی کے اہل بیت میں دو فریق ہو جائیں گے اور ان میں ہر ایک دوسرے کی گردن زنی کرے گا۔ ان سے پوچھا گیا کہ پھر اس وقت ہم کیا کریں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس گروہ کو تلاش کرنا جو لوگوں کو علی کی طرف بلاتا ہو اسی کے ساتھ ہو جانا کیونکہ وہی ہدایت پر ہو گا' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا یہ کلام ایسا ہے جو اپنی رائے سے نہیں کہا جا سکتا پس ضرور ہے کہ انہوں نے یہ باتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر بیان کی ہوں گی۔ اس روایت میں صاف تصریح اس امر کی ہے کہ حضرت علیؓ حق پر تھے اور حضرت عائشہؓ اور ان کے ساتھی تاویل کرتے تھے اور بس یہی حال حضرت علی رضی اللہ عنہ و حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا بھی تھا۔

اور ایک ایسی سند سے جس کے بعض راویوں کی نسبت حافظہ مذکور نے کہا ہے کہ میں ان کو نہیں جانتا' مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ بیان کیا کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا واقعہ پیش آیا تو میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ گوشہ میں بیٹھ جایئے۔ آپ اگر سوراخ میں بھی گھس جائیں گے تو لوگ آپ کو وہاں سے ڈھونڈھ نکالیں گے مگر حضرت علی نے میرا کہنا نہ مانا۔ پس میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی قسم معاویہ تم پر حکومت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص بحالت مظلوم ہونے کے مارا جاتا ہے اس کے ولی کو ہم صریح غلبہ عنایت کرتے ہیں۔ لہذا اس کو چاہیے کہ قتل میں زیادتی نہ کرے یقیناً وہ منصور ہو گا۔ اور عنقریب اہل قریش تم کو "فارس و روم" کے طریقوں پر چلائیں گے اور تم پر یہود و نصاریٰ و مجوسی کو حاکم بنائیں گے' پس ایسے زمانے میں جو شخص احکام شریعت پر عمل کرے گا وہ نجات پائے گا۔ پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرتِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں جو شہادت دی ہے

اس پر غور کرو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت و امارت جو ملی تو اس وجہ سے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جو ان کے عزیز تھے بحالت مظلوم ہونے کے شہید کئے گئے اس لئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو صریح غلبہ اور مدد عنایت ہوئی۔

نیز بسند ضعیف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب جب "بصرہ" کی طرف چلے تو ان کو معلوم ہوا کہ اہل بصرہ طلحہ رضی اللہ عنہ و زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف ہیں یہ بات ان پر بہت شاق گزری اور ان کے دل شکستہ ہوئے پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے قسم کھا کر بیان کیا کہ میں اہل بصرہ پر غالب آؤں گا۔ اور یقیناً طلحہ و زبیر کو قتل کروں گا اور کوفہ سے میرے ساتھ ان کے مقابلہ کے لئے چھ ہزار پانچ سو پچپن یا پانچ سو پچاس آدمی آئیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے تھے میرے دل میں آیا کہ چلوں دیکھوں کیا ہوتا ہے' اگر ایسا ہی واقعہ ہوا جیسا کہ علیؓ کہتے ہیں تو یہ ایک عجیب بات ہو گی اور اگر ایسا واقعہ نہ ہوا جیسا وہ کہتے ہیں تو سمجھ لینا چاہئے۔ کہ یہ لڑائی کی ایک چال ہے' پھر میں نے لشکر میں سے ایک شخص کو دیکھا اس سے کیفیت پوچھی تو اس نے بھی ایسا ہی بیان کیا جیسا علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جو بعض پیشین گوئیاں کرتے تھے اور وہ ویسی ہی ظہور میں آتی تھیں۔ اس کا سبب یہ تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ باتیں بتا دی تھیں۔ اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بڑی منقبت ہے۔ اسی وجہ سے وہ علم نبوی کے شہر اور امین سر تھے۔

نیز ایک ایسی سند سے جس کا ایک راوی متروک ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ "جمل" میں کہا میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں۔ کہ یہ جماعت شکست کھا کر بھاگ جائے گی۔ کسی نے ان سے کہا کہ توبہ کیجئے۔ آپ ایسی بات کہتے ہیں جس کا علم آپ کو

نہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں ایسی بات کہوں جس کا مجھے علم نہیں ہے تو میں اس اونٹ سے بدتر ہوں جو بوجھ لادتا ہے۔

نیز ایک ایسی سند سے جس میں دو راوی ایسے ہیں جن کی نسبت حافظ ہیثمی نے کہا ہے کہ میں ان کو نہیں جانتا اور باقی راوی اس کے ثقہ ہیں مروی ہے۔ کہ عمار بن یاسر نے جنگ جمل میں حضرت عائشہؓ کو آواز دی' حضرت عائشہؓ نے جب ان کو پہچانا تو لوگوں سے کہا کہ ان سے پوچھو کہ تم کیا چاہتے ہو۔ عمار بن یاسرؓ نے ام المومنین رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میں آپ کو اسی خدا کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں جس نے اپنے رسول پر آپ کے گھر میں اپنی کتاب نازل کی کیا آپ جانتی ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے علی کو اپنے اہل بیت پر وصی بنایا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہاں۔ عمار بن یاسر نے کہا پھر آپ کی یہ کیا کیفیت ہے حضرت عائشہؓ نے کہا کہ میں حضرت عثمان کا قصاص طلب کرتی ہوں۔ عمار بن یاسر نے کہا آپ مجھے بتایئے کہ قاتلان عثمان کون ہیں۔ یہ کہہ کر وہ لوٹ گئے اور لڑائی شروع ہو گئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وصی ہونے کا ذکر جو اس روایت میں ہے اس سے مراد خاص خانہ داری کی وصیت ہے نہ وصیت عامہ یعنی خلافت اہل بیت کی تخصیص بھی اس کو ظاہر کر رہی ہے۔

نیز ایک ایسی سند سے جس کے سب راوی ثقہ ہیں' سوا ایک راوی کے کہ وہ ضعیف ہے۔ مروی ہے کہ حضرت عائشہؓ سے جنگ جمل کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا کیا لوگ اس جنگ کا چرچا کیا کرتے ہیں لوگوں نے کہا ہاں' حضرت عائشہؓ نے کہا مگر میری یہ حالت ہے کہ میں آرزو کرتی ہوں کہ کاش میں بھی اسی طرح گھر میں بیٹھی رہتی جس طرح میرے ساتھ والیاں بیٹھی رہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو مجھے بہ نسبت اس کے زیادہ

محبوب ہوتا کہ عبدالرحمن بن حرث بن ہشام یا عبداللہ بن زبیر جیسے کئی لڑکے رسول خدا ﷺ کے میرے بطن سے پیدا ہوتے۔

نیز اسحاق بن راہویہ نے احنف بن قیس سے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ اور طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو جو بعد قتل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بیعت میں متردد تھے یہ مشورہ دیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لو۔ بعد اس کے سب لوگ بصرہ چلے گئے پس یکایک تین دن کے بعد یہ سب لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنے کے لئے آئے تو ان سے کہا گیا کہ پہلے تو خود آپ ہی لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کا مشورہ ہم کو دیا تھا' اب یہ کیا بات ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم حضرت عثمان کا "قصاص" طلب کرنے کے لئے آئے ہیں وہ ظلماً" شہید کئے گئے ہیں۔ یہ سن کر احنف نے قسم کھائی کہ میں نہ ان لوگوں سے لڑوں گا نہ حضرت علی سے۔

تنبیہہ:۔ مناسب مقام ایک فائدہ ہے جس کو میں یہاں ذکر کرتا ہوں اگرچہ اوپر بھی مذکور ہو چکا ہے وہ فائدہ یہ ہے کہ جنگ "جمل" میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے کو مل رہے تھے' یکایک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو آواز دی اور وہ ان کے پاس گئے اور اس قدر قریب ہو گئے کہ دونوں گھوڑوں کی گردنیں مل گئیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا میں تم کو اللہ کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں کہ تم کو یاد ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا تھا۔ جب میں تم سے اور آنحضرت سے باتیں کر رہا تھا کہ اے علی خدا کی قسم زبیر تم سے لڑیں گے اور وہ تم پر ظلم کریں گے۔ زبیر نے کہا ہاں یاد ہے' مگر اس سے پہلے مجھے یہ حدیث یاد نہ تھی۔ اس کو ابوبکر بن ابی شیبہ اور اسحاق بن راہویہ اور ابو یعلی نے روایت کیا ہے۔ اس سے اور نیز اور روایتوں سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ ان واقعات کو جانتے تھے' جو آپ کے بعد باہم صحابہؓ میں پیش آنے والے تھے اور آپ

نے بیان بھی کیا کہ علی حق پر تھے۔ چنانچہ اس کا بیان ہو چکا' باوجود اس کے بھی حضور اقدس ﷺ نے جناب امیر کو حضرت صدیقہؓ کے ساتھ نرمی کرنے کا اور ان کو ان کی جگہ یعنی مدینہ پہنچا دینے کا حکم دیا۔ اس میں ظاہر دلیل اس بات کی ہے کہ مقاتلین جناب امیر رضی اللہ عنہ بوجہ اپنی تاویل کے معذور تھے اور یہ کہ اس مقابلہ کے باعث ان پر کوئی ملامت نہیں ہے ورنہ آنحضرت ﷺ ان لوگوں کے تعدی کرنے اور ارشاد نبوی سے مخالف ہونے کی خبر دیتے' حالانکہ آپ نے بہت کیا تو یہ کہ بعض حضرات کی افراط تفریط کی طرف اشارہ فرمایا۔ چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا وانت ظالم له اگرچہ ظلم کا استعمال کبھی بمعنی وضع الشئی فی غیر محلہ ہوتا ہے اگرچہ اس کے ارتکاب میں کوئی گناہ کرتا ہو اور اسی قبیل سے آپ کا یہ ارشاد ہے فمن زاد علی الثلاثت فی الوضوء فقد اساء و ظلم یعنی جس نے وضو میں تین مرتبہ سے زیادہ اعضا کو دھویا اس نے برا کیا اور ظلم کیا دیکھو آنحضرت ﷺ نے اساءۃ اور ظلم کو غیر حرام میں استعمال فرمایا۔ اب تم بعد اس بیان کے ان دونوں باتوں میں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ اور ان کے اتباع کے مقابل میں ان کی تنقیص سے بالکل سکوت فرمایا اور حکم اور اس کی اولاد پر باستثنائے صلحائے اولاد حکم جیسے عمر بن عبدالعزیز کہ وہ حکم اور عدل اور احتیاط واعراض عن الدنیا میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ ملحق ہیں' لعنت فرمائی۔ تامل کے ساتھ فرق پیدا کرو اگر معاذ اللہ حضرت صدیقہ و زبیر و معاویہ وغیرہم رضی اللہ عنہما بھی فی الواقع مستحق لعن وطعن تھے تو جناب رسالت ماب ﷺ نے کیوں ان پر اور مستحقین کی طرح بتصریح تمام واہتمام تام تغلیظ و تشنیع نہ فرمائی۔ علاوہ اس کے یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا افراد امت میں غیر مستحق لعنت کے لئے لعنت کرنا اس شخص کے لئے (بموجب دعائے

نبوی) موجب طہارت و رحمت ہے اور کیا عجب کہ حکم اور اس کی مسلمان اولاد کی لعنت بھی ایسی ہی ہو۔

اور نیز بطریق صحیح ثابت ہو چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے (خواب میں) تین شخصوں کو بنی امیہ میں سے دیکھا کہ آپ کے منبر شریف پر بندروں کی طرح کودتے ہیں۔ اس سے آپ کو ایسا رنج ہوا کہ اس کے بعد وفات شریف تک کبھی آپ کو ہنستے نہیں دیکھا اور شاید وہ یہی لوگ (یعنی ظالمین بنی مروان اور یزید بن معاویہ وغیرہ۔ یزید سب میں زیادہ کم بخت اور بدکار تھا۔ بلکہ ائمہ کی ایک جماعت نے ان لوگوں کی تکفیر کی ہے اور وہی لوگ آنحضرت ﷺ کے ارشاد سے جیسا کہ اس حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ میری امت کا نقصان بے عقل قریش کے چند لونڈوں کے ہاتھ ہو گا۔ مراد ہیں سو یہ لوگ انتہا کے ظالم اور بدکار نکلے' جن کی خبر رسول اللہ ﷺ کو دی گئی اور آپ نے دوسروں کو ان کی خبر دی اور امت تو ان کے عظیم قبائح سے مطلع کیا۔ برخلاف ان حضرات کے جنہوں نے جناب امیر سے قتال کیا جیسے حضرت عائشہؓ اور زبیر طلحہ و معاویہ عمرو بن عاص۔ اور اکابر صحابہ سے ان کے ساتھ تھے (رضی اللہ عنہم)۔ بلکہ "اصحاب بدر" بھی ان میں تھے۔ سو آنحضرت ﷺ نے ان کا کوئی نقص بیان نہ فرمایا۔ اور نہ کوئی ایسی بات بتلائی جس سے ان حضرات کے نقص کا پتہ چلے' بلکہ اگر کیا تو یہ کیا کہ ان حضرات کی معذوری اور ان کے کمال کی جانب اشارہ فرمایا کمامر۔ اور بطریق صحیح ثابت ہو چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جناب امیر سے خوارج اور ان کی صفات کو اور اس شخص کو جو ان میں ہو گا بیان فرما کر یہ بھی فرمایا کہ تم اس جماعت کو قتل کرو گے۔ چنانچہ آئندہ یہ مفصل بیان ہو گا اور عنقریب مذکور ہو گا کہ آنحضرت ﷺ نے خوارج کی نسبت فرمایا کہ دو گروہوں میں جو حق سے قریب تر ہو گا وہ ان خوارج کو قتل کرے

گا۔

اور بے شک اس روایت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت کے لئے پوری گواہی اس بات کی ہے کہ وہ بھی حق پر تھے، مگر اپنے ظن اور تاویل کے اعتبار سے۔

اور منجملہ قابل ذکر واقعہ "صفین" کا خلاصہ ہے۔

واضح رہے کہ اس واقعہ میں بہت سے وہ امور ذکر کئے گئے ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہے۔ چنانچہ واقعہ جمل میں اس کی طرف میں اشارہ کر چکا ہوں۔ اور ایک ایسی سند سے جس کے رجال بجز ایک شخص کے جس کی توثیق ابن حبان نے کی ہے مروی ہے جناب مرتضیٰ نے ارشاد فرمایا کہ رسول خدا ﷺ نے مجھ سے "ناکثین قاسطین مارقین" سے مقاتلہ کرنے کا عہد لیا ہے۔

اور یہ سب لوگ وہی خوارج ہیں جن کا قصہ آگے مذکور ہو گا نہ یہ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اتباع برحق یعنی صحابہ اور جو ان صحابہ کے طریق پر تھے۔ مراد ہوں۔ گو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان حضرات سے بھی قتال کی اجازت تھی مگر یہ حضرات قاسط و مارق نہیں کہے جا سکتے۔ البتہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے ایک روایت اس کے خلاف مروی ہے مگر اس کی سند ضعیف ہے، وہ روایت یہ ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے جس وقت کہ وہ صفین کا قصد کر رہے تھے، ارشاد فرمایا کہ رسول خدا ﷺ نے ہمیں "ناکثین قاسطین مارقین" سے قتال کا حکم دیا ہے۔ پس اگر اس روایت کو پہلی روایت کی طرح صحیح تسلیم کر لیا جائے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کے متصف بایں صفات ہونے کا یہ مطلب ہو گا کہ یہ حضرات جناب امیر کی متابعت سے ناکث اور ان کی اطاعت سے مارق اور ان سے جدا ہو جانے میں قاسط تھے۔ اگرچہ ان کے پاس ایسی

تاویل تھی جو ان کو گناہ سے محفوظ رکھتی ہے۔ چنانچہ ظلم اور اساءت کی تقریر پہلے گزر چکی ہے کہ دونوں لفظ حدیث صحیح میں اس شخص کی نسبت بھی وارد ہوئے جو وضو میں اپنے اعضا تین بار سے زیادہ دھوئے۔

اور دو سندوں سے کہ ان میں سے ایک میں کچھ لین اور دوسرے میں ضعف ہے مروی ہے کہ جناب امیر نے (اپنی جماعت سے) ارشاد فرمایا کہ بقیہ احباب کی طرف چلو اور خدا اور رسول ﷺ کے فرمودہ کو دیکھو۔ ہم تو کہتے ہیں کہ خدا اور اس کے رسول ﷺ نے سچ فرمایا ہے اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا اور اس کے رسول ﷺ جھوٹے ہیں۔ جناب امیر کی مراد بقیہ احزاب سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ ان کے والد ابو سفیان رضی اللہ عنہ رئیس الاحزاب تھے۔ اور خدا اور رسول ﷺ کے فرمودہ کو دیکھو اس کے یہ معنے ہیں کہ تم لوگ جس کو صحابہ نے رسول خدا ﷺ کے ہمراہ احزاب کی طرف جاتے ہوئے فرمایا تھا۔ (یعنی یہ کہ خدا اور اس کے رسول سچے ہیں) وہ قول کہتے ہوئے نہ چلو جو منافقین کہتے ہیں۔

حق سبحانہ نے دونوں فریق کے اقوال نقل فرمائے ہیں۔

وَلَمَّا رَءَا الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَٰذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ

اور جب مسلمانوں نے دیکھی فوجیں، بولے یہ وہی ہے جو وعدہ دیا تھا ہم کو اللہ نے اور اس کے رسول نے اور سچ کہا اللہ نے اور اس کے رسول نے (احزاب — ۲۲)

نیز فرمایا ہے۔

وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ

(غرض قول صحابہ رضی اللہ عنہ مراد ہے نہ قول منافقین)

اور منجملہ ان امور کے قابل ذکر صفین کی ثالثی کا واقعہ ہے جس میں جناب امیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے عمرو بن عاص رضی اللہ مقرر ہوئے تھے۔

ایک ایسی سند سے جس کی نسبت "طبرانی" کہتے ہیں کہ وہ میرے نزدیک باطل ہے مروی ہے کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ میری امت میں دو گمراہ ثالث ہوں گے اور گمراہ ہے جو ان دونوں کی اطاعت کرے۔ اس پر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ دیکھئے ان دونوں میں سے آپ نہ ہوں۔

ایک اور روایت جس کی سند میں ایک متروک راوی ہے مذکور ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ شعری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا آپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ جو شخص ہم پر جھوٹ باندھے وہ اپنی جگہ جہنم میں بنا لے' اس کے بعد حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ سے اس حدیث کو پوچھا کہ عنقریب میری امت میں ایک ایسا فتنہ ہو گا جس میں چلنے والے سے کھڑا رہنے والا بہتر ہو گا (اس حدیث میں) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں کو مخصوص فرمایا۔ خطاب عام نہیں فرمایا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے اشارۃً" حضرت ابوموسیٰ پر اعتراض کیا بوجہ اس کے جو ان سے معاملہ ثالثی میں واقع ہوا (جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت عمرو بن عاص نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے (بمقتضائے الحرب خدعۃ) ایسا حیلہ کیا کہ ابو موسیٰ نے جناب امیر کرم اللہ وجہہ کو خلافت سے علیحدہ کر دیا پھر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ جو آئے تو انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دیا اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ عمرو بن عاص عرب کے ہوشیار اور چالاک لوگوں

میں تھے اور حضرت ابو موسیٰ ایک بھولے اور سیدھے آدمی تھے' عمرو بن عاص کی چالاکی ان پر ایسی چل گئی کہ انہوں نے اپنے فیصلہ ثالثی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت سے برطرف ہی کر دیا۔ اس کے بعد عمرو بن عاص آئے اور انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم کر لیا۔ اسی چال کے باعث حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے اپنی برطرفی اور فریق ثانی کی خلافت کا اعتبار نہ کیا اور جس طرح قبل ثالثی کے ہو رہا تھا اسی میں لگے رہے۔ ایک اور روایت ہے جس کی سند میں ایسے دو راوی ہیں کہ جن کی نسبت حافظ ہیثمی نے کہا ہے کہ ان کو میں نہیں جانتا کہ جب دونوں ثالثوں میں اختلاف پڑا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ "منبر کوفہ" پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میں تمہیں پہلے ہی ثالث مقرر کرنے سے منع کرتا تھا مگر تم لوگوں نے نہ مانا' اس پر ایک جوان شخص کھڑا ہو گیا اور بہت سختی کے ساتھ جناب امیر سے گفتگو کرنے لگا اور کہنے لگا کہ نہیں بلکہ آپ ہی نے ثالثی کا حکم دیا اور جب آپ کے خلاف فیصلہ ہوا تو آپ اس سے بیزاری ظاہر فرماتے ہیں۔ جناب امیر نے جواب میں بہت سختی کی۔ اور فرمایا تو ایسی باتیں کر رہا ہے "چھوٹا منہ بڑی بات" خدا تیرا برا کرے اس کے بعد فرمایا خدا کی قسم اگر یہ گناہ ہے تو صغیرہ ہے اور اگر مستحسن تو بڑی مشکوری کے قابل ہے۔ یہ اشارہ بالخصوص ثالثی کی طرف ہے۔ جس میں گفتگو تھی یا عموماً" آپ کی تمام لڑائیوں کی طرف ہے جو آپ سے اور حضرت عائشہ و طلحہ و زبیر و معاویہ رضی اللہ عنہما سے ہوئیں۔

اور منجملہ ان کے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی باہمی صلح کا واقعہ ہے۔ واضح رہے کہ اس کے بعد جو آئندہ بیان ہو گا اس میں اس کا مفصل تذکرہ آئے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بسند صحیح ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا اسلام کی چکی پینتیس یا چھتیس سال تک چلتی رہے گی۔ پس اگر ہلاک ہو گئے تو اور ہلاک شدہ لوگوں کا ایسا ان کا بھی

حال ہو گا اور اگر ان کا دین درست نہ ہوا تو ستر برس تک درست ہو جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ گزشتہ سال مراد ہیں یا آئندہ فرمایا آئندہ اور ایک اور روایت میں ہے کہ چلتی رہے گی اسلام کی چکی پینتیس برس تک، پس اگر بغیر لڑائی جھگڑے کے آپس میں صلح رکھیں گے تو ستر برس تک دنیا سے فائدہ حاصل کریں گے۔

اس روایت کو حضرت حسن و معاویہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ صلح پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ صلح اس مدت معین کے بعد واقع ہوئی ہے۔ ابتدا ہجرت سے لیجائے کیونکہ چالیسویں سال کے شروع پر جو کچھ واقع ہوا اس پر مابعد صادق آرہا ہے اور شاید جناب امیر کی خلافت کو ذکر نہ کرنے کی جس کی مدت چار برس ہے سبب ہوئی یہ وجہ ہوئی کہ آپ کا ایک دن بھی بوجہ اپنے کثیر مخالفین کے جنگ و جدال کے صفائی اور اطمینان سے نہیں گزرا۔

اس مدت تک دنیا سے فائدہ حاصل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس مدت میں علما و مجتہدین پیدا ہوئے اور دین کا قیام جیسا اس مدت میں رہا بعد میں نہیں رہا۔

یہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے سے بہت مبالغہ کے ساتھ روکا۔ اور ان سے کھلم کھلا کہہ دیا کہ اگر لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تو پھر کبھی ان کا کام درست نہ ہو گا۔ جب تک ان کے چالیس ہزار آدمی قتل نہ ہو جائیں اور نیز عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عراق جانے سے منع کیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار سے علیحدہ نہ ہونے کی سخت تاکید کی اور صاف صاف کہہ دیا کہ اگر آپ منبر شریف کو چھوڑ کر چلے جائیں گے تو پھر "مدینہ" میں لوٹ کر آنا نصیب نہ ہو گا۔ اور نیز یہ بھی کہہ دیا کہ جب جناب امیر ہجرت کے چالیسویں سال سے قبل شہید ہو جائیں گے تو قریب ہی اس کے بعد صلح

ہو جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ خلافت سے کنارہ کش ہونے کے باعث حضرت حسن اور معاویہ رضی اللہ عنہم میں باہم صلح ہو گئی۔

اور ایک اور روایت میں مروی ہے جس کے راوی ایک کے سوا سب صحیح احادیث کے راوی ہیں۔ اگرچہ وہ بھی مختلف فیہ ہے مگر ذہبی نے اس کی بابت کہا ہے کہ یہ ثابت قدم لوگوں میں سے ہیں اور مجھے ان کے متعلق کوئی جرح معلوم نہیں۔

وہ روایت یہ ہے کہ حضرت عمرو بن عاص نے منبر پر چڑھ کر جناب امیر پر کچھ اعتراض کیا پھر اسی طرح مغیرہ بن شعبہ نے، اس پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ بھی منبر پر چڑھ کر دونوں کا جواب دیجئے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تک تم لوگ اس کا وعدہ نہ کرو کہ اگر میں حق کہوں تو میری تصدیق کرو گے اور ناحق کہوں تو میری تکذیب کرو گے اس وقت تک میں ہرگز ایسا نہ کروں گا۔ آخر (بعد عہد و پیمان) حضرت حسن رضی اللہ عنہ منبر پر رونق افروز ہوئے اور بعد حمد و ثنا فرمایا اے عمرو، اے مغیرہ، میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سائق☆ اور قائد○ پر لعنت فرمائی ہے جن میں ایک وہ فلاں شخص ہے دونوں نے کہا ہاں۔ پھر فرمایا اے معاویہ اے مغیرہ میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کیا تمہیں معلوم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو پر تمامی ان جملوں کے ساتھ جن کے ساتھ لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں لعنت فرمائی۔ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر فرمایا اے عمرو اے معاویہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی قوم پر لعنت فرمائی ہے۔ دونوں نے اقرار کیا۔ اس کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس خدا کا شکر کرتا ہوں جس نے تم کو اس جماعت میں کیا جو علی رضی اللہ عنہ سے بیزاری ظاہر کرنے والی ہے۔ حالانکہ علی رضی اللہ عنہ ایسے شخص تھے

☆ نابینے کو پیچھے سے پکڑ کر لے جانے والا۔ ○ نابینے کو آگے سے پکڑ کر لے جانے والا۔

جن کو رسول خدا ﷺ نے کبھی برا نہیں کہا بلکہ ان کو غایت عظمت و جلال کے ساتھ یاد فرمایا ہے۔

اور ایک اور روایت ہے جس کے ایک راوی کے سوا جس کی نسبت حافظ ذہبی نے کہا ہے کہ میں اس کو نہیں جانتا اور سب راوی ثقہ ہیں۔ کہ شداد بن اوس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ وہاں عمرو بن عاص بھی موجود تھے۔ شداد رضی اللہ عنہ ان دونوں کے درمیان میں بیٹھ گئے۔ اور فرمایا جانتے ہو میں یہاں کیوں بیٹھا۔ میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا کہ جہاں ان دونوں کو یک جا دیکھو تو ان دونوں کے درمیان میں تفریق کر دو کیونکہ یہ دونوں عذر کے سوا اور کسی کام کے لئے مجتمع نہیں ہوتے۔ اس لئے میں نے چاہا کہ تم دونوں کے درمیان میں تفریق کر دوں۔ اس حدیث کے متعلق پیشتر بحث ہو چکی ہے۔

اورایک اور روایت ہے جس کا ایک راوی بہت ہی ضعیف ہے کہ قیامت قائم نہ ہو گی جب تک کہ دو ایسی بڑی جماعتیں جن کا دعویٰ ایک ہو گا باہم قتال نہ کریں۔

اور منجملہ ان امور کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خوارج سے مقابلہ کرنا ہے جس میں حسب اخبار نبوی ﷺ نص غیر محتمل التاویل' آپ امام عادل ہیں۔

ابو یعلی نے بسند صحیح روایت کیا ہے کہ ابو وائل رضی اللہ عنہ سے اس قوم کا حال پوچھا گیا جس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا تو انہوں نے فرمایا کہ جب صفین میں اہل شام بہت مقتول ہوئے اور معاویہ اور ان کے ساتھی پہاڑ پر پناہ گزین ہو گئے عمرو بن عاص نے مشورہ دیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس قرآن شریف بھیج کر ان سے صلح کی درخواست کیجئے۔ کیونکہ وہ قسم خدا کی کبھی اس درخواست کو رد نہ کریں گے۔ غرض معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے شخص کو بھیجا جو قرآن شریف اٹھائے ہوئے اعلان کر رہا تھا

کہ ہمارے اور تمہارے درمیان میں کتاب اللہ ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ

ترجمہ: کیا نہ دیکھا تو نے ان لوگوں کو جن کو ملا کچھ ایک حصہ کتاب کا (آل عمران:۲۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا بے شک ہمارے تمہارے درمیان میں کتاب اللہ ہے۔ بلکہ اللہ کے ساتھ بہ نسبت تمہارے میں زیادہ قریب ہوں۔ صلح کا تذکرہ سن کر خوارج جن کو ہم اس زمانے میں "قراء" کہتے تھے اپنی تلواریں کندھے پر ڈالے ہوئے آئے اور کہنے لگے کہ اے امیرالمومنین آپ اس قوم یعنی اہل شام سے ہرگز صلح کی بات چیت نہ کیجئے یہاں تک کہ حق سبحانہ ہمارے اور ان کے درمیان میں فیصلہ کر دے۔ اس پر حضرت سہل بن حنیف کھڑے ہو گئے اور ان خوارج کو انکار صلح سے منع کیا اور دلیل یہ بیان کی کہ حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا میلان خاطر صلح کی جانب تھا مگر اکثر صحابہ صلح کے مخالف تھے حالانکہ بھلائی صلح ہی میں تھی۔ آخر جب جناب امیر رضی اللہ عنہ نے ان خوارج کی ایک نہ سنی تو یہ لوگ نکل کھڑے ہوئے، اس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کے بلانے کو آدمی بھیجا۔ چنانچہ کچھ اوپر دس ہزار واپس آئے، اور عنقریب ایک روایت آتی ہے ان کی تعداد دس ہزار سے زائد تھی، اور ایک روایت میں ہے کہ کم تھی۔ اور شاید ہر ایک راوی نے اپنے علم کے موافق بیان کیا ہے جو لوگ ان خوارج کو واپس بلانے گئے تھے انہوں نے یہ کہا کہ اگر علی رضی اللہ عنہ نے صلح کر لی تو ہم ان سے لڑیں گے ورنہ ان کی طرف سے ہو کر معاویہ رضی اللہ عنہ سے لڑیں گے۔ یہ کہہ کر وہ متفرق ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مشورہ لیا کہ اب ہم کو معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ پر جانا چاہئے یا دیار بکر کے خوارج کے مقابلہ پر، لوگوں نے کہا کہ ہم دیار بکر والوں کے

مقابلہ پر جاتا ہیں۔ اس وقت جناب امیر ؓ نے خوارج کی شان میں جو حدیث وارد ہوئی تھی بیان فرمائی' وہ حدیث یہ تھی کہ لوگوں کے اختلاف کے وقت ایک فرقہ ایسا پیدا ہو گا جس کو وہ جماعت جو دونوں گروہوں میں حق سے زیادہ قریب ہو گی قتل کرے گی۔ علامت ان خوارج کی یہ ہے کہ ان میں ایک ایسا شخص ہو گا جس کا ہاتھ عورت کے پستان کی شکل پر ہو گا۔ آخر جناب امیر ؓ نے "نہروان" میں ان خوارج سے مقابلہ کیا جس میں وہ کم بخت بھی ایسی سختی سے لڑے کہ جناب امیر کی فوج کے قدم اکھڑ گئے۔ اس وقت جناب امیر نے اپنی فوج کو پکار کر کہا کہ اگر تم میرے لئے لڑتے تھے تو خدا کی قسم میرے پاس اس کا معاوضہ دینے کے لئے کچھ نہیں ہے اور اگر خدائے تعالیٰ کے لئے لڑتے تھے تو ہرگز تمہیں بھاگنا نہ چاہیے۔ یہ سن کر جناب امیر کی فوج نے ایسا حملہ کیا کہ کایا پلٹ گئی۔ اور سارے خوارج پٹ☆ پڑ گئے اور واصل جنہم ہوئے اس کے بعد جناب امیر نے آدمی متعین کئے کہ (مقتولین خوارج میں) اس "پستان نما" ہاتھ والے کو تلاش کریں مگر اس کا پتہ نہ چلا' اس پر بعض لوگ کہنے لگے کہ علی ؓ نے ہمیں دھوکا دیا۔ جس سے ناحق ہم نے اپنے بھائیوں کا خون کر ڈالا' جب یہ خبر ملی تو آپ کے آنسو نکل پڑے اور اپنی سواری کا جانور منگوا کر آپ اس پر سوار ہوئے۔ اور مقتولین کے ڈھیروں میں جا کر ایک ایک کا پاؤں پکڑ کر کھینچنے لگے' آخر وہ شخص جس کو بطور علامت بتلایا گیا تھا مل گیا اس کی آپ کو خبر دی گئی۔ تو آپ نے خوشی میں اللہ اکبر کے نعرے بلند کئے اور لوگ واپس ہو گئے۔ اور جناب امیر نے فرمایا کہ امسال اب ہم کہیں نہیں لڑیں گے آخر "کوفہ" لوٹ آئے اور وہیں آپ شہید ہو گئے اور حضرت حسن ؓ خلیفہ بنائے گئے۔ شروع شروع میں آپ بھی اپنے

[illegible]

والد ماجد کے حال پر چلے۔ یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مخالف رہے آخر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لینے کو آدمی بھیجا اور اس کی اطلاع آپ نے خزرج کے سردار قیس بن سعد بن عبادہ کو دی۔ قیس مجمع صحابہؓ میں کھڑے ہو گئے اور کہا کہ اے لوگو اب دو باتیں رہ گئی ہیں یا تو جماعت میں داخل ہو جاؤ یا بلا امام کے مقاتلہ کرو' لوگوں نے کہا یہ کیا؟ قیس نے کہا حسن بن علی نے تو معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی' یہ سن کر لوگ چلے آئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے سب نے بیعت کر لی۔

اب حضرت معاویہ کو بجز "نہروان" کے خوارج کے اور کسی کی فکر نہ تھی آخر وہ بھی حضرت معاویہ کے سامنے آ کر گرے اور ساڑھے تین سو کے سوا سب نے آپ کی بیعت کر لی۔

اب مناسب ہے کہ تم حدیث سابق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول کو تقتلهم اقرب الطائفتين الى الحق۔ اور دوسری ضعیف روایت میں جس کے الفاظ یہ ہیں۔ تقتلهم اولى الطائفتين بالله اقربهم الى الله عزو جل بغور و بنظر تنبہ دیکھو کہ اس قول نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت کے لئے بھی قرب الی الحق ثابت کر دیا کیونکہ ان کا فعل بھی اجتہاد پر مبنی تھا۔ جس پر ثواب ملتا ہے نہ عبث' جس پر عتاب ہو۔ جناب امیرؓ کے ارشاد سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بڑی مدح اور ان کے اجتہاد کا قابل اعتبار ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ باغی کہے جائیں۔ اور عنقریب یہ بھی بیان ہو گا کہ حضرت حسنؓ کی تفویض خلافت کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو "نہراوں" والوں یعنی خوارج کے سوا اور کوئی فکر نہ تھی اور یہ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی قتال خوارج میں جناب امیر رضی اللہ عنہ کے شریک رہے لہٰذا وہ بھی بعد جناب امیر کے اقرب الی الحق ہیں۔

قرب الی الحق میں فریقین کے شریک ہونے کی دلیل یہ آیت کریمہ بھی ہے

وَإِن طَآئِفَتَانِ مِنَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ ٱقۡتَتَلُواْ فَأَصۡلِحُواْ بَيۡنَهُمَاۖ

ترجمہ: اور اگر دو فریق مسلمانوں کے آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں ملاپ کرا دو (حجرات - ۹)

یعنی اگر دو گروہ مومنوں کے باہم قتال کریں تو ان دونوں فریق کو باوجود قتل و قتال کے مومن فرمایا۔ جس میں ان لوگوں کے خیال باطل کی تردید ہے جو جناب امیر سے لڑنے ولوں کو کافر کہتے ہیں۔

اور رسول خدا ﷺ نے بھی اپنے اس اعلان میں جو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی مدح میں منبر پر دیا تھا فرمایا تھا کہ حق سبحانہ اس کے (یعنی حسن رضی اللہ عنہ کے) ذریعہ سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعت میں صلح کرا دے گا۔ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے دونوں جماعتوں کے لئے اسلام کو ثابت فرمایا جس طرح اللہ جل شانہ نے دونوں کے لئے ایمان کو ثابت فرمایا تھا اور اسلام وایمان دونوں آخرت میں قابل اعتبار ہونے کی حیثیت سے لازم وملزوم ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ شرعاً" ممکن نہیں کہ اسلام بغیر ایمان کے' یا ایمان بغیر اسلام کے پایا جائے ۔ بلکہ جو شخص دل سے ایمان لائے اور باوجود قدرت کے زبان سے اقرار نہ کرے' وہ باتفاق کافر ہے بلکہ امام نووی تو اس کو اجماعی فرماتے ہیں اگرچہ دعویٰ اجماع میں نزاع ہے۔

اورایک اور روایت ہے جس کی سند میں ایک مختلف راوی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ خوارج کو کس نے قتل کیا۔ لوگوں نے کہا علی نے

فرمایا میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے کہ خوارج کو میری امت کے بہترین لوگ قتل کریں گے اور یہ خوارج بدترین امت ہوں گے۔

اورایک اور روایت میں ہے جس کے راوی ثقہ ہیں کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قتل کے زمانے میں شداد بن ہادی سے خوارج کا حال دریافت کیا۔ اور مقصود یہ تھا کہ عراق والوں نے حضرت صدیقہؓ کی خدمت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے جھوٹی جھوٹی باتیں بیان کی تھیں۔ اس لئے ان کی خواہش ہوئی کہ ان باتوں کو جانچ لیا جائے۔ اسی لئے شداد جب کوئی بات بیان کرتے تو آپ ان سے حلفیہ پوچھتیں اور وہ قسم کھایا کرتے۔ شداد کے بیان کا خلاصہ یہ تھا کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان میں صلح کی بات چیت ہوئی اور ثالثوں نے فیصلہ کر دیا تو آٹھ ہزار خوارج (جن کا لقب پہلے قراء تھا) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے باغی ہو گئے۔ اور کوفہ کے ایک مقام میں جس کو حرورا کہتے تھے آ کر ٹھہر گئے ان کو قول تھا کہ علی رضی اللہ عنہ نے وہ قمیص (خلافت) جو خدا کی طرف سے انہیں عنایت ہوا تھا اتار ڈالا اورجو نام کہ خدا نے ان کا رکھا تھا(یعنی خلیفہ رسول اس سے نکل گئے) کیونکہ خدا کے دین میں انہوں نے ثالث مقرر کیا۔ حالانکہ فیصلہ خدا ہی کا فیصلہ ہے۔ جناب امیر رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر پہنچی۔ تو آپ نے مصحف امام (یعنی حضرت عثمان کے مصحف) کو منگایا اور اپنے سامنے رکھا پھر آپ قرآن مجید پر ہاتھ مارتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے مصحف تو لوگوں سے کچھ کہہ تو سہی۔ اور اس فعل سے خوارج کی حماقت ظاہر کرنا مقصود تھی اوران کے اس قول کا کہ ہمارے اور ان کے درمیان میں کتاب اللہ ہے' رد کرنا مد نظر تھا کہ کتاب اللہ خود بولتی نہیں۔ بلکہ علمائے کتاب اللہ کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہے۔ لوگوں نے کہا اے امیرالمومنین آپ مصحف سے کیا پوچھتے ہیں وہ تو

صرف کاغذ اور روشنائی ہے۔ اور ہم تو جو کچھ اس میں دیکھتے ہیں اس کے موافق کہتے ہیں۔ جناب امیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہارے اصحاب جو میرے دوست تھے اور اب مجھ سے باغی ہو رہے ہیں اسی وجہ سے کہ ان کو میرے ثالثی کے فعل پر اعتراض ہے۔ بے شک ہمارے اور ان کے درمیان میں کتاب اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ زوجین کے بارے میں فرماتا ہے۔

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِۦ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَآ إِن يُرِيدَآ إِصْلَٰحًا يُوَفِّقِ ٱللَّهُ بَيْنَهُمَآ

ترجمہ: اور اگر تم ڈرو کہ وہ دونوں آپس میں ضد رکھتے ہیں تو کھڑا کرو ایک منصف مرد والوں میں سے اور ایک منصف عورت والوں میں سے (نساء- ۳۵)

یعنی اگر زوجین میں باہم مخالفت کا تمہیں خوف ہو تو دونوں کے قرابت مندوں میں سے ایک ایک ثالث مقرر کر دو اگر یہ دونوں صلح کرانا چاہیں تو اللہ ان دونوں میں موافقت کرا دے گا۔ امت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت یا ذمہ داری ایک زن و مرد سے بہت زیادہ ہے - (لہٰذا اگر امت کی بہبودی کے لئے میں نے ثالث منظور کیا تو اس میں کیا جرم ہوا) اور نیز خوارج مجھ سے اس وجہ سے بھی ناراض ہیں کہ میں نے معاویہ سے صلح نامہ لکھ پڑھ لیا۔ حالانکہ ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپ کے اور اہل مکہ کے درمیان میں صلح نامہ لکھا۔ پھر میرے اور معاویہ کے صلح نامہ پر کیااعتراض ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا ٱللَّهَ وَٱلْيَوْمَ ٱلْأَخِرَ

ترجمہ: تم کو پیغمبر خدا کی پیروی (کرنی) بہتر ہے (یعنی) اس شخص جسے خدا (سے ملنے) اور روز

قیامت (کے آنے) کی امید ہو' اور وہ خدا کا ذکر کثرت سے کرتا ہو (احزاب۔ ۲۱)

یعنی تم لوگوں کو رسول خدا (کے افعال و اقوال) میں عمدہ پیروی ہے(خاص کر) اس شخص کے لئے جو اللہ (سے ملنے) کی اور قیامت کی امید رکھتا ہو۔ اس کے بعد جناب امیرؓ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو خوارج کی تفہیم کے لئے بھیجا۔ شداد کہتے تھے۔ میں بھی ان کے ساتھ گیا۔ جب ہم ان کے لشکر میں پہنچے تو ایک شخص ان میں سے کھڑا ہوا اور اس نے خطبہ پڑھا جس میں وہ اپنے لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ اے عاملین قرآن یہ شخص عبداللہ بن عباس ہیں پھر لوگوں کو ان کی پیروی سے ڈرایا اور وجہ یہ بیان کی کہ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کی نسبت آیت قوم خصمون نازل فرمائی گئی۔

آخر عبداللہ بن عباس وہاں تین دن ٹھہرے اور ان کو نصیحت کرتے رہے۔ چنانچہ ان میں سے چار ہزار اپنے عقائد باطلہ سے تائب ہوئے اور وہ جناب امیر رضی اللہ عنہ کے پاس "کوفہ" آکر حاضر ہو گئے۔

اس کے بعد پھر جناب امیر رضی اللہ عنہ نے ان میں سے باقی لوگوں کے پاس کہلا بھیجا۔ کہ ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان میں جو معاملہ ہوا وہ تو تم دیکھ چکے' اب تم جہاں چاہو ٹھہرو ہمارے تمہارے درمیان میں یہ معاہدہ ہے کہ تم خون ناحق نہ کرو قطع طریق (یعنی مسافروں کی لوٹ مار) نہ کرو عہد نہ توڑو اگر ایسا کرو گے تو پھر ہمارے تمہارے درمیان میں لڑائی ہو گی کیونکہ ان اللہ لایحب الخائنین یعنی اللہ خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ شداد کہتے تھے کہ جب تک خوارج نے خلاف معاہدہ کوئی کام نہ کیا تو جناب امیر نے ان سے قتال نہ کیا۔

پھر حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے شداد سے اس شخص کا حال پوچھا جس کی

خبر رسول خدا ﷺ نے دی تھی کہ وہ شخص ان لوگوں کے درمیان میں ملے گا۔ اور اس کا نام ذوالثدیہ ہو گا۔ شداد نے بیان کیا کہ بے شک ہم نے اس کو دیکھا اور جب ہم علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مقتولین خوارج کے ڈھیر میں اس شخص کے پاس پہنچے تو جناب امیر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو بلا کر پوچھا کہ تم اس کو پہچانتے ہو' اکثروں نے کہا ہاں ہم نے اس کو فلاں مسجد میں نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ حضرت صدیقہؓ نے پوچھا کہ علی جس وقت اس شخص کے پاس پہنچے تو کیا کیا۔ شداد نے کہا ہم نے ان کو "صدق اللہ ورسولہ" کہتے ہوئے سنا۔ حضرت صدیقہ نے پوچھا اور بھی کچھ فرمایا شداد نے جواب دیا نہیں۔ حضرت صدیقہؓ نے فرمایا۔ صدق اللہ و رسولہ' (اس سے حضرت صدیقہؓ کو جناب امیر رضی اللہ عنہ کی تصدیق منظور تھی)

اہل عراق جناب امیر رضی اللہ عنہ پر طرح طرح کے افتراء کیا کرتے تھے اور ان کے کلام میں اپنی طرف سے الحاق کر دیا کرتے تھے۔ اور بطریق صحیح ثابت ہے کہ جب جناب امیر رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے لڑنے کے لئے "بصرہ" تشریف لائے تو آپ سے پوچھا گیا کہ یہ جنگ رسول خدا ﷺ کی وصیت یا عہد سے ہے یا جس طرح اس وقت تمام امت مختلف ہو رہی ہے آپ بھی اپنی رائے سے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ فرمایا ہاں۔ فقط میری رائے ہے۔ رسول خدا ﷺ نے اس کے متعلق کوئی وصیت نہیں کی۔ یہ قول جناب امیر رضی اللہ عنہ کی روایت سابقہ کے معارض نہیں ہے۔ جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ مجھے رسول خدا ﷺ نے "ناکثین قاسطین مارقین" کے قتل کا حکم دیا ہے۔ باوجودیکہ آنحضرت ﷺ نے دفعتہً انتقال نہیں فرمایا۔ بلکہ آپ کئی دن حالت مرض میں حجرۂ شریف میں رونق افروز رہے اور ابوبکر کو نماز میں امام کرنے کا حکم دیا۔ کیونکہ آپ ان کے مرتبہ سے واقف تھے۔ اور بے شک تمام مسلمانوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ

سے بیعت کی۔ اور ہم نے ابوبکر سے بیعت کی اور ان کی متابعت کی۔ چنانچہ جب وہ مجھے جہاد میں بھیجتے تو میں جہاد کو جاتا اور جب کچھ مجھے دیتے تو میں لے لیتا۔ اور میں ہمیشہ ابوبکر کے ساتھ حدود الٰہی کے قائم کرنے میں تازیانہ بنا رہا پس اگر یہ خلافت کوئی ملکیت ہوتی تو ابوبکر مرتے وقت اپنے بیٹے کو دے جاتے' مگر انہوں نے ایسا نہ کیا بلکہ حضرت عمر کو دے گئے۔ آخر لوگوں نے حضرت عمر کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور ہم نے بھی سب کے ساتھ بیعت کی۔ پھر عمر جو کچھ مجھے دیا کرتے تھے میں لے لیتا تھا۔ اور جب کبھی جہاد میں بھیجتے تو میں جاتا تھا۔ اور میں ہمیشہ حدود الٰہی کے قائم کرنے میں عمر کے سامنے تازیانہ بنا رہا۔ پس اگر یہ خلافت ان کی ملکیت ہوتی تو عمر اپنے بیٹے کو دے جاتے مگر انہوں نے اس کو اچھا نہ سمجھا کہ جماعت قریش میں سے کسی خاص شخص کو منتخب کریں۔ تاکہ اس کا استحقاق دوسروں سے زیادہ ثابت ہو۔ اس لئے انہوں نے چھ آدمیوں کو منتخب کیا۔ آخر جب ہم لوگ (منتخب شدہ خلیفہ کے تقرر کے لئے) جمع ہوئے تو عبدالرحمٰن بن عوف نے اس شرط پر کہ وہ خود خلیفہ نہ ہوں گے ہم لوگوں سے عہد لیا کہ ہم باقی پانچ اشخاصِ میں سے جس کو چاہیں خلیفہ تسلیم کرلیں۔ پس ہم لوگوں نے ان کو مختار کر دیا اور انہوں نے عثمان کا ہاتھ پکڑ لیا اور ان سے بیعت کر لی۔ اس وقت میرے دل میں کچھ خلش پیدا ہوئی۔ مگر میں نے دیکھا کہ میرا عہد میری بیعت سے پہلے ہو چکا ہے۔ لہٰذا میں نے بیعت کر لی اور عثمان کی خلافت کو تسلیم کرلیا۔ پس جب وہ مجھے جنگ میں بھیجتے تو میں اس میں شریک ہوتا اور جب کچھ مجھے دیتے تو میں لے لیتا اور حدود الٰہی کے قائم کرنے میں عثمان کے ساتھ تازیانہ بنا رہا۔

پھر جب وہ شہید ہو گئے تو خلافت کے لئے وہ لوگ کود پڑے جو میرے ایسے نہ تھے اور ان کی قرابت میری قرابت کی ایسی تھی' نہ ان کے علم کو میرے علم سے کچھ

مساوات تھی نہ ان کی سبقت اسلامی میری سبقت کے مساوی تھی۔ غرض میں ہر طرح مستحق خلافت تھا۔ اس کے بعد جناب امیر رضی اللہ عنہ سے زبیر رضی اللہ عنہ و طلحہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت کا سبب دریافت کیا گیا۔ فرمایا ان دونوں نے "مدینہ" میں میری بیعت کی اور پھر میرے مخالف ہو گئے۔ اور اگر کوئی شخص ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر کے خلاف ہو جاتا تو بے شک ہم اس سے بھی مقاتلہ کرتے۔ اور بطریق صحیح ثابت ہے کہ خوارج جب جناب امیر رضی اللہ عنہ سے علیحدہ ہو گئے تو آپ نے ان سے مقاتلہ کا ارادہ کیا۔ اس وقت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں ان کے پاس جا کر دیکھوں کہ وہ کس بات سے ناراض ہو رہے ہیں آپ نے ان کو اجازت دی اور وہ تشریف لے گئے اور خوارج سے مناظرہ کیا۔ چنانچہ بیس ہزار تو جناب امیر کی خدمت میں لوٹ آئے فقط چار ہزار (بد بخت) رہ گئے جن کو ایک ایک کر کے جناب امیر رضی اللہ عنہ نے تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ فقط دس آدمی باقی بچے تھے۔ جن باتوں سے خوارج ناراض تھے وہ باتیں یہ تھیں۔

۱۔ ثالثی۔ باوجودیکہ جناب امیر رضی اللہ عنہ خود الحکم اللہ فرماتے تھے۔ اس کی جواب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے وہی کہا جو جناب امیر رضی اللہ عنہ سے پہلے منقول ہو چکا ہے کہ ثالثی کا حکم حالت احرام میں شکار کرنے اور نیز زن و شوہر کے درمیان میں صلح کرا دینے کے باب میں (قرآن مجید میں) وارد ہو چکا ہے۔ تو دنیاوی امور ثالثی بدرجہ اولیٰ جائز ہونی چاہیے۔ چنانچہ اس جواب کو خوارج مان گئے۔

دوسرا اعتراض یہ تھا کہ جناب امیر نے حضرت عائشہؓ وغیرہ سے مقاتلہ کیا مگر غالب ہو جانے کے بعد نہ ان کو قیدی بنایا' نہ ان کا مال غنیمت میں لیا' اس کا جواب ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نہ دیا کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا بنص قرآنی ام المومنینؓ ہیں۔ اگر تم اس کا انکار کرو گے تو کافر ہو جاؤ گے' اور ام المومنین کو قیدی بنا کر اپنے پاس

رکھنا۔ اگر جائز سمجھو گے تب بھی کافر ہو جاؤ گے' آخر خوارج نے اس بات کو بھی تسلیم کر لیا۔

تیسرا اعتراض یہ تھا کہ جناب امیر رضی اللہ عنہ نے صلح کے معاملہ میں اپنے کو مسلمانوں کی امارت سے نکال دیا۔ اس کے جواب میں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ میں کفار کی اس بات پر کہ "علی رضی اللہ عنہ نے جو صلح نامہ میں آپ کو رسول اللہ لکھ دیا ہے مٹا دیا جائے متفق ہو گئے" اور رسول اللہ کے لفظ کو مٹا دینے کا حکم دیا اور فرمایا کہ خواہ ہمیں جھٹلاو مگر ہم تو خدا کے رسول ہیں۔ پس یہی حال علی کا ہے کہ یہ ثالثی ان کے واقعی امیرالمومنین ہونے میں کچھ مضر نہیں۔ اس جواب کو بھی خوارج نے تسلیم کر لیا۔ فقط چار ہزار خوارج منکر رہے جن سے قتل کرنے کا امیر المومنین نے پختہ ارادہ کر لیا مگر بعض اصحاب علی رضی اللہ عنہ کو ان خوارج کی کثرت عبادت اور ان کی قرات قرآن کی عجیب و غریب حالت کو دیکھ کر' کہ قرات میں ان کی آواز شہد کی مکھی کی آواز سے مشابہ ہے قتال میں توقف ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس جماعت کے دس آدمی بھی نہ بچیں گے۔ یعنی دس سے کم شاید بچ رہیں۔ اور میری جماعت میں سے دس بھی قتل نہ ہوں گے۔ چنانچہ جیسا جناب امیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا نیز جناب امیر رضی اللہ عنہ نے ارادہ جنگ کے وقت فرمایا کہ میں خوارج کے پاس کسی ایسے شخص کو بھیجنا چاہتا ہوں جو ان کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی طرف بلائے لیکن یہ سمجھ لو کہ جو شخص اس کام پر مقرر کیا جائے گا۔ اس کو وہ قتل کر ڈالیں گے۔ یہ سن کر سب لوگ ڈر گئے اور ایک نوجوان شخص کے سوا کوئی اس کام کے لئے نہ نکلا۔ پھر بھی آپ نے اشتہار دیا مگر خوارج کے یہاں' اس کام کے لئے جانے کے واسطے سوا اس نوجوان کے کوئی نہ نکلا۔ پھر آپ نے دوبارہ کہا مگر وہی نوجوان نکلا۔ پس آپ نے اس کو قرآن

مجید دیا کہ اس کو لے کر ان خوارج کے پاس جاؤ وہاں ان ظالموں نے اس کو قتل کر ڈالا۔

آخر جب ان خوارج کے قتل سے آپ فارغ ہوئے تو لوگوں کو اس شخص یعنی ذوالثدیہ کی تلاش کے لئے بتاکید فرمایا۔ آخر اس بے ایمان کی نعش ایک گڑھے میں جہاں پانی جمع تھا ملی۔ اور وہ سیاہ ہو رہا تھا اور اس سے بدبو آ رہی تھی۔ اس کے ہاتھ کی جگہ پستان کے مانند ایک چیز تھی۔ جس پر کئی بال نکلے ہوئے تھے' جب آپ نے اس کو دیکھا تو فرمایا کہ صدق اللہ ورسولہ پھر جب یہ خبر حضرت حسن رضی اللہ عنہ یا حسین رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ خدا کا شکر ہے جس نے امت محمدؐ کو مشکل سے نجات دی' جناب امیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان ظالموں کا خاتمہ نہیں ہوا بلکہ اگر امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے تین شخص بھی بچیں گے تو ان میں ایک ان خوارج کی رائے پر ضرور ہو گا۔ بے شک وہ لوگ اپنے باپوں کی پشت اور اپنی ماؤں کے رحم میں ہیں۔ جناب امیر رضی اللہ عنہ کا ارشاد بہت بجا ہے۔ یہ خوارج اب بھی بہت ہیں۔ بلکہ "عمان" جیسے وسیع ملک میں اور بلادِ مغرب کے "قریوں" اور "ہند" کے جزائر وغیرہ میں بے حساب موجود ہیں اور امام احمد وغیرہ نے اس حدیث کو کہ خوارج جہنم کے کتے ہیں۔ روایت کیا ہے صحابی راوی حدیث سے کہا گیا۔ زرافہ فقط مراد ہے یا کل خوارج۔ فرمایا کل خوارج اور ان کا بڑا گناہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عداوت میں وہ بہت بڑھ گئے۔

اور ایک روایت میں جو ثقہ راویوں سے مروی ہے مذکور ہے کہ جناب امیر رضی اللہ عنہ نے منبر پر فرمایا میرے معاملے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے' ایک وہ جو غلو کے ساتھ محبت رکھتے ہیں۔ دوسرے وہ جو مجھ سے بغض رکھتے ہیں۔ مجھ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تمہاری مثال عیسیٰ بن مریم کی سی ہے جن سے یہود نے ایسی

عداوت کی کہ ان کی ماں پر بھی بہتان لگایا اور نصاریٰ نے ان سے ایسی محبت کی کہ جو جگہ ان کے لائق نہ تھی وہاں ان کو پہنچا دیا۔ اس کے بعد جناب امیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسی طرح میرے بابت دو گروہ ہلاک ہوں گے۔ وہ مدعیان محبت جنہوں نے مجھ کو بڑھایا اور جو بات مجھ میں نہ تھی اس کو بیان کیا۔ دوسرے وہ افتراء پرداز دشمن جن کو میری عداوت نے میرے اوپر بہتان لگانے سے باز نہیں رکھا پس خبردار ہو جاؤ۔ نہ میں نبی ہوں، نہ میرے پاس وحی آتی ہے۔ میں فقط کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حتیٰ الوسع عمل کرتا ہوں پس جو کچھ میں تمہیں خدائے تعالیٰ کی فرمانبرداری کے متعلق حکم دوں اس میں میری اطاعت تم پر لازم ہے خواہ تم اس کو پسند کرو یا نہ کرو۔

اور بعض قابل ذکر وہ امور اور فتنے ہیں۔ جو گزشتہ امور کے اصل سبب اور باعث ہیں ان کے جاننے کی ضرورت اس سبب سے ہے کہ وہ نادرالوجود ہیں اور اکثر کتب مشہورہ ان سے خالی ہیں۔

منجملہ ان کے یہ روایت ہے جس کے راوی سب صحیح احادیث کے راوی ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا جب ارادہ ہوا کہ اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ بنائیں تو مدینہ میں اپنے عامل کو لکھ بھیجا کہ کسی شخص کو وفد بنا کر میرے پاس بھیجو، عامل نے عمرو بن حزم انصاری کو بھیجا جب یہ پہنچے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لئے اذن چاہا تو اجازت نہیں ملی اور دربان کا حکم ملا کہ عمرو بن حزم سے کہو۔ جو کچھ مانگنا ہو مانگے۔ انہوں نے کہا ہمیں ملاقات کے سوا اور کچھ نہیں چاہیے۔ آخر کئی دن کے بعد ملاقات ہوئی۔ اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ کوئی حاجت ہے عمرو بن حزم نے بعد حمد و ثناء کے بیان فرمایا کہ بے شک معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا ملک اور تمام چیزوں سے مستغنی ہو گیا ہے اور ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک جس بندے

کو خدائے تعالیٰ اس کی رعیت کا راعی بناتا ہے۔ اس کی رعیت کا اس سے باز پرس فرمائے گا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا تم کوئی خیرخواہ شخص معلوم نہیں ہوتے فقط اٹکل سے کہتے ہو۔ خلافت کے لئے میرے اور دوسرے صحابہ کے سوا اور کوئی باقی نہیں رہا اور میرا بیٹا ان کے بیٹوں سے زیادہ مستحق☆ ہے۔ پھر عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کو کوئی حاجت ہے انہوں نے فرمایا کہ آپ سے کوئی حاجت نہیں ہے۔

اورایک روایت جس کے ایک راوی کی ابوزرعہ نے تضعیف اور ابن حبان وغیرہ نے توثیق کی ہے۔ اورایک راوی کی نسبت حافظ ہیثمی نے لکھا ہے کہ میں اس کو نہیں جانتا' مروی ہے کہ جب معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے یزید سے فرمایا کہ کل شہر تیرے قدموں کے نیچے ہیں اور تمام لوگ تیرے مطیع ہو گئے ہیں اور مجھے بجز "حجاز" والوں کے تیرے لئے اور کسی سے خوف نہیں معلوم ہوتا۔ اگر ان کی طرف سے تجھے کچھ خلاف معلوم ہو تو مسلم بن عقبہ عامری کو بھیجنا کیونکہ ہم نے اس کو آزما لیا ہے۔ آخر جب یزید کو ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کا حال معلوم ہوا تو یزید نے مسلم کو ایسی حالت میں کہ اس پر فالج گرا تھا' اپنے باپ کا کلام سنایا یہ سن کر اس کمبخت نے فوج کشی کر دی۔ اور جب مدینہ پہنچا تو تین دن کے لئے عام اجازت (قتل و غارت وغیرہ کی) دے دی اس کے بعد اس (ظالم) نے اہل مدینہ کو یزید کی بیعت کے لئے کہا۔ کہ ہر حالت میں خواہ خدا کی اطاعت ہو یا معصیت یزید کا اتباع کرو۔ سب نے

☆ استحقاق کی یہ وجہ نہ تھی کہ خلیفہ کا بیٹا خلافت کا حقدار ہے ورنہ خلفائے راشدین کی اولاد خلافت کی مستحق ہوتی بلکہ یہ وجہ تھی کہ محبت پدری کے باعث حضرت معاویہ کو یزید کے خبث باطن معلوم کرنے کا موقع نہیں ملا اور وہ اس کو صالح اور متدین سمجھتے رہے

قبول کر لیا سوائے ایک قریشی کے جس کو اس نے بعد میں قتل کر ڈالا۔ اس پر اس قریشی کی ماں نے قسم کھائی کہ اگر خدا نے مجھے مسلم پر حالت زندگی میں' یا مرنے کے بعد قدرت دی تو میں ضرور اس کم بخت کو آگ میں جلاؤں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب مسلم مدینہ سے نکلا تو قریب مدینہ کے وہ مرگیا اس وقت وہ عورت اپنے غلاموں کو لئے ہوئے پہنچی اور سر کی طرف سے قبر کھودنے کا حکم دیا' جب نعش تک پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک اژدہا اس کی گردن میں لپٹا ہوا اس کی ناک منہ میں لئے چوس رہا ہے۔ غلام ڈر کر ہٹ گئے۔ اور اس عورت کو خبر دے کر کہا کہ خداوند تعالیٰ نے خود تیرا بدلہ لے لیا۔ مگر اس عورت نے نہ مانا۔ اور پاؤں کی طرف سے کھودنے کا حکم دیا۔ دیکھا گیا کہ وہی اژدھا اپنی دم اس کے دونوں پاؤں میں لپٹے ہوئے ہے۔ اسی وقت اس عورت نے دو رکعت نماز پڑھی اور دعا کی کہ یااللہ اگر تیرے علم میں اس دن میں مسلم پر محض تیرے ہی لئے غصہ ہوئی تھی۔ تو اب میرے اور اس کے درمیان سے اس اژدھے کو ہٹا دے' اس کے بعد اس نے ایک لکڑی لی اور اژدہے کی دم کی طرف ماری تو اژدہا سر کی طرف سے ہو کر قبر سے نکل گیا۔ پس اس نے نعش کو قبر سے نکلوا کر جلا دیا۔ اور ایک روایت جس میں ایک راوی متروک ہے مروی ہے کہ ان بدکردار لشکریوں میں سے زمانہ حرہ میں ایک جماعت حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس گئی اور ان لوگوں نے گھر میں جو کچھ پایا اٹھا لائے' پھر دوسرا گروہ گیا جب اس نے کچھ نہ پایا تو حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کو تکلیف دینا شروع کی اور ہر شخص نے آپ کی ریش مبارک سے ایک ایک چٹکی بال نوچنا شروع کئے۔ (خذلھم اللہ تعالیٰ)

اور ایک روایت میں جس کی سند میں چند راوی ایسے ہیں کہ جن کی نسبت حافظ مذکور نے کہا ہے کہ میں ان کو نہیں جانتا مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو اپنی بیعت کرنے کے متعلق لکھا۔ اور انہوں نے انکار کر دیا۔ تو اس پر یزید کو گمان ہوا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے میری رعایت کی وجہ سے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے انکار کیا ہے۔ لہٰذا اس نے ابن عباس کو اپنی بیعت اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے متنفر کرانے کے لئے لکھا اور پورا انعام دینے کا وعدہ کیا۔ اس کا جواب ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یزید کو لکھا اور اس کی خوب برائی بیان کی اور لکھ دیا کہ میں نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے انکار یزید کے انعام کی امید پر اور یزید کو مستحق خلافت سمجھ کر نہیں کیا اور نہ میں کسی کو یزید کی طرف بلاؤں گا۔ اور نہ کسی کو ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے متنفر کروں گا۔ یزید کو چاہیے کہ وہ اپنا انعام و احسان اپنے پاس رکھے۔ کیونکہ میں نے بھی اس کی خدمت واعانت کو اپنے پاس رکھا ہے اس کے بعد ابن عباس رضی اللہ عنہ یزید کے باپ پر برس پڑے کہ انہوں نے زیاد کو اپنا بھائی بنا لیا اور یزید کی خوب خبر لی کہ اس نے اہل بیت نبوت کی توہین کی یہاں تک حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور اکثر اہل بیت کو قتل کر ڈالا۔ ان کی اولاد کو قید میں رکھا اور "مدینہ منورہ" اور اہل مدینہ کی بے حرمتی کی۔ حتیٰ کہ لوٹ مار اور خونریزی کو وہاں جاری کیا۔ اور ایک روایت میں ہے جس کی سند میں وہ شخص ہے جس کی ابن حبان نے توثیق کی ہے۔ اور ابوزرعہ وغیرہ نے تضعیف کی ہے کہ فوج مخالف میں جب معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے یزید کو علانیہ برا بھلا کہنا شروع کیا۔ اور لوگوں کو اپنی بیعت کی طرف بلایا۔ اس پر یزید نے ایک لشکر مسلم بن عقبہ کی سپردگی میں روانہ کیا اور اس کو پہلے اہل مدینہ اور بعد اس کے اہل مکہ سے لڑنے کا حکم دیا۔

غرض لشکر روانہ ہوا اور اس ظالم نے کئی دن تک مدینہ میں خوب ہی خونریزی کی۔ اس کے بعد مکہ معظمہ کی طرف چلا، مگر موت نے دھر دبوچا اس وقت اس نے

حصین کندی کو اپنا نائب بنایا اور ان سے کہا کہ اے ابن بردعۃ الحمار قریش کے مکروفریب سے بچتے رہنا۔ ان سے بالکل منافقانہ معاملہ کرنا۔ چنانچہ وہاں پہنچ کر اس نے کئی دن تک ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے بازار قتال گرم رکھا۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک ایسی مسجد میں جس میں عورتیں زخمیوں کا علاج اور ان کی تیمارداری کیا کرتی تھیں خیمہ لگایا ایک روز حصین نے کہا کہ اس خیمہ سے روزانہ ایک شیر ہم پر حملہ کیا کرتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شیر اپنے کچھار سے نکل آیا پس کون شخص ہے جو ہم کو اس سے نجات دے۔ ایک شامی بولا کہ میں۔ آخر جب رات ہوئی تو اس نے شمع تیر میں باندھ کر خیمہ پر ماری جس سے وہ خیمہ جل گیا اور "خانہ کعبہ" میں حضرت اسحاق علیہ السلام کے (فدیہ والے) مینڈھے کے سینگ تھے۔ وہ بھی جل گئے۔ یہ اس روایت کی بنا پر ہے جس میں حضرت اسحاق کو ذبیح بیان کیا گیا ہے۔ مگر صحیح روایات اس کے خلاف ہیں۔ ان میں حضرت اسمٰعیل کو ذبیح بیان کیا گیا ہے۔

پھر لشکر یزید کے انتقال کی خبر پہنچی۔ جس کی وجہ سے تمام لشکر متفرق ہو گیا۔ یزید کے مرنے کے بعد مروان دعویدار سلطنت کھڑا ہوا اور حمص اور اردن کے لوگ اس کے تابع ہو گئے۔ تب اس کی طرف حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ ایک لاکھ فوج لے کر بڑھے اور مروان کی جمعیت تھوڑے سے بنی امیہ اور ان کے غلاموں کی تھی۔ اس لئے ان کو خوف ہوا مگر مروان نے کہا (مخالف جماعت میں) اتنے لوگ پکڑے باندھے آئے ہیں لڑائی میں ٹھہر نہیں سکتے (پھر ان سے ڈرنا کیا) غرض مروانیوں نے ایسا حملہ کیا کہ سب بھاگ گئے اور ان کا سردار قتل ہوا۔

پھر جب مروان مرا تو عبدالملک اس کا بیٹا دعویدار کھڑا ہوا اس کے تابع اہل شام ہو گئے۔ اس وقت اس نے خطبہ پڑھا اور کہا کہ تم میں سے کون شخص ابن زبیرؓ کے

مقابلے کے لئے تیار ہے (کمبخت) حجاج بولا" میں یا امیرالمومنین کیونکہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ہم لوگوں نے ایک قمیص چھینی ہے جس کو آپ نے پہن لیا ہے" غرض عبدالملک نے اس کو متعین کر دیا اور اس نے مکہ معظمہ پہنچ کر ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے مقاتلہ شروع کیا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اہل مکہ سے کہہ دیا تھا کہ ان دونوں پہاڑوں کی تم لوگ خوب حفاظت رکھنا جب تک ان کی حفاظت رکھو گے تم ضرور غالب رہو گے مگر اہل مکہ نے اس میں کوتاہی کی۔ پس تھوڑی دیر میں حجاج مع فوج کوہ ابو قیس پر چڑھ گیا اور وہاں سے منجنیق پھینکنا اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو مسجد شریف میں مارنا شروع کر دیا۔

جس دن آپ شہید ہوں گے اپنی والدہ اسماء بنت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں تشریف لے گئے ان کی عمر اس وقت سو برس کی تھی۔ مگر نہ کوئی دانت گرا تھا اور نہ بصارت میں فرق آیا تھا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے قوم کا حال پوچھا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے ان کی کیفیت بیان کی اور کہا کہ مرنے میں بے شک راحت ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ مجھے تو یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تم بغیر ملک کے مالک ہوئے۔ نہ مرو تا کہ میری آنکھ ٹھنڈی رہے۔ اور اگر تم شہید ہو جاؤ گے۔ تو میں خدا کے واسطے صبر کروں گی۔ پھر حضرت اسماءؓ نے ان کو بوقت رخصت وصیت کی کہ مرنے سے ڈر کر بزدلی نہ اختیار کرنا۔

غرض والدہ کے پاس سے چلے آئے اور حرم شریف میں داخل ہوئے لوگوں نے کہا کہ ہم آپ کے لئے کعبہ کا دروازہ کھول دیں جس میں آپ وہاں پناہ گزین ہو جائیں فرمایا نہیں اس کے بعد متفرق جماعت کے لوگ مسجد شریف میں آنے شروع ہوئے۔ اور آپ ان ظالموں میں سے ہر ایک کو نکالتے تھے (اتفاق سے) ایک بار خود گر گئے اس وقت وہ سب بے ایمان آپ پر ٹوٹ پڑے۔ اور آپ کا سر جدا کر دیا رضی اللہ عنہ۔ اور

بطریق صحیح ثابت ہے کہ حضرت ابن زبیرؓ نے فرمایا کہ کعب احبار رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کہا ہم نے سب دیکھ لیا فقط ایک بات رہ گئی ہے کہ قبیلہ ثقیف کا ایک جوان مجھے قتل کرے گا۔ چنانچہ حجاج نے آپ کو شہید کیا۔ غرض کعب رضی اللہ عنہ کا ارشاد پورا ہوا۔

اور ایک روایت میں ہے جس کو راویوں کی نسبت حافظ ہیثمی نے کہا ہے کہ میں ان کو نہیں جانتا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے قتل کی وجہ یہ ہوئی کہ دشمنوں کی ایک جماعت آپ کو مسجد سے نکالنے گئی۔ اتفاقاً مسجد کی ایک لکڑی آپ کے سر مبارک پر گر گئی جس کے صدمہ سے آپ گر پڑے اس وقت ان بے ایمانوں کو موقع مل گیا اور آپ کو شہید کر دیا۔

اور یہ بھی صحیح ہے کہ حجاج نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو سولی پر چڑھا دیا تھا تاکہ قریش آپ کو دیکھیں۔ قریش آپ کے پاس سے گزرتے تھے مگر کوئی وہاں ٹھہرتا نہ تھا لیکن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ وہاں ٹھہرے اور فرمایا کہ یہ شخص (یعنی ابن زبیر) بڑا زور رکھنے والا اور شب بیدار اور صلہ رحم کرنے والا تھا۔ یہ خبر "حجاج" کو ملی تو اس نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو سولی سے اتارنے کا حکم دیا اور حکم دیا کہ ان کی نعش یہود کی قبروں میں ڈال دی جائے۔ یہود سے اس مردود کی مراد مطلق مشرکین تھے نہ یہ کہ کوئی یہودی حرم شریف میں جاتا تھا اور وہاں مرا تھا اور مدفون ہوا تھا۔

اس کے بعد حجاج نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ کے حاضر کرنے کا حکم دیا۔ اس وقت وہ نابینا ہو گئی تھیں☆۔ انہوں نے آنے سے انکار کیا مگر اس نے نہ مانا اور پھر بلوایا جب وہ نہ آئیں تو وہ ظالم خود ان کے پاس گیا۔ وہاں پہنچ کر کہنے لگا کہ دیکھا خدا نے اپنے دشمن یعنی تمہارے بیٹے کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔

☆ یہ روایت پہلی روایت کے بالکل خلاف ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا' ہاں مجھے معلوم ہے تو نے اس کی دنیا برباد کی اور اس نے تیری آخرت۔ پھر یہ حدیث بیان کی کہ ہم نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ قبیلہ ثقیف میں ایک میر یعنی ہلاکو ہو گا۔ اور ایک کذاب ۔ پس کذاب تو مختار ثقفی تھا اس کو ہم نے دیکھ لیا اور میر تو ہے یہ سن کر حجاج وہاں سے اٹھ آیا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے تین دن سولی پر رہنے کے بعد حجاج سے فرمایا کہ کیا اب تک اس سوار کے اترنے کا وقت نہیں آیا اس کمبخت نے جواب دیا وہ شخص منافق تھا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا ہرگز نہیں وہ دن کو روزے رکھنے والا اور رات کو عبادت کرنے والا تھا۔ حجاج نے کہا چپ رہ تو بوڑھی ہو گئی تیرے حواس درست نہیں رہے حضرت اسماء نے فرمایا ہرگز میرے حواس مختل نہیں ہوئے اور پھر حدیث سنائی۔

ایک روایت یہ ہے کہ حجاج نے کہا ہاں میں میر تو ہوں مگر میر المنافقین ہوں۔ یعنی منافقوں کا ہلاک کرنے والا ہوں۔

یہ صحیح ہے کہ جب حجاج نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے ان کا مثلہ کیا تو ان کی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گیا حضرت اسماءؓ اس کو کچھ برا بھلا کہنے لگیں۔ اس پر اس نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو برا کہا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے دشمن خدا و دشمن اہل اسلام تو جھوٹا ہے۔ بے شک تو نے صائم الدہر' قائم اللیل والدین کے ساتھ سلوک کرنے والے' دین کی حفاظت کرنے والے کو قتل کیا پھر فرمایا ہم نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے کہ ثقیف میں دو کذاب ہوں گے دوسرا پہلے سے زیادہ شریر ہے اور وہی میر ہو گا۔ اے حجاج یہ دوسرا تو ہی ہے۔ اس کمبخت نے

کہا کہ رسول خدا ﷺ نے سچ فرمایا اور تو بھی سچی ہے بے شک میں میر ہوں۔ مگر میرالمنافقین یعنی منافقوں کا ہلاک کرنے والا اور ایک روایت میں بسند حسن حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ام المومنین ام سلمہ کے بھائی کے یہاں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام لوگوں نے ولید رکھا' رسول خدا ﷺ نے فرمایا تم اپنے فرعون کے نام پر نام رکھتے ہو۔ بے شک اس امت میں ولید نامی ایک شخص ہو گا جو میری امت کے لئے اس سے زیادہ بد ہوگا۔ جیسا فرعون اپنی قوم کے لئے تھا۔

اور اسی روایت کو حارث بن اسامہ نے مرسلاً" سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں کہ حضرت ام سلمہؓ کے بھائی کے یہاں لڑکا پیدا ہوا۔ اس کا نام لوگوں نے ولید رکھا۔ پھر جب وہ لوگ حضور نبوی میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے پوچھا' نام رکھ چکے۔ ان لوگوں نے عرض کیا' ہاں "ولید" رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا ٹھہرو ٹھہرو اس کا نام عبدالرحمٰن ہے تم نے اس کا نام اپنے فرعونوں کے نام پر رکھ دیا ہے۔ بے شک اس امت میں ایک شخص ہو گا جس کو لوگ ولید کہیں گے' ضرور وہ میری امت کے لئے ایسا ہی شر ہو گا جیسا کہ فرعون اپنے قوم کے لئے تھا۔

عبدالرحمٰن بن عمرو کہتے ہیں ہم نے سعید بن مسیب سے پوچھا کہ یہ کون ولید ہے فرمایا ولید بن یزید۔ اگر خلیفہ ہو تو وہی ہے۔ ورنہ ولید بن عبدالملک۔ اور ایک روایت میں ہے۔ جس کے راوی کا نام مذکور نہیں ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے۔ ہم نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے کہ میرے اس منبر پر جبابرہ بنی امیہ میں سے ایک جبار کی نکسیر ٹوٹے گی اور اس کا خون بہے گا۔ (قول ابو ہریرہ) پس مجھ سے دیکھنے والے نے بیان کیا کہ عمرو بن سعید بن عاص کی منبر رسول خدا ﷺ پر نکسیر...... ٹوٹی یہاں تک کہ اس کی نکسیر کا خون منبر شریف کی زینوں پر بہا۔

ایک اور روایت جس کی سند میں عطا بن سائب ہیں اور ان کی عقل میں فتور آگیا تھا۔ مروی ہے کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو مروان نے گالیاں دیں، حتیٰ کہ یہ بھی کہا کہ خدا کی قسم تم بے شک ملعون گھرانے کے ہو۔ اس پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا اور فرمایا کہ تو یہ کہتا ہے تو (ہم سے بھی سن لے) خدا کی قسم خدائے تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کی زبانی تجھ پر لعنت فرمائی ہے۔ حالانکہ تو اس وقت اپنے باپ کی پشت میں تھا پس مروان چپ ہو گیا۔

اور ایک روایت میں جس کے راوی ثقہ ہیں مروی ہے۔ کہ مروان جب حاکم مدینہ ہوا تو ہر جمعہ کو منبر پر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو برا کہنے لگا۔ پھر اس کے بعد سعید بن عاص والی مدینہ ہوئے تو وہ کچھ نہ کہتے تھے پھر مروان والی ہوا تو بدستور سابق خرافات بکنے لگا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اس سے واقف تھے، خاموش رہتے تھے۔ اور مسجد میں تکبیر ہی کے وقت تشریف لاتے تھے مگر مروان حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے اس تحمل پر بھی راضی نہ ہوا اور آپ کے گھر میں آپ کو اور آپ کے والد ماجد رضی اللہ عنہ کو بہت کچھ برا بھلا کہلوا بھیجا۔ منجملہ اس کی خرافات کے ایک جملہ یہ بھی تھا کہ تمہاری مثال خچر کی سی ہے کہ اس سے پوچھو کہ تیرا باپ کون ہے تو کہے گا کہ گھوڑا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے قاصد سے فرمایا کہ لوٹ جا اور مروان سے کہہ دے کہ ہم تجھے گالیاں دے کر جو کچھ تو نے کہا ہے اس کو مٹانا نہیں چاہتے، ہاں میری اور تیری پیشی خدا کے سامنے ہو گی اگر تو جھوٹا نکلا تو خدا سخت انتقام لینے والا ہے۔ بے شک مروان نے میرے جد امجد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی تعظیم کی کہ میری مثال خچر کے مثل بیان کرتا ہے، قاصد جب وہاں سے چلا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ ملے اور ان کے بہت ڈرانے دھمکانے پر مروان کا مقولہ اس نے نہیں سنایا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا، مروان سے کہنا کہ تو ہی اپنے باپ اور

قوم کی خبر لے اور میرے تیرے درمیان میں علامت یہ ہے کہ رسول خدا ﷺ کی لعنت تیرے دونوں شانوں کے درمیان میں چمٹ گئی ہے۔

اور نیز بسند حسن مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا' قیامت قائم نہ ہو گی جب تک تین شخص ایسے پیدا نہ ہوں۔ کہ منجملہ ان کے "مسیلمہ اور عنسی اور مختار" ہوں گے۔ مسیلمہ آنحضرت ﷺ کے انتقال کے بعد ظاہر ہوا' آپ کی حیات شریف میں نہ تھا اور بدترین عرب کے "بنی امیہ" اور "بنی حنیفہ" اور "ثقیف" ہیں۔ اور ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے بطریق صحیح جس کی نسبت حاکم اعلیٰ شرط الشیخین کہتے ہیں' مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ کے نزدیک بنی امیہ مبغوض ترین لوگوں میں سے تھے یا یہ فرمایا کہ زندہ لوگوں میں سب سے زیادہ مبغوض تھے۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بروایت راویان ثقات مروی ہے کہ ایک بار جناب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا' ابھی تمہارے پاس ایک ملعون آنا چاہتا ہے یہ سن کر میں ہر آنے والے کو غور سے دیکھنے لگا۔ یہاں تک کہ فلاں شخص یعنی "حکم" وہاں آیا۔ اس کے نام کی تصریح امام احمد کی روایت میں ہے۔

اور ایک اور روایت میں جس کے ایک راوی کی نسبت حافظ ہیثمی نے کہا ہے کہ میں اس شخص کو نہیں جانتا مروی ہے کہ "بمقام حجر" حکم رسول خدا ﷺ کے پاس سے گزرا آپ نے فرمایا میری امت کی خرابی ان لوگوں کی وجہ سے ہو گی جو اس شخص کی پشت سے پیدا ہوں گے۔

نیز بسند حسن مروی ہے کہ مروان نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تو وہی شخص ہے جس کے متعلق آیت کریمہ والذی قال لوالدیہ اف لکما نازل ہوئی تھی۔ حضرت عبدالرحمٰن نے فرمایا تو جھوٹا ہے بلکہ رسول خدا ﷺ نے تیرے ہی باپ پر لعنت فرمائی تھی۔

اورایک روایت منقطع بواسطہ روایان ثقات یہ ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہمیشہ میری امت کا کام استقامت کے ساتھ رہے گا۔ یہاں تک کہ اس میں رخنہ پڑ جائے گا۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ اول شخص جو اس میں رخنہ ڈالے گا بنی امیہ کا ایک شخص ہو گا۔ جس کو لوگ یزید کہیں گے۔ اور ابوبکر بن ابی شیبہ اور ابو یعلی نے روایت کی ہے کہ یزید جب امیر شام ہوا۔ تو مسلمانوں نے کہیں جہاد کیا اس میں ایک عمدہ لونڈی کسی شخص کے ہاتھ لگی وہ لونڈی اس سے یزید نے لے لی۔ اس شخص نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے سفارش چاہی۔ چنانچہ وہ اس کے ساتھ یزید کے پاس گئے اور تین بار اس سے لونڈی کے واپس کر دینے کو کہا۔ مگر وہ انکار ہی کرتا رہا۔ آخر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خبردار ہو جا کہ تو نے ایسا کیا تو خیر ہم نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ میری سنت کو جو شخص بدلے گا وہ بنی امیہ میں سے ایک شخص ہو گا۔ یہ فرما کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ چل دیے یزید بھی ان کے پیچھے چلا اور کہنے لگا کہ میں آپ کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں سچ بتائیے کیا وہ شخص میں ہی ہوں۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں۔ اس کے بعد یزید نے وہ لونڈی واپس کر دی۔

یہ حدیث اس پہلی حدیث کی، جس میں یزید کے نام کی تصریح ہے معارض نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اگر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے کلام کو حقیقت پر محمول کرو تو غایتہ ما فی الباب یہ ہو گا کہ ان کو یہ مبہم شخص معلوم نہ ہو گا۔ پس وہ نفی اپنے علم کی کر رہے ہیں۔ حالانکہ پہلی روایت میں اس ابہام کی تعین ہو گئی ہے۔ اور مفسر مبہم پر راجح ہوتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ واقف ہوں مگر فتنہ کے خوف سے تصریح نہ کی ہو خصوصاً" ایسی حالت میں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے اور بنی امیہ کے درمیان میں چند واقعات پیش آچکے تھے۔ جن کی وجہ سے یہ احتمال تھا کہ شاید آپ از راہ عداوت ایسا

فرما رہے ہیں۔

اور بسند ضعیف عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہر چیز کے لئے ایک آفت ہوتی ہے اور اس دین کی آفت بنی امیہ ہیں۔

اور ایک ایسی سند سے جس کے بعض راویوں کے نسبت حافظ ہیثمی نے لکھا ہے کہ میں ان کو نہیں جانتا' مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک خلیفہ ایسا ہو گا کہ وہ اور اس کی ذریت جہنم میں جائے گی۔

اور بسند ضعیف مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کوئی بات آہستہ فرمائی۔ پھر آپ نے سر اٹھایا۔ گویا گھبرائے ہوئے ہوں اور فرمایا کہ خبیث نے دروازہ کو تلوار سے کھٹکھٹایا اے ابو الحسن (کنیت جناب علی مرتضیٰ) اس کو کھینچ لاؤ جس طرح بکری دو ہنے والے کے پاس کھینچ لائی جاتی ہے۔ غرض جناب امیر تشریف لے گئے اور آپ نے اس کا کان اور کلہ پکڑ کر حضور میں حاضر کر دیا (وہ شخص حکم تھا) اس وقت آپ نے اس شخص پر تین بار لعنت فرمائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس کو ایک طرف بٹھا دو۔ جب ایک جماعت مہاجرین و انصار کی جمع ہو گئی تو آپ نے اس کو بلا کر فرمایا کہ یہ شخص کتاب اللہ و سنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف کرے گا اور اس کی پشت سے وہ شخص نکلے گا۔ جس کا دھواں یعنی فتنہ اس حد تک پہنچ جائے گا کہ آفتاب کو چھپائے گا۔ مطلب یہ کہ اس کی فتنہ انگیزی تمام عالم کو تاریک کر دے گی۔ کسی مسلمان نے عرض کیا کہ خدا اور اس کا رسول سچا ہے۔ مگر یہ شخص ایسا بے حقیقت معلوم ہوتا ہے کہ اس سے ایسے عظیم فتنہ کا خوف نہیں ہو سکتا۔ ارشاد ہوا کہ بلاشبہ ایسا ہی ہو گا بلکہ تم میں سے بھی بعض لوگ اس کی پیروی کریں گے۔

اور ایک ایسی سند سے جس کے ایک راوی کے سوا کہ وہ مستور (یعنی نامعلوم الصدق) ہے باقی سب راوی ثقہ ہیں۔ مروی ہے کہ "حکم" نے رسول خدا ﷺ کے حضور میں حاضر ہو کر اندر آنے کی اجازت چاہی' آپ نے فرمایا آنے دو' اس پر خدا اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو اور جتنے لوگ اس کی نسل سے ہیں یا ہوں گے دنیا میں تو برے اور آخرت میں رذیل ہوں گے۔ ہاں ان میں کے صالح لوگ مستثنیٰ ہیں مگر وہ بہت کم ہوں گے۔

اور ایک ایسی سند سے جس میں ابن لہیعہ ہے اور اس کی حدیث حسن ہوتی ہے۔ مروی ہے کہ مروان حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کسی ضرورت سے گیا اور عرض کیا کہ میرا خرچ بہت ہے۔ میرے دس اولاد ہیں اور دس بھائی ہیں اور دس چچا ہیں' یہ کہہ کر وہ چلا آیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جو ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ فرمایا کہ کیا آپ کو یاد نہیں رسول خدا ﷺ نے فرمایا تھا۔ جب بنی امیہ میں تیس مرد ہو جائیں گے تو وہ آیات خداوندی اور بندگان خدا کو اور کتاب خدا کو مٹانے کی کوشش کریں گے۔ پھر جب چار سو سات کے عدد کو پہنچ جائیں گے تو اس وقت ان کی ہلاکت(اس سے کسی چیز کی طرف اشارہ کر کے) بھی جلد ہو جائے گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہاں۔ پھر مروان کو کوئی ضرورت ہوئی اور اس کے لئے اس نے اپنے بیٹے عبدالملک کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ جب اس نے گفتگو کی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کیا تمہیں نہیں معلوم کہ رسول خدا ﷺ نے اس شخص کا تذکرہ فرمایا تھا اور فرمایا تھا کہ یہ چار ظالموں کا باپ ہو گا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں۔

اور ایک روایت میں جس کی سند میں ایک راوی کے سوا کہ وہ بھی ثقہ ہے اور

باقی سب راوی صحیح احادیث کے راوی ہیں مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ گویا بنی امیہ آپ کے منبر پر چڑھتے اور اترتے ہیں پس آپ صبح کو نہایت رنج کی حالت میں بیدار ہوئے۔ اور فرمایا کہ کیا کیفیت ہے کہ حکم کی اولاد میرے منبر پر بندر کی طرح کودتی پھرتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر وفات تک آپ کو اچھی طرح ہنستے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا۔

اور ایک اور روایت میں ہے جس کا ایک راوی مختلف فیہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا "قبیلہ ثقیف" کے ایک لڑکے یعنی "حجاج" کی نسبت کہ وہ عرب کا کوئی گھر ایسا نہ چھوڑے گا جس میں ذلت کو نہ داخل کرے۔ عرض کیا گیا وہ کب تک بادشاہی کرے گا۔ فرمایا اس کی حکومت کا زمانہ اگر بہت طویل ہو گا تو بیس برس رہے گا چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا۔ پس یہ جناب امیر کی روشن کرامت ہے اور ایک اور روایت میں ہے جس کا ایک راوی وضع حدیث کے ساتھ متہم ہے اگرچہ ابن عدی اس کی نسبت "لاباس بہ" فرماتے ہیں کہ بنی عباس کے دو جھنڈے کھڑے ہوں گے ایک کفر کا ہو گا دوسرا گمراہی کا' پس اے مخاطب اگر تو ان کو پائے تو گمراہ نہ ہو جانا۔ اور ایک روایت میں جس کی سند میں ایک ضعیف راوی ہے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میرے اور بنی عباس کے درمیان میں کیوں کر بنے گی۔ انہوں نے میری امت میں اختلاف ڈال دیا۔ خونریزیاں کیں' ان کو سیاہ کپڑے پہنائے۔ خدا ان کو آگ کے کپڑے پہنائے۔

اور ایک روایت میں جس کا راوی متہم با لکذب ہے مروی ہے کہ عنقریب پورب سے بنی عباس کے دو نشان نکلیں گے۔ اول و آخر دونوں خراب ہوں گے ان کی ہرگز مدد نہ کرنا۔ خدا ان کی مدد نہ کرے۔ جو شخص ان کے کسی جھنڈے کے نیچے

چلے گا خدا اس کو داخل جہنم کرے گا۔ خبردار ہو جاؤ وہ اور ان کے پیرو دونوں بدترین خلق اللہ ہیں وہ سمجھیں گے کہ وہ ہم میں سے نہیں ہیں۔ ان کی یہ پہچان ہے کہ ان کے بال بڑے ہوں گے اور لباس سیاہ ہو گا لہٰذا تم لوگ ان کے ساتھ کسی مجلس میں نہ بیٹھو نہ بازاروں میں ان سے و فروخت کرو نہ انہیں راستہ بتلاؤ نہ انہیں پانی پلاؤ۔

اور ایک روایت میں ہے جس کی سند کے بعض راویوں کی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے توثیق کی ہے۔ اور "نسائی" وغیرہ نے تضعیف کی ہے' مروی ہے کہ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے قبر مکرم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا رخسارہ رکھا۔ مروان نے کہا دیکھو کیا کر رہے ہو۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ دین پر مت روؤ جب اس کے والی نااہل ہوں' مطلب ان کا مروان کے والی مدینہ ہونے پر اعتراض کرنا تھا۔

اور بسند صحیح مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اپنی امت پر چھ باتوں کا خوف ہے ایک تو لونڈوں کی حکومت اور ایک روایت میں ہے کہ بے وقوفوں کی حکومت اور یہ بھی صحیح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اللہ تمہیں بدعقلوں کی حکومت سے بچائے' پھر فرمایا کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لونڈوں کے ہاتھ سے ہو گی۔

اور ایک روایت ابوبکر بن ابی شیبہ کی یہ ہے کہ مروان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سننے کی خواہش کی' انہوں نے فرمایا میں نے حضرت کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک شخص جو متولی خلافت ہو گا۔ اس بات کی تمنا کرے گا۔ کہ کاش میں ثریا سے گر پڑتا مگر خلافت کے کسی حصہ کا والی نہ ہوتا۔ مروان نے کہا اور کچھ فرمایئے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس امت کی ہلاکت قریش کی ایک

جماعت کے ہاتھ سے ہو گی۔ مروان نے کہا تب تو یہ بہت برے لڑکے ہوں گے۔

نیز یہ روایت بھی بصحت ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا خوشخبری دو ان کو جو خوارج کو قتل کریں یا خوارج ان کو قتل کریں۔

ابو یعلی روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی اوفی صحابی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ اگر سلطان لوگوں پر ظلم کرے اور بری طرح پیش آئے (تو کیا کیا جائے) حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے سائل کو زور کے ساتھ انگلیوں سے دبایا اور فرمایا کہ سلطان اعظم اگر تمہاری سنے تو اس کے گھر میں جاکر اس سے کہو اگر قبول کرے تو خیر' ورنہ خاموش رہو' کیونکہ تم اس سے زیادہ نہیں جانتے۔

حارث بن اسامہ روایت کرتے ہیں کہ جب ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے خارجیوں کے ستر سر دمشق کی سیڑھیوں پر لٹکے ہوئے دیکھے تو رونے لگے۔ پوچھا گیا آپ کیوں روتے ہیں۔ فرمایا ان پر مجھے رحم آتا ہے کہ آخر ان کو بھی اسلام کا دعویٰ تھا اور یہ خیال آتا ہے کہ ابلیس مسلمانوں کے ساتھ کیا کرتا رہتا ہے تین بار فرما کر فرمایا کہ یہ لوگ جہنم کے کتے ہیں۔ پھر تین بار فرمایا کہ آسمان کے نیچے جس قدر لوگ مقتول ہوئے ان سب میں یہ لوگ بدتر ہیں۔ اور "سواد اعظم" کے سوا جہنم میں جائیں گے۔ عرض کیا گیا کہ سواد اعظم اب جو کچھ کر رہے ہیں اس کو کیا آپ نہیں دیکھتے۔ فرمایا ہاں۔ ان پر ان کا بوجھ ہے اور تم پر تمہارا بار ہے۔ اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پر رہو گے اور قاصد پر تو پہنچا دینا فرض ہے۔ (یعنی میں سبکدوش ہو گیا) پھر فرمایا سننا اور فرمانبرداری کرنا نافرمانی کرنے اور تفرقہ ڈالنے سے بہتر ہے اور فرمایا کہ یہ سب ہم نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے اور ابو یعلی اور بزار روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ممبر پر فرمایا۔ کہ رسول خدا ﷺ نے مجھے وصیت کی تھی کہ ۱۔ ناکثین ۲۔ قاسطین

۳۔ مارقین کو قتل کرنا یہ سب لوگ وہی خوارج ہیں۔ کیونکہ پہلے تو وہ آپ کے لشکری تھے۔ پھر ان پر شیطان مسلط ہو گیا کہ وہ باغی ہو گئے اور بہت سی باتوں میں جناب امیر سے انہوں نے ناراضی ظاہر کی' ان باتوں میں بالکل وہ جھوٹے تھے سب ان کا افترا تھا۔

نیز آنحضرت ﷺ سے بطریق صحیح ثابت ہے کہ اسلام کی چکی تیس برس تک چلے گی' اس حدیث کی بحث پہلے ہو چکی ہے۔ اور جناب امیر کرم اللہ وجہہ سے بطریق صحیح ثابت ہے کہ پہلے رسول خدا ﷺ تشریف لائے پھر حضرت ابوبکر صدیق آئے پھر حضرت عمر آئے اس کے بعد ہمیں فتنہ نے گھیر لیا پھر جو چاہا اللہ نے وہ ہوا۔

ایک اور روایت میں ہے جس کی سند میں ضعف وا نقطاع ہے مروی ہے کہ جناب امیر نے ایک روز رسول خدا ﷺ کا ذکر خیر لیا اور آپ کی مدح کی پھر حضرت صدیق کا ذکر کیا اور ان کی تعریف فرمائی۔ اس کے بعد فرمایا کہ تیس برس کے بعد تم اپنا منہ جس طرف چاہو پھیر لینا تم اپنا رخ نہ پھیرو گے مگر عجز یا فجور کی طرف۔

اور یہ بھی صحیح روایت ہے کہ اسلام کی رسیاں ایک ایک کر کے ٹوٹیں گی۔ جب ایک ٹوٹے گی تو لوگ اس کے قریب والی کو پکڑیں گے اور سب سے پہلے حکم (یعنی خلافت) کی رسی ٹوٹے گی پھر نماز کی۔

اور ایک حدیث میں جس کے راوی ثقہ ہیں مروی ہے کہ حضرت نے فرمایا میں ستر کے شروع سے پناہ مانگتا ہوں اور دنیا نہ ختم ہو گی یہاں تک کہ لونڈے اس میں حکومت کریں۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ سو برس گزرنے تک اللہ تعالیٰ ایک ٹھنڈی ہوا بھیجے گا جو ہر ایمان والے کی روح کو قبض کر لے گی۔ اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ صحابہؓ میں سے کوئی سو برس کے بعد زندہ نہیں رہا۔

اور ایک روایت میں جس کی سند میں ابن لہیعہ ہیں جن کی حدیث حسن ہوتی ہے مروی ہے کہ حضرت نے فرمایا' ہر امت کے لئے ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔ اور میری امت کا وقت سو برس ہے۔ جب سو برس میری امت پر گزر جائیں گے تو جو کچھ خدا نے ان سے وعدہ کیا ہے۔ ان کو مل جائے گا۔ یعنی فتنہ اور بڑی بڑی بدعتیں پھیلیں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اور ابو یعلی نے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس کسی عامل کی عرضی آئی جس میں اس نے لکھا تھا کہ ہم نے ترکوں کو خوب قتل کیا اور ان کے مال تقسیم کر لئے۔ یہ سن کر آپ غصے ہوئے اور اس عامل کو لکھ بھیجا کہ میری بلا اجازت پھر کبھی ایسا نہ کرنا۔ کسی نے پوچھا کہ اے امیرالمومنین آپ کو اس قدر غصہ کیوں آیا۔ فرمایا کہ ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ ترک لوگ اہل عرب کو نکال دیں گے اور جنگل میں خانہ بدوش کر دیں گے۔ لہٰذا میں ترکوں کے قتل کو ناپسند کرتا ہوں۔

اور بسند راویان ثقات مروی ہے کہ ابوامامہ مولائے خلیفہ عبدالعزیز مسجد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں زید بن حسن اور ابوبکر بن جہم رضی اللہ عنہ جیسے بزرگوں پر ٹیکتے ہوئے آئے اس پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا اور یہ حدیث سنائی کہ دنیا ختم نہ ہو گی۔ یہاں تک کہ وہ لونڈوں اور غلاموں کی ہو جائے۔

اور ایک حدیث بروایت ثقات یہ ہے کہ خبردار ہو تم کو حق گوئی سے کسی کا موقف باز نہ رکھے۔ کیونکہ یہ خوف نہ موت کو قریب کرتا ہے اور نہ رزق کو بعید کرتا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ اسی حدیث نے مجھ کو مجبور کیا کہ میں

معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان کو خوب صاف صاف سنا آیا۔

نیز ابو یعلی روایت کرتے ہیں کہ ابوذر رضی اللہ عنہ مسجد شریف میں سو رہے تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے پائے مبارک سے ہلا کر فرمایا کہ جس وقت تمہیں لوگ مسجد سے نکال دیں گے اس وقت کیا کرو گے۔ عرض کیا کہ سرزمین شام میں چلا جاؤں گا۔ کیونکہ وہی "زمین محشر" اور "ارض مقدس" ہے۔ فرمایا جب وہاں سے بھی نکال دیں گے۔ عرض کیا اپنی ہجرت کی جگہ لوٹ آؤں گا۔ فرمایا جب وہاں سے بھی نکال دیں۔ عرض کیا اس وقت میں اپنی تلوار ہاتھ میں لے لوں گا۔ اور لڑوں گا۔ فرمایا اس میں اچھائی نہیں ہے، تم ان لوگوں کی اطاعت کرنا اور جس طرف وہ تمہیں لے جائیں چلنا۔ یہ حدیث بیان کر کے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے۔ خدا کی قسم میں اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملوں گا کہ عثمان کا حکم سنتا اور ان کی پیروی کرتا رہوں گا۔ یہ اس لئے فرمایا کہ ان کے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے درمیان میں کچھ مخالفت☆ ہو گئی تھی۔

اور ایک ضعیف حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جب لوگ دو شخصوں کی بیعت کریں تو تم دونوں سے علیحدہ رہو، کیونکہ وہ زمانہ فتنہ کا ہو گا اور فتنہ کے زمانے میں حتیٰ الامکان سب سے علیحدہ رہنا بہتر ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ایک جماعت صحابہؓ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں سے کنارہ کش رہی، مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے علیحدہ

☆ مخالفت کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ پر زہد بہت غالب تھا۔ اغنیائے صحابہ سے ان کی مال داری پر لڑ بیٹھا کرتے تھے اور کبھی مار بھی دیا کرتے تھے، لہٰذا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو "مدینہ منورہ" کے باہر مقام "ربذہ" میں بھیج دیا تھا کہ آپ وہاں سب سے علیحدہ رہیں ایسے مغلوب الزہد کو اغنیاء سے ملنے جلنے کی کیا ضرورت ہے جس سے خوامخواہ باہم رنجش پیدا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم مترجم۔

رہنے والوں کو جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ آپ ہی امام برحق تھے تو وہ بہت نادم ہوئے، جیسا کہ اوپر گزر چکا، انہیں لوگوں میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یہ کچھ گائیں اور بکریاں لے کر مع اہل وعیال کے کنارہ کش ہو گئے تھے۔ اس پر ان کو ان کے بیٹے عمر نے ملامت کی تو انہوں نے یہی حدیث سنائی کہ عنقریب ایک فتنہ برپا ہو گا اس میں بہترین شخص وہی ہو گا جو متقی ہو اور سب سے پوشیدہ رہے۔ پس اے بیٹے تم بھی ایسے ہی رہو۔ یہ سن کر وہ ہٹ گیا۔

مروان نے ایک مرتبہ بعض صحابہ کرامؓ کے فرزندوں کو بلوا کر کہا کہ آپ لوگ ہمارے ساتھ ہو کر لڑیئے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے باپ چچا اصحاب بدر میں سے تھے۔ انہوں نے ہم سے عہد لیا ہے کہ ہم کسی مسلمان سے نہ لڑیں۔ لہٰذا اگر تم جہنم میں نہ جانے کی سند ہمیں لا دو تو ہم تمہارے ساتھ ہو کر لڑ سکتے ہیں۔ اس پر مروان نے ان کو بہت ڈانٹا اور برا بھلا کہہ کر رخصت کر دیا۔

یہ آخری کلام ہے۔ جس کے لکھنے کی یہاں توفیق ملی۔ امید ہے کہ حق سبحانہ ' ہدایت چاہنے والوں کو اس سے نفع پہنچائے اور متحیرین کو اس سے رہنمائی دے۔

والحمد للہ رب العلمین و صلوتہ و سلامہ علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین و تابعیھم باحسان اللہ الی یوم الدین۔

ترجمہ کتاب "تطہیر الجنان" تمام ہو گیا

والحمد للہ اولاً و آخراً۔

تبصرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

اما بعد واضح ہو کہ اہل سنت والجماعت کے جو اعتقادات صحابہ کرامؓ کے متعلق ہیں اگر کوئی غیر مسلم بھی منصفانہ و محققانہ نظر سے ان کا مطالعہ کرے تو یقیناً اس کو بھی یہ کہنا پڑے گا کہ یہ عقائد نہایت سچائی اور نہایت تحقیق پر مبنی ہیں۔ اور اگر کوئی شخص دین اسلام سے اپنا تعلق رکھنا چاہتا ہے اور آنحضرت ﷺ کو خدا کا رسول ماننے اور آپ کی مقدس تعلیمات پر عمل کرنے کو واحد ذریعہ اپنی نجات کا جانتا ہے تو اس کو ان عقائد میں کچھ چون و چرا کی گنجائش نہیں مل سکتی۔

اہل سنت کو صحابہ کرامؓ کا اس قدر احترام اور ان کی تقدیس کا اس درجہ اہتمام کرنا جن دلائل و براہین پر مبنی ہے ان کا مفصل ذکر تو اس تنگ مقام میں نہیں ہو سکتا البتہ اشارۃً اس قدر لکھنا کافی معلوم ہوتا ہے کہ سب سے بڑی چیز اس بارہ میں قرآن مجید کی آیات ہیں۔ آیات بھی دو قسم کی ہیں۔ اول وہ آیتیں ہیں جن میں خصوصیت کے ساتھ "مہاجرین و انصار" کی تعریف ہے ان آیات میں ان کی خلافت موعودہ کا بھی بیان ہے اور ان کے ایسے عظیم الشان فضائل بیان کئے گئے ہیں کہ اگر نبوت ختم نہ ہو گئی ہوتی تو یقیناً ان آیات کو دیکھ کر ذہن اسی طرف سبقت کرتا کہ یہ جماعت انبیاء کی جماعت ہے۔ ان آیات میں اگرچہ کسی کا نام نہیں ہے لیکن کوئی تخصیص بھی کسی کی نہیں ہے جمع کے صیغے اور عموم کے کلمات ہیں۔ لہٰذا اگر بقول شیعہ "مہاجرین و انصار" کی ان مدائح عالیہ کو حضرت علی ؓ یا دو ایک اور ہستیوں کے ساتھ مخصوص کر دیا جائے تو سخت تلبیس و تدلیس کلام الٰہی میں لازم آتی ہے معاذاللہ منہ۔ ہاں ان آیات میں اگر تخصیص ہو سکتی ہے تو حضرات خلفائے ثلاثہ کی، کیونکہ آیات میں جن

اوصاف و علامات یا جن انعامات کا تذکرہ ہے وہ انہیں تینوں حضرات میں پائے گئے یہ تخصیص بھی الفاظ آیات سے نہیں بلکہ واقعات خارجیہ سے ثابت ہوتی ہے پھر اس تخصیص کے صرف اس قدر معنی ہوں گے کہ یہ تینوں حضرات اس ممدوح و موعودلہ جماعت کے سردار ہیں۔

دوسری قسم کی آیتیں وہ ہیں جن میں تخصیص "مہاجرین و انصار" کی نہیں ہے بلکہ عموماً" تمام صحابہ کرامؓ ان آیات میں آ جاتے ہیں۔ مثلاً" رسول اللہ ﷺ کی تعریف میں قرآن شریف کی متعدد آیات میں یہ صفت بیان فرمائی گئی ہے کہ ویزکیھم یعنی یہ رسول اپنی قوت باطن سے لوگوں کو مزکی اور مقدس بنا دے گا۔

اسی قسم میں وہ آیتیں بھی ہیں جن میں صحابہ کرامؓ کی کثرت اور ان کی باہمی الفت و محبت کا بیان اور ان کے لئے صفت تقویٰ کا لزوم ارشاد فرمایا گیا ہے اور یہ کہ ان کو کفر اور فسوق اور عصیان سے منجانب اللہ کراہت و نفرت عطا کی گئی ہے، وغیرہ وغیرہ۔

ف قسم اول کی آیتوں کی تفسیر تو بفضلہ تعالیٰ یہ حقیر لکھ چکا ہے ہر ہر آیت کی تفسیر میں علیحدہ علیحدہ مستقل رسائل ہیں۔ فالحمد للہ علی ذلک اور قسم دوم کی آیتوں کے متعلق بھی ارادہ ہے کہ ان کو بھی یکجا کر کے ان کی تفسیر لکھ دی جائے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

آیات قرآنیہ کے علاوہ احادیث نبویہ کا تو ایک بڑا دفتر ہے جس میں صحابہ کرامؓ کے تقدس و طہارت کی تعلیم دی گئی ہے۔

آیات و احادیث کے بعد پھر واقعات ہیں جو دنیا کی تاریخ میں ہمیشہ قائم رہیں گے، ان واقعات کو دیکھ کر ایک غیر مسلم کو بھی اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ کسی نبی کے شاگردوں نے اپنے استاد کے علم اور دین کی اس قدر خدمت نہیں کی، جس قدر صحابہ کرامؓ سے ظہور میں آئی۔ ان خدمات میں یہ چیز بھی صاف طور پر نظر آتی ہے کہ خدا کی مشیت اور خدا کی تائید قدم قدم پر ان کے ساتھ تھی۔

ان سب دلائل کو ایک تفصیلی نظر کے ساتھ مطالعہ کرنے کے بعد' ذرا اس طرف بھی توجہ کرو کہ فطرت انسانیہ کیا تعلیم دیتی ہے۔ فطرت انسانیہ وہ چیز ہے جو تمام انسانوں میں ہر مقام اور ہر زمانے میں پائی جائے۔

دیکھو دنیا میں کوئی ایسی امت نہیں ہوئی جس نے اپنے نبی کے اصحاب کو برا سمجھا ہو اور ان کی بدگوئی کو عبادت قرار دیا ہو بلکہ ہر پیغمبر کے امتی اپنے پیغمبر کے اصحاب کو اپنی امت میں سب سے اعلیٰ و افضل سمجھتے رہے۔ آج یہودیوں سے پوچھ کر دیکھ لو کہ تمہاری امت میں سب سے افضل کون کون لوگ ہیں وہ بھی یہی کہیں گے کہ اصحاب موسیٰ علیہ السلام آج عیسائیوں سے پوچھو کہ تمہاری امت میں سب سے افضل کون لوگ ہیں وہ بھی یہی کہیں گے کہ اصحاب عیسیٰ علیہ السلام۔

بس دنیا میں صرف ایک نرالا فرقہ شیعوں کا ہے جو اپنے نبی کے اصحاب کو برا کہتا ہے اور ان کی دشنام دہی کو اعلیٰ ترین عبادت قرار دیتا ہے۔

اسلام میں بھی صحابہ کرام کے بعد نہ معلوم کتنے فرقے ہو گئے سب کے عقائد میں تضاد' اعمال میں اختلاف لیکن صحابہ کرام کی عظمت و جلالت میں کسی نے بھی اختلاف نہ کیا' سواء مٹھی بھر شیعوں کے جن کی تعداد آج بھی باوجود گمراہی کی "آنا" فانا" ترقی کے فی ہزار ایک بھی نہیں۔

اہل سنت کا مذہب و مسلک تو اس قدر صاف ہے کہ بلا شبہہ یہ آیت قرآنی اس پر پوری طرح صادق آتی ہے کہ ومن یرغب من ملۃ ابراھیم الا من سفہ نفسہ ہمارے عقائد ضروریہ کی بنیاد تو تمام تر قرآن مجید پر ہے البتہ بعض عقائد کی تفصیل احادیث سے کی گئی ہے لیکن ان احادیث میں اکثر و بیشتر وہ ہیں جن کی توثیق و تصدیق میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اب رہے اعمال ان کی اصل بھی قرآن مجید سے ثابت ہے البتہ طریق کار اور اس کی تفصیلات روایات سے ماخوذ ہیں مگر مجتہدین اہل سنت میں کسی کا عمل ایسا نہیں ہے جو صرف ایک سے منقول ہو بلکہ متعدد صحابہ کرام کا ہر ہر عمل منقول ہے۔

اہل سنت کے اس روشن مسلک پر آگاہ ہونے کے بعد ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ

صحابہ کرامؓ کی حمایت اپنے کسی خاص مذہبی عقیدہ یا عمل کی حفاظت کے لئے نہیں بلکہ رسول خدا ﷺ کی عزت و شان کا لحاظ اور آیات قرآنیہ کی ہدایات و تعلیمات کی وجہ سے ہے۔

لیکن شیعہ

جو صحابہ کرام کی عظمت و تقدس کا انکار کرتے ہیں' بلکہ معاذاللہ ان کو بدترین خلائق کہتے ہیں وہ اپنے خیالات فاسدہ کی تائید میں نہ تو کوئی آیت قرآنی پیش کرتے ہیں نہ کوئی صحیح روایت' بلکہ کچھ "خانہ ساز قصص و حکایات" ہیں جو ان کے اسلاف نے گھڑی ہیں ہر موقع و ہر محل پر انہیں کو دہرایا کرتے ہیں۔

قرآن شریف کے سامنے تو شیعہ سخت عاجز و مبہوت ہیں جب قرآن سے ان کے سامنے استدلال کیا جاتا ہے تو اس وقت ان کی حالت قابل دید ہوتی ہے کبھی تو الفاظ آیت کے معنی بدلنے کی کوشش کرتے ہیں "لغت عرب" اور "صرف و نحو" کو بالائے طاق کر کے عجیب عجیب معنی بیان کرتے ہیں' اور کبھی کبھی آیت کے ساتھ کچھ قصص و حکایات کا ضمیمہ لگاتے ہیں اور کہیں اس کا بھی موقع نہیں ملتا تو کہہ دیتے ہیں کہ قرآن میں تحریف ہو گئی' یہ آیت جس طرح اب قرآن میں ہے پہلے اس طرح نہ تھی' بلکہ اس طرح تھی' کبھی کہہ دیتے ہیں کہ قرآن کا سمجھنا ائمہ کا کام تھا غیر امام قرآن کو نہیں سمجھ سکتا۔ غرض کہ قرآن شریف کے سامنے شیعوں کی حیرانی و پریشانی قابل تماشا ہوتی ہے۔

شیعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کا دعویٰ زبان سے تو بہت کچھ کرتے ہیں مگر ان کی کتابوں کو دیکھنے والا جانتا ہے کہ وہ حضرت علیؓ کی تعریف جس قدر کرتے ہیں اس کو "ہجو ملیح" کے سوا اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ جب حضرت علیؓ کی کوئی بات ان کے مسلک کے خلاف خود انہیں کی کتابوں سے پیش کی جاتی ہے تو اس کو کسی طرح نہیں مانتے' طرح طرح کی تاویلات کرتے ہیں اور جہاں کوئی تاویل نہیں بن پڑتی تو تقیہ کہہ کر اڑا دیتے ہیں۔ چنانچہ ان کے ساتھ والوں کے متعلق خود حضرت علیؓ سے شیعوں کی

معتبر کتاب "نہج البلاغہ" میں منقول ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنا اور ان کا ایمان یکساں بتایا اور فرمایا کہ ہمارے اور ان کے درمیان میں مذہبی اختلاف نہیں ہے۔ صرف خون عثمان کا جھگڑا ہے شیعوں نے حضرت علیؓ کی اس تعلیم کو نہ کبھی مانا اور نہ آج کوئی شیعہ اس کو مانتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ مذہب شیعہ کے تصنیف کرنے والوں کا اصلی مقصد دین اسلام کو خراب کرنا تھا۔ صحابہ کرام کو جو مطعون و مجروح قرار دیا وہ محض اس لئے کہ جب یہ جماعت ناقابل اعتبار ہو جائے گی تو قرآن اور معجزات نبویہ اور دین اسلام کی ہر چیز مشکوک ہو جائے گی، کیونکہ ان سب چیزوں کے ناقل اور راوی اور چشم دید گواہ یہی صحابہ کرامؓ ہیں اور حضرت علی مرتضیٰ ؓ اور بقیہ ائمہ اثنا عشر کی محبت و عقیدت کا دعویٰ اس لئے ہے کہ اس پردہ میں آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کا انکار منظور ہے۔ چنانچہ امامت کی بحث کتب شیعہ میں جس شخص نے دیکھی ہے، وہ اس کو خوب جانتا ہے۔ امام کو مثل انبیاء علیہم السلام کے "معصوم و مفترض الطاعۃ" کہنا اور یہ کہنا کہ امام کو اختیار ہے جس چیز کو چاہے حلال کر دے اور جس چیز کو چاہے حرام کر دے، اور ہر امام پر سال بہ سال خدا کی طرف سے کتاب کا نازل ہونا ختم نبوت کا انکار نہیں تو کیا ہے۔

هذا آخر الكلام والحمد لله رب العالمين